سائنٹیفک سوشلزم کی لائبریری

مارکس
اینگلس
لینن

کمیونسٹ سماج

سائنٹیفک سوشلزم کی لائبریری

کمیونسٹ سماج

دنیا کے مزدورو، ایک ہوجاؤ!

مارکس
اینگلس
لینن

کمیونسٹ
سماج
مجموعۂ
مضامین

دارالاشاعت ترقی
ماسکو

ترجمه: امیر اللہخاں

سوویت یونین میں شائع شدہ

M $\frac{10101-428}{014(01)-76}$ 721—75

فہرست

صفحہ

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلس

مارکس، اینگلس ۔ خاندان مقدسہ (اقتباس) ۹
اینگلس ۔ کمیونزم کے اصول (اقتباسات) ۱۱
مارکس، اینگلس ۔ کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو (اقتباس) ۱۶
مارکس ۔ گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر (اقتباسات) ۲۷
اینگلس ۔ قاطع ڈیورنگ (اقتباسات) ۳۸
اینگلس ۔ ''قدرت کی جدلیات،، کا تعارف (اقتباس) ۵۵
اینگلس ۔ فرانس اور جرمنی میں کسانوں کا مسئلہ (اقتباس) ۵۷

خطوط (اقتباسات)

مارکس کا خط بنام جوزیف ویڈے میئر ۶۵
اینگلس کا خط بنام فلپ وان پاٹین ۶۶
اینگلس کا خط بنام اوٹو فان بوئی نک ۶۷

ولادیمیر لینن

کارل مارکس (اقتباس) ۷۱
حق خودارادیت پر مباحثے کا خلاصہ (اقتباس) ۷۶
ریاست اور انقلاب (اقتباس) ۸۲
مقابلےبازی کا اہتمام کیسے کیا جائے؟ ۱۰۵

معاشی کاؤنسلوں کی پہلی کل روس کانگرس میں تقریر، ۲۶ مئی ۱۹۱۸ء ۱۱۷
شاندار آغاز (اقتباسات) ۱۲۷
پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے دور کی معیشت اور سیاست (اقتباس) ۱۳۸
سبوتنیکوں کے متعلق روئداد جو روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی ماسکو شہری کانفرنس میں ۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء کو پیش کی گئی (اقتباس) ۱۴۱
پرانے سماجی نظام کی مسماری سے نئے نظام کی تخلیق تک ۱۴۵
ماسکو کازان ریلوے پر پہلے سبوتنیک سے کل روس یوم مئی سبوتنیک تک ۱۴۸
کوآپریٹیو کے بارے میں ۱۵۱
چاہے کم ہو مگر ہو بہتر ۱۶۰
تشریحی نوٹ ۱۷۹

کارل مارکس
فریڈرک اینگلس
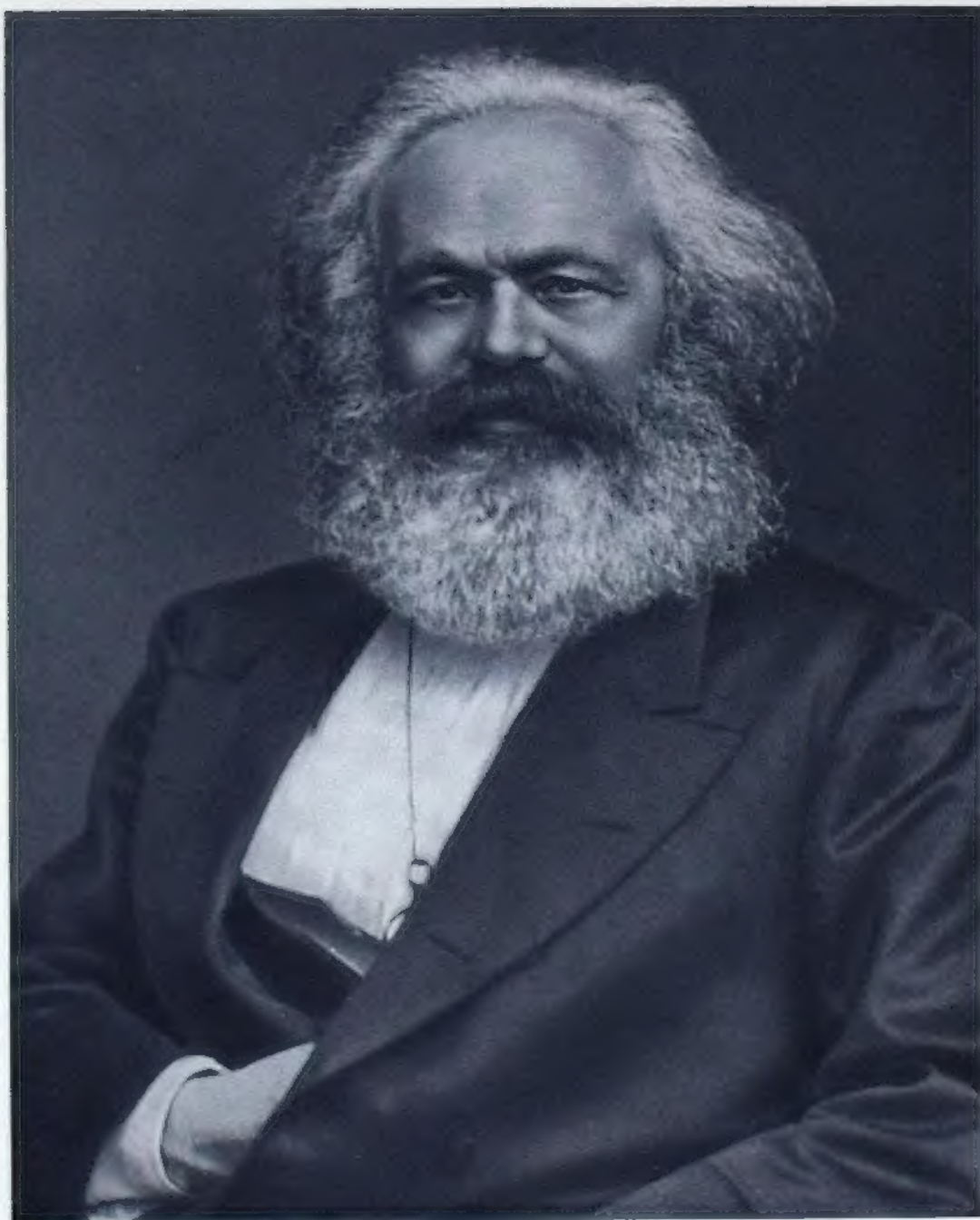
Karl Marx
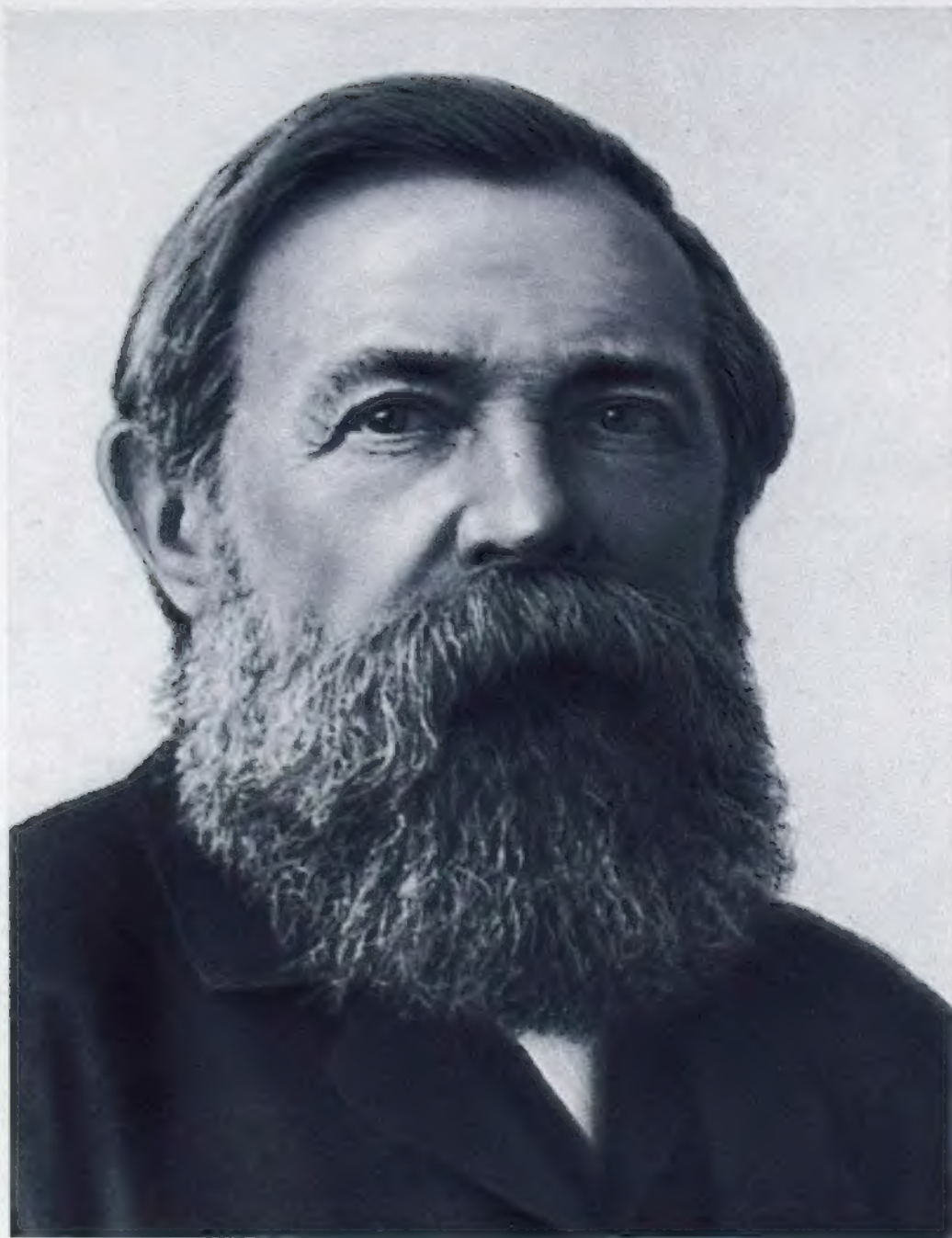
F Engels

مارکس، اینگلس

خاندان مقدسه

(اقتباس)

یه دیکھ لینے کے لئے کسی تیزفہمی کی ضرورت نہیں ہے کہ لوگوں کی ازلی نیکی کے رجحانات اور ان کی یکساں دانشورانہ خوبیوں، تجربے، عادات اور تعلیم کی ہمہ گیر قدرت، اور انسان پر خارجی ماحول کے اثر، صنعت کی زبردست اہمیت، زندگی سے لطف اندوز ہونے کے جواز وغیرہ کے بارے میں مادیت کی تعلیمات اور کمیونزم اور سوشلزم کے درمیان ایک لازمی رشتہ موجود ہے۔ اگر انسان اپنے سارے علم، احساس وغیرہ کا کسب دنیا کے حواس سے اور اس میں حاصل کئے ہوئے تجربے سے کرتا ہے، تو تجربی دنیا کی تزئین و ترتیب اس طرح ہونی چاہئے کہ اس میں انسان کا سابقہ اسی سے پڑے اور وہ اسی کا عادی ہوجائے جو حقیقی معنوں میں انسانی ہے اور وہ بحیثیت انسان کے اپنے کو پہچانے۔ اگر صحیح طور سے سمجھا ہوا مفاد سارے اخلاق کا اصول ہے تو انسان کے نجی مفاد کو نوع انسانی کے مفاد سے منطبق کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر مادی معنی میں انسان آزاد نہ ہو یعنی اس کو کسی چیز سے بچنے کی منفی قوت کے ذریعے نہیں بلکہ اپنی سچی انفرادیت مسلط کرنے کی مثبت قوت کے ذریعے اختیار حاصل ہو تو جرم کی سزا انفرادی طور پر نہیں دینی چاہئے بلکہ جرم کے سماج دشمن سرچشمے کو برباد کر دینا چاہئے اور ہر فرد کو اپنے وجود کے حیاتی مظاہر کے لئے ضروری سماجی امکان فراہم ہونا چاہئے۔ اگر انسان کی تشکیل احول سے ہوتی ہے تو ماحول کو انسانی بنانا چاہئے۔ اگر انسان

اپنی خصلت کے اعتبار سے سماجی ہوتا ہے تو وہ اپنی اصل خصلت کی نشوونما سماج ہی میں کرے گا اور اس کی خصلت کی قوت کی پیمائش الگ الگ افراد کی قوت سے نہیں بلکہ سماج کی قوت سے کرنی چاہئے۔

ستمبر — نومبر ۱۸۴۴ء میں
لکھا گیا۔

اینگلس

کمیونزم کے اصول

(اقتباسات)

سوال ۱۴: اسے کس قسم کا نیا سماجی نظام ہونا چاہئے؟
جواب: سب سے پہلے تو یہ نیا سماجی نظام صنعت کو اور عموماً پیداوار کی تمام شاخوں کو چلانے کا کام الگ افراد کے ہاتھوں سے لے لیگا جو آپس میں مقابلہ بازیاں کرتے ہیں اور ان کے بجائے بحیثیت مجموعی سماج کی جانب سے وہ پیداوار کی ان تمام شاخوں کو خود چلائے گا، یعنی وہ سماج کے مفاد کے لئے ایک منصوبے کے مطابق اور سماج کے تمام ارکان کی شرکت کے ساتھ چلائی جائیں گی۔ اس طرح وہ مقابلہ بازی کو ختم کر کے اس کو اشتراک عمل میں بدل دیگا۔ چونکہ افراد کے ہاتھوں صنعت کے چلائے جانے کا لازمی نتیجہ نجی ملکیت ہوتا ہے اور چونکہ مقابلہ بازی سوائے اس انداز کے اور کچھ نہیں ہے جس سے الگ، الگ نجی مالکان صنعت کو چلاتے ہیں، اس لئے نجی ملکیت کو انفرادی صنعت کاری سے اور مقابلہ بازی سے علحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ نجی ملکیت کو بھی ختم کرنا پڑے گا اور اس کی جگہ پیداوار کے تمام ذرائع کا استعمال مشترک ہوگا اور تمام اشیائے پیداوار کی تقسیم مشترک سمجھوتے سے ہوگی یعنی مشترک ملکیت ہو جائیگی۔ نجی ملکیت کا خاتمہ پورے سماجی نظام کی تشکیل نو کا سب سے زیادہ مختصر و جامع اور تعمیمی اظہار ہے جو صنعتی ترقی کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے اور اسی لئے کمیونسٹ اس کو اپنے خاص مطالبے کی حیثیت سے پیش کرنے میں قطعی حق بجانب ہیں کہ نجی ملکیت کو ختم کر دیا جائے۔

. . . .

سوال ۲۰: نجی‌ملکیت کے حتمی طور پر خاتمے کے نتائج کیا ہوں گے؟

جواب: تمام پیداواری قوتوں اور ذرائع آمد و رفت کے استعمال سے، نیز اشیائے پیداوار کے تبادلے اور تقسیم سے سماج کے ہاتھوں نجی سرمایہ‌داروں کی بے‌دخلی، اور مہیا ذرائع اور بحیثیت مجموعی سماجی ضرورتوں پر مبنی ایک منصوبے کے مطابق ان کا انتظام وانصرام سب سے پہلے تو ان تمام برے نتائج کا خاتمہ کردےگا جو آجکل بڑے پیمانے کی صنعت کے نظام سے پیدا ہوتے ہیں۔ بحرانوں کا وجود باقی نہیں رہیگا۔ توسیع شدہ پیداوار جو سماج کے موجودہ نظام کے تحت فاضل پیداوار کا باعث ہوا کرتی ہے اور غریبی کا زبردست سبب ہے، پھر کافی بھی نہیں ہوگی اور اس کو کہیں زیادہ بڑے پیمانے پر توسیع دینی پڑےگی۔ اپنے پیچھے پیچھے مصیبت لانے کے بجائے، پیداوار کی فراوانی، سماج کی فوری ضرورتوں سے زیادہ پیداوار، سب کی ضرورتیں پوری کرےگی، نئی ضرورتیں پیدا کرےگی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی تسکین کے لئے نئے نئے ذرائع بھی۔ وہ مزید ترقی کی شرط اور مہمیز بن‌جائیگی اور اب تک جیسا ہوتا آیا ہے اس کے برعکس سارے سماجی نظام میں متواتر ابتری اور گڑبڑ پیدا کئے بغیر ترقی کی منزلیں طے کریگی۔ بڑے پیمانے کی صنعت نجی ملکیت کے جوئے سے نجات حاصل کرتے ہی اس پیمانے پر نشو و نما حاصل کرےگی کہ اس کے سامنے ارتقا کی موجودہ سطح اس قدر حقیر نظر آنے لگےگی جیسے ہمارے زمانے کی بڑے پیمانے کی صنعت کے مقابلے میں کارخانہ‌داری نظر آتی ہے۔ صنعت کی یہ نشو و نما اور ترقی سماج کو اتنی مقدار میں مال و اسباب فراہم کرےگی جو سب کی ضرورتیں پوری کرنے کو کافی ہوگی۔ زراعت بھی، جس کی راہ میں نجی ملکیت کا دباؤ اور زمین کی تقسیم کی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں، جو مہیا اصلاحوں اور سائنسی دریافتوں سے استفادہ نہیں کرسکتی، نئی پیش‌قدمی کرےگی اور سماج کو ڈھیروں چیزیں مہیا کیا کرےگی۔ چنانچہ سماج اس امر کے لئے کافی مال پیدا کریگا کہ ایسی تقسیم کا اہتمام ہو جائے جس سے اراکین کی ضرورتوں کی تسکین ہوسکے۔ اس طرح سے مختلف نوعیت کے دشمن طبقوں میں سماج کی تقسیم کی ضرورت باقی نہیں رہیگی۔ اور نہ صرف یہ بلکہ

نئے سماجی نظام سے اس کی مطابقت تک باقی نہیں رہیگی۔ محنت کی تقسیم کے ذریعے طبقے وجود میں آئے تھے، اور اب تک محنت کی تقسیم کی جو شکل تھی وہ قطعی طور پر غائب ہو جائیگی۔ صرف مشینی اور کیمیاوی امدادی وسائل ہی صنعتی اور زراعتی پیداوار کو مذکورہ بلندیوں تک پہنچانے کے لئے کافی نہیں ہوتے۔ ان امدادی وسائل کو حرکت میں لانےوالے لوگوں کی صلاحیتوں کو بھی اسی طرح، اسی مطابقت سے نشو ونما دینی چاہئے جس طرح کہ پچھلی صدی میں جب کسانوں اور کارخانہداری کے مزدوروں کو بڑے پیمانے کی صنعت میں لایا گیا تو انھیں اپنی پوری طرز زندگی بدلنی پڑی اور اپنے آپ کو قطعی مختلف بنا لینا پڑا۔ عین اسی طرح سے جب بحیثیت مجموعی سماج کے ذریعے پیداوار کا مشترکہ انتظام شروع ہوگا اور اس کے نتیجے میں پیداوار کی نئی نشو و نما ہوگی تو اس کو قطعی مختلف لوگوں کی اور ان کو نئے سانچوں میں ڈھالنے کی ضرورت ہوگی۔ آجکل جبکہ ہر فرد پیداوار کی ایک شاخ کے لئے مقرر ہے، اس کے ساتھ زنجیر سے بندھا ہوا ہے، اس کے استحصال کا نشانہ ہے، جن میں سے ہر ایک نے اپنی دوسری تمام صلاحیتوں کو قربان کرکے صرف ایک کو نشو و نما دی ہے، صرف ایک شاخ کا یا بحیثیت مجموعی پوری پیداوار کے کسی شاخ کے صرف ایک حصے کا اس کو علم ہے، ایسے سب لوگ پیداوار کا مشترکہ انتظام و انصرام نہیں کرسکتے۔ عصر حاضرہ تک کی صنعت ایسے لوگوں کو دن بدن زیادہ غیرمفید پاتی ہے۔ ایسی صنعت جسے بحیثیت مجموعی سماج مشترکہ طور پر اور منصوبے کے مطابق چلا رہا ہو ایسے لوگوں کی موجودگی کو امرمسلمہ تصور کر لیتی ہے جن کی صلاحیتوں نے ہمہ گیر نشو و نما حاصل کی ہو، جو پیداوار کے پورے نظام کا جائزہ لینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس کے نتیجے میں وہ تقسیم محنت جس کی جڑیں مشینی نظام نے آج بھی کھوکھلی کر رکھی ہیں، جو ایک آدمی کو کسان، دوسرے کو موچی، تیسرے کو فیکٹری کا مزدور، چوتھے کو سٹہ کھیلنے والا بنا دیتی ہے، اس طرح قطعی طور پر غائب ہوجائےگی۔ نوجوانوں میں تعلیم جلدی ہی یہ اہلیت پیدا کردےگی کہ وہ پیداوار کے پورے نظام کے تجربے سے روشناس ہوجائیں، وہ ان میں اس بات کی اہلیت پیدا

کر دے گی کہ وہ سماجی ضرورتوں کے مطابق یا اپنی طبیعت کے رجحان کے مطابق صنعت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ میں منتقل ہو جائیں۔ اس لئے تعلیم نشو و نما کی اس یک رخی کا خاتمہ کردے گی جو موجودہ تقسیم محنت نے سب پر مسلط کر رکھی ہے۔ اس طرح، کمیونسٹ طریقے پر منظم کیا ہوا سماج، اپنے اراکین کو اس کا موقع فراہم کر سکیگا کہ وہ ہر پہلو سے ترقی یافتہ صلاحیتوں کو جامع طریقے سے کام میں لاسکیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مختلف طبقے ضرورتاً مٹ جائیں گے۔ چنانچہ کمیونسٹ طریقے سے منظم کیا ہوا سماج ایک طرف تو طبقوں کے وجود سے بے آہنگ ہوتا ہے اور دوسری طرف خود اس سماج کی ترکیب و ترتیب ہی ان طبقاتی امتیازات کو مٹانے کے وسائل فراہم کردیتی ہے۔

اس سب سے نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ شہر اور گاؤں کا تضاد بھی اسی طرح غائب ہوجائیگا۔ دو مختلف طبقوں کے بجائے اگر وہی لوگ زراعتی اور صنعتی پیداوار حاصل کریں تو یہ بات خالص مادی اسباب کی بنا پر بھی کمیونسٹ وضع کے اشتراک کی لازمی شرط ہے۔ زراعت پیشہ آبادی کا سارے ملک میں بکھرا ہونا اور اسی کے پہلو بہ پہلو بڑے شہروں میں صنعتی آبادی کی بھیڑ بھاڑ، ایک ایسی کیفیت ہے جو زراعت اور صنعت کی غیرترقی یافتہ منزل کےلئے مناسب ہے اور ہر وضع کی مزید نشو و نما اور ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے جو آج بھی اپنا احساس بہت زور سے کرا رہی ہے۔

سماج کے تمام ارکان کی اس غرض سے عام انجمن آرائی ہو کہ پیداواری قوتوں کا مشترکہ طور پر اور بامنصوبہ طریقے سے استحصال کیا جائے، پیداوار کی اس درجے توسیع ہو کہ جب وہ سب کی ضرورتیں پوری کرنے کو کافی ہو، ایسے حالات ختم ہو جائیں جبکہ کچھ کی ضرورتوں کی تسکین دوسروں کو قربان کرکے ہوتی ہو، طبقوں اور ان کے تضادات کا یکسر خاتمہ کر دیا جائے، اب تک محنت کی جو تقسیم جاری و ساری تھی اس کے خاتمے کے ذریعے، صنعتی تعلیم کے ذریعے، سرگرمیوں میں تبدیلی کے ذریعے، سب کی پیدا کی ہوئی نعمتوں میں سب کی شرکت کے ذریعے، شہر اور گاؤں کے آپس میں گھل مل جانے کے ذریعے سماج کے تمام اراکین کی صلاحیتوں کی ہمہ گیر نشو و نما ہونے لگے — یہ ہیں وہ خاص

خاص نتائج جن کی نجی ملکیت کے خاتمے سے توقع کی جا سکتی ہے۔
سوال ۲۱ : سماج کا کمیونسٹ طرز کا نظام کنبے پر کیا اثر ڈالے گا؟

جواب : جنسوں کے درمیان تعلقات کو یہ خالص ذاتی معاملہ بنا دیگا جس کا محض متعلقہ افراد سے ہی واسطہ ہوگا اور جس میں سماج کی مداخلت کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ اس کا امکان نجی ملکیت کے خاتمے اور بچوں کی سماجی تربیت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں نجی ملکیت سے متعلق موجودہ شادی بیاہ کی دونوں بنیادیں ڈھے جاتی ہیں یعنی نجی ملکیت سے مشروط شوہر پر بیوی کا انحصار اور بچوں کا والدین پر انحصار۔ یہ ہے جواب اس شور کا جو ٹٹ پونجیئے مصلحین اخلاق بیویوں کی کمیونسٹی اجتماعیت کے بارے میں مچا رہے ہیں۔ بیویوں کا مشترک بنانا سراسر بورژوا سماج سے وابستہ ہے جو عصمت فروشی کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔ لیکن عصمت فروشی کی جڑیں نجی ملکیت میں پیوست ہیں اور اس کے زوال کے ساتھ وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کمیونسٹ تنظیم عورتوں کو مشترک بنانے کے برعکس اس کا خاتمہ کر دیگی۔

اکتوبر — نومبر ۱۸۴۷ء میں
لکھا گیا۔

مارکس، اینگلس

کمیونسٹ پارٹی کا مینی فسٹو

(اقتباس)

۲ - پرولتاریہ اور کمیونسٹ

بحیثیت مجموعی پرولتاریوں سے کمیونسٹوں کا کیا تعلق ہے؟

مزدور طبقے کی دوسری پارٹیوں کے خلاف کمیونسٹ کوئی الگ پارٹی نہیں بناتے۔

بحیثیت مجموعی پرولتاری طبقے کے مفاد کے سوا اور اس سے جدا ان کا کوئی مفاد نہیں ہوتا۔

وہ اپنے فرقہ‌پرور اصول قائم نہیں کرتے، جن کے تحت وہ مزدور تحریک کو گھیر کر لانا چاہتے ہوں۔

کمیونسٹوں کا امتیاز مزدور طبقے کی دوسری پارٹیوں سے صرف یہ ہے کہ (۱) مختلف ملکوں کے مزدوروں کی قومی جدوجہد میں وہ بلا امتیاز قومیت پورے مزدور طبقے کے مشترک مفادات پر زور دیتے اور ان کو نمایاں کرتے ہیں - (۲) بورژوا طبقے کے خلاف مزدور طبقے کی جدوجہد اپنی نشو و نما کے جن مرحلوں سے گزرتی ہے ان میں وہ ہر جگہ اور ہمیشہ بحیثیت مجموعی پوری تحریک کے مفاد کی ترجمانی کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک طرف جہاں تک عمل کا تعلق ہے، کمیونسٹ تمام ملکوں کی مزدور پارٹیوں میں پیش پیش اور ثابت قدم ہوتے ہیں، اور تحریک کو ہمیشہ آگے بڑھاتے ہیں۔ دوسری طرف جہاں تک نظریے کا تعلق ہے، عام مزدوروں پر ان کو فوقیت یہ ہے کہ وہ مزدور تحریک کا آگے بڑھنے کا راستہ پہچانتے ہیں، اس کے حالات اور عام نتیجوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

1—2795

کمیونسٹوں کا فوری مقصد وهی هے جو مزدوروں کی سبھی دوسری پارٹیوں کا، یعنی یه که پرولتاریه کی ایک طبقے میں تشکیل هو، بورژوا طبقے کا غلبه ختم کیا جائے اور پرولتاریه سیاسی اقتدار حاصل کرے۔

کمیونسٹوں کے نظریاتی نتیجے هرگز ایسے خیالات یا اصولوں پر مبنی نهیں هیں جنهیں کسی عالم گیر اصلاح کا خواب دیکھنے والے مصلح نے کھوج نکالا هو یا جو اس کے دماغ کی اپج هوں۔

وه تو فقط ان حقیقی تعلقات کو عام الفاظ میں پیش کرتے هیں جو موجوده طبقاتی جدوجهد سے پیدا هوتے هیں، ایک ایسی تاریخی تحریک سے، جو هماری آنکھوں کے سامنے جاری هے۔ ملکیت کے مروجه تعلقات کو مٹانا کمیونزم کی کوئی امتیازی صفت نهیں هے۔

گذشته زمانے میں تاریخی حالات کے بدلنے پر ملکیت کے سارے تعلقات میں برابر تاریخی ردوبدل هوتا رها هے۔

مثلاً انقلاب فرانس نے بورژوا ملکیت کے حق میں جاگیردارانه ملکیت کو مٹا دیا۔

کمیونزم کی امتیازی صفت عام طور پر ملکیت کو نهیں بلکه بورژوا ملکیت کو مٹانا هے۔

لیکن جدید بورژوا نجی ملکیت مال کو پیدا کرنے اور تصرف میں لانے کے اس نظام کا آخری اور سب سے مکمل اظهار هے جو طبقاتی اختلافات اور چند لوگوں کے هاتھوں اکثریت کے استحصال پر مبنی هے۔

ان معنوں میں مختصر لفظوں میں کها جا سکتا هے که کمیونسٹوں کا نظریهِ نجی ملکیت کو مٹانا هے۔

هم کمیونسٹوں پر الزام هے که هم انسان کی نجی محنت سے ذاتی ملکیت حاصل کرنے کا حق چھین لینا چاهتے هیں، حالانکه کها جاتا هے که یهی ملکیت تمام شخصی آزادی، سرگرمی اور خودمختاری کی بنیاد هے۔

گاڑھے پسینے کی کمائی، اپنے دست وبازو سے پیدا کی هوئی ملکیت! کیا آپ کی مراد چھوٹے دست کار اور چھوٹے کسان کی ملکیت سے هے، جو بورژوا ملکیت سے پهلے ملکیت کی صورت تھی؟ اسے

مٹانے کی کوئی ضرورت نہیں - صنعت کی ترقی بڑی حد تک اسے مٹا چکی ہے اور آئے دن مٹاتی جاتی ہے -

یا شاید آپ کی مراد جدید بورژوا نجی ملکیت سے ہے؟

لیکن کیا اجرتی محنت نے، مزدور کی محنت نے اس کے لئے کوئی ملکیت پیدا کی ہے؟ بالکل نہیں - اس سے صرف سرمایہ پیدا ہوتا ہے، اور یہ وہ ملکیت ہے جو اجرتی محنت کا استحصال کرتی ہے اور جس کے بڑھنے کی واحد شرط یہ ہے کہ مزید استحصال کے لئے اجرتی محنت برابر مہیا ہوتی رہے - یہ ملکیت اپنی موجودہ صورت میں سرمایہ اور اجرتی محنت کے تصادم پر مبنی ہے - آئیے ہم اس تصادم کے دونوں پہلوؤں پر غور کریں -

سرمایہ‌دار ہونے کا مطلب پیداوار میں محض ذاتی نہیں بلکہ سماجی حیثیت کا مالک ہونا ہے - سرمایہ اجتماعی پیداوار ہے اور بہت سے آدمیوں کی متحدہ کوششوں سے بلکہ آخر تک نگاہ دوڑائیے تو سماج کے تمام اراکین کی متحدہ کوششوں سے ہی اسے حرکت میں لایا جا سکتا ہے -

اس لئے سرمایہ کوئی ذاتی نہیں بلکہ سماجی طاقت ہے -

لہذا سرمایہ کو جب مشترکہ ملکیت یعنی سماج کے تمام اراکین کی ملکیت بنایا جاتا ہے تو اس سے ذاتی ملکیت سماجی ملکیت میں نہیں بدلتی، صرف ملکیت کی سماجی حیثیت بدل جاتی ہے - اس کی طبقاتی حیثیت ختم ہو جاتی ہے -

اب ہم اجرتی محنت پر نظر ڈالیں -

اجرتی محنت کی اوسط قیمت کم سے کم اجرت ہی ہے اور اس میں معاش کی صرف اتنی ہی مقدار شامل ہے جو مزدور کو مزدور بنا کر کسی طرح زندہ رکھنے کےلئے قطعی ضروری ہے - چنانچہ اجرت پر کام کرنےوالا مزدور اپنی محنت کے ذریعہ جو کچھ تصرف میں لاتا ہے وہ محض اسے زندہ رکھنے کےلئے کافی ہوتا ہے - ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ محنت کی پیداوار کو ذاتی تصرف میں لانے کا یہ سلسلہ بند کر دیں - اس تصرف کا مقصد زندگی کو قائم رکھنا ہے - اور اس میں فاضل کچھ بچتا ہی نہیں جس کے بل پر دوسروں کی محنت قابو میں لائی جا سکے - ہم مٹانا چاہتے ہیں محض اس تصرف کی ناگفتہ‌بہ حالت کو جس کے تحت مزدور زندہ

رهتا ہے فقط سرمایه کو بڑھانے کےلئے، اور اس کو زنده اسی وقت تک رهنے دیا جاتا ہے جب تک حکمراں طبقے کے مفاد کو اس کی ضرورت هوتی ہے۔

بورژوا سماج میں زنده محنت محض ایک ذریعه ہے جمع کی هوئی محنت کو بڑھانے کا۔ کمیونسٹ سماج میں جمع کی هوئی محنت ایک ذریعه هوگی جس سے مزدور کی زندگی میں نئی وسعتیں پیدا کی جائیں‌گی، اسے زیاده پرمسرت بنایا جائےگا اور ترقی دی جائےگی۔

مختصر یه که بورژوا سماج میں حال پر ماضی حاوی ہے۔ کمیونسٹ سماج میں ماضی پر حال حاوی هوگا۔ بورژوا سماج میں سرمایه آزاد ہےاور اس کی اپنی انفرادی هستی ہے۔ یہاں محنت کش انسان محکوم ہے، اس کی کوئی هستی نہیں۔

اور اس صورت حال کا مٹ جانا، بورژوا طبقے کی زبان میں، انفرادیت اور آزادی کا مٹ جانا ہے! اور بات ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں که همارا مقصد بورژوا انفرادیت، بورژوا خودمختاری اور بورژوا آزادی کو مٹادینا ہے۔

پیداوار کی موجوده بورژوا حالتوں میں آزادی کا مطلب ہے تجارت کی آزادی، بیچنے اور خریدنے کی آزادی۔

لیکن اگر خرید و فروخت نه رہے تو خریدوفروخت کی آزادی بھی نہیں رہےگی۔ خریدوفروخت کی آزادی کی یه باتیں اور عموماً آزادی کے بارے میں همارے بورژوا طبقے کے یه تمام ''بڑے بڑے بول،، اگر کوئی معنی رکھتے هیں تو صرف پابند خریدوفرخت اور عہدوسطی کے محکوم تاجروں کے مقابلے میں، مگر کمیونزم کے مقابلے میں، جبکه خریدوفروخت اور تجارت مٹ جائےگی، پیداوار کے بورژوا تعلقات اور خود بورژوا طبقه مٹ جائےگا، یه باتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

آپ حواس باخته هیں که هم نجی ملکیت کو مٹانے کے درپے هیں۔ لیکن آپ کے موجوده سماج میں دس میں نو آدمیوں کےلئے نجی ملکیت پہلے هی مٹ چکی ہے اور تھوڑے سے آدمیوں کےلئے جو ره گئی ہے تو اسی وجه سے که دس میں نو اس سے محروم هیں۔ آپ کے الزام کا مطلب یه ہے که هم ملکیت کی وه صورت مٹا دینا چاهتے هیں جس کے قائم رکھنے کی ضروری شرط هی یه ہے که سماج کی بہت بڑی اکثریت کے پاس کوئی ملکیت نه هو۔

مختصر یہ کہ آپ کو شکایت ہے کہ ہم آپ کی ملکیت مٹا دینا چاہتے ہیں۔ بجا ہے۔ ہمارا بالکل یہی ارادہ ہے۔

جس دن سے محنت کو سرمایہ، زر، یا لگان میں نہیں بدلا جا سکے گا، اسے ایسی سماجی قوت کی شکل نہیں دی جا سکے گی، جسے کوئی اپنا اجارہ بنا سکے، یعنی جس دن سے ذاتی ملکیت بورژوا ملکیت میں، سرمایہ میں تبدیل نہیں ہو سکے گی، اس دن سے آپ کا خیال ہے انفرادیت ناپید ہو جائے گی۔

پھر تو آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ فرد سے آپ کا مطلب ہر شخص نہیں، صرف بورژوا ہے، درمیانی طبقے کا صاحب جائداد شخص۔ اور بلاشبہ اس شخص کو ختم کردینا چاہئے۔

سماج کی پیداوار کو اپنے تصرف میں لانے کے حق سے کمیونزم کسی انسان کو محروم نہیں کرتا۔ وہ انسان کو صرف اس اختیار سے محروم کرنا چاہتا ہے جس کی بدولت وہ اس تصرف کے ذریعہ دوسروں کی محنت کو اپنا غلام بناتا ہے۔

اعتراض کیا جاتا ہے کہ نجی ملکیت کے مٹتے ہی سارے کام کاج بند ہو جائیں گے اور ہر آدمی پر کاہلی سوار ہو جائے گی۔

اس اعتبار سے تو بورژوا سماج کو محض کاہلی کے ہاتھوں آج سے بہت پہلے موت کے گھاٹ اترجانا چاہئے تھا کیونکہ اس سماج میں جو لوگ کام کرتے ہیں، انہیں کچھ نہیں ملتا اور جنہیں ملتا ہے وہ کام نہیں کرتے۔ یہ اعتراض اسی بات کو دوسرے لفظوں میں دھراتا ہے کہ سرمایہ نہیں رہے گا تو اجرتی محنت بھی نہیں رہے گی۔

مادی پیداوار کے کمیونسٹ طریقے اور تصرف کے خلاف یہ تمام اعتراضات اسی طرح سے، ذہنی پیداوار کے کمیونسٹ طریقے اور تصرف کے خلاف بھی پیش کئے گئے ہیں۔ بورژوا کی نظر میں جس طرح طبقاتی ملکیت کا مٹنا سرے سے پیداوار کا مٹ جانا ہے، اسی طرح طبقاتی تہذیب کا مٹ جانا، ان کے خیال میں ساری تہذیب کا مٹ جانا ہے۔

وہ تہذیب، جس کے مٹنے پر وہ آنسو بہاتے ہیں، انسان کی بہت بڑی اکثریت کو محض مشین کی طرح حرکت کرنا سکھاتی ہے۔

بورژوا ملکیت کو مٹانے کی ہماری تجویز کو اگر آپ آزادی،

تہذیب، قانون وغیرہ کے بورژوا تصورات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں تو ہم سے بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں ۔ آپ کے خیالات بجائےخود بورژوا پیداوار اور بورژوا ملکیت کے تعلقات کا نتیجہ ہیں، اسی طرح جیسے آپ کا فلسفہ قانون اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپ کے طبقے کی مرضی کو سب کےلئے قانون بنا دیا گیا اور وہ مرضی ایسی ہے جس کی اصل نوعیت اور میلان آپ کے طبقے کے اقتصادی حالات زندگی سے متعین ہوئے ہیں ۔

یہ خودغرض غلط خیالی جو آپ کو ترغیب دیتی ہے کہ آپ اپنے پیداواری تعلقات اور ملکیت کے رشتوں کو، جو تاریخی ہیں اور پیداوار کی ترقی کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں قدرت اور عقل کے ابدی قوانین میں ڈھالیں، یہ ایسی غلط خیالی ہے جس میں آپ بھی پہلے کے تمام حکمراں اور فنا ہوجانےوالے طبقوں کی طرح مبتلا ہیں ۔ قدیم ملکیت کے سلسلے میں آپ جو کچھ صاف دیکھتے ہیں، جاگیردارانہ ملکیت کے بارے میں آپ جس بات کو مانتے ہیں، وہی باتیں آپ ملکیت کی اپنی بورژوا صورت کے بارے میں ماننے سے معذور ہیں ۔

خاندان کا نام و نشان مٹادیا جائے! بڑے سے بڑے انتہاپسند بھی کمیونسٹوں کی اس شرمناک تجویز پر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں ۔

موجودہ زمانے کا خاندان، بورژوا خاندان آخر کس بنیاد پر قائم ہے؟ سرمایہ پر، ذاتی منافع پر۔ اپنی مکمل ترین صورت میں یہ خاندان صرف بورژوا طبقے میں پایا جاتا ہے ۔ لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ایک طرف مزدور بےخاندان رہنے پر مجبور ہیں اور سربازار عصمت فروشی ہوتی ہے ۔

بورژوا خاندان کا یہ پہلو جب نہیں رہےگا تو وہ خاندان آپ ہی آپ مٹ جائےگا اور سرمایہ کے مٹتے ہی دونوں مٹ جائیں گے ۔

کیا آپ کا الزام ہے کہ ہم ماں باپ کو اپنے بچوں کے استحصال سے روکنا چاہتے ہیں؟ ہم اپنا یہ جرم مانتے ہیں ۔

لیکن آپ کہیں گے کہ ہم سب سے قابل احترام رشتوں کو برباد کرنے کے درپے ہیں، کیونکہ ہم گھریلو تعلیم کی جگہ سماجی تعلیم جاری کرنا چاہتے ہیں ۔

اور آپ کی تعلیم؟ کیا وہ بھی سماجی نہیں؟ کیا وہ بھی ان سماجی حالات سے متعین نہیں ہوتی جن میں آپ وہ تعلیم دیتے ہیں؟

کیا اس میں بھی اسکول وغیرہ کے ذریعہ سماج کی براہ‌راست یا بالواسطہ دست اندازی نہیں ہوتی؟ تعلیم میں سماج کی مداخلت کمیونسٹوں نے ایجاد نہیں کی۔ وہ صرف اس مداخلت کی نوعیت کو بدلنا اور تعلیم کو حکمراں طبقے کے اثر سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔

خاندان اور تعلیم کے بارے میں، ماں باپ اور بچوں کے مقدس رشتے کے بارے میں بورژوا شوروغوغا اسی قدر نفرت‌انگیز ہوتا جاتا ہے جس قدر جدید صنعت کے اثر سے مزدوروں میں تمام خاندانی بندھن ٹوٹتے جاتے ہیں اور ان کے بچے تجارت کی جنس اور محنت کا اوزار بنتے جاتے ہیں۔

لیکن پورا بورژوا طبقہ ایک آواز ہوکر چیخ اٹھتا ہے کہ تم کمیونسٹ تو عورتوں کو بھی ساجھے کی ملکیت بنا دیں گے۔

بورژوا کی نظر میں اس کی بیوی کی حیثیت بھی پیداوار کے ایک آلے سے زیادہ نہیں۔ پھر جب وہ سنتا ہے کہ آلات پیداوار کا استحصال ساجھے میں کیا جائے گا تو قدرتاً اس کے سوا کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا کہ عورتوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ اصل مقصد عورتوں کی اس حیثیت کا خاتمہ کرنا ہے جس میں وہ صرف پیداوار کا آلہ بن کر رہ گئی ہیں۔

پھر اس سے بڑھ کر مضحکہ‌خیز بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارے بورژوا پاک دامنی کے جوش میں عورتوں کی ساجھے داری پر ناک بھوں چڑھائیں اور ظاہر یہ کریں کہ کمیونسٹ کھلے بندوں اور قانوناً اس کو رائج کریں گے۔ کمیونسٹوں کو کیا پڑی ہے کہ عورتوں کی ساجھے داری کو رائج کریں، اس کا رواج تو بہت پرانے زمانے سے چلا آتا ہے۔

زنان بازاری کا تو کہنا ہی کیا، جب اپنے مزدوروں کی بہو بیٹیوں سے بھی جی نہیں بھرتا تو ہمارے بورژوا ایک دوسرے کی بیویوں سے ناجائز تعلق قائم کرکے انتہائی مسرت حاصل کرتے ہیں۔

بورژوا شادی دراصل ساجھے میں بیویاں رکھنے کا دستور ہے اور اس لئے کمیونسٹوں پر بغرض محال بڑے سے بڑا الزام کوئی ہو سکتا ہے تو یہی کہ وہ اس منافقت بھری اور پوشیدہ ساجھے داری کے بدلے عورتوں کی علانیہ قانونی ساجھے‌داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اور اصل حقیقت ظاہر ہے کہ جب موجودہ تعلقات پیداوار مٹینگے تو اس کے ساتھ عورتوں کو ساجھے میں رکھنے کا دستور یعنی بازاری یا خانگی عصمت‌فروشی بھی، جو ان تعلقات کا نتیجہ ہے، مٹ جائے گی۔

پھر کمیونسٹوں پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ وطن اور قومیت کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔

مزدوروں کا کوئی وطن نہیں۔ اور جو ان کے پاس ہے نہیں اسے ان سے کون چھین سکتا ہے؟ مزدور طبقے کو چونکہ سب سے پہلے سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے، ترقی کرکے قوم کا پیش رو طبقہ بننا ہے، بلکہ خود قوم بننا ہے اس لئے اس حد تک وہ خود قومی ہے۔ مگر اس لفظ کا وہ مفہوم نہیں جو بورژوا سمجھتے ہیں۔

بورژوا طبقے کی نشو و نما، تجارت کی آزادی، عالم‌گیر منڈی، طریقۂ پیداوار اور اس سے متعلقہ حالات زندگی دونوں کی یکسانیت روزبروز قومی امتیاز اور اختلافات کو مٹاتی جاتی ہے۔

پرولتاریہ کا اقتدار قائم ہونے پر وہ اور تیزی سے مٹنے لگیں گے۔ پرولتاریہ کی آزادی کی پہلی شرط یہ ہے کہ کم از کم تمام ترقی‌یافتہ مہذب ملک ساتھ مل کر قدم اٹھائیں۔

ایک قوم کے ہاتھوں دوسری قوم کا استحصال اسی نسبت سے ختم ہوگا جس نسبت سے ایک فرد کے ہاتھوں دوسرے فرد کا استحصال۔

جتنی تیزی سے قوم کے اندر طبقوں کا اختلاف دور ہوگا اتنی ہی تیزی سے ایک قوم سے دوسری قوم کی دشمنی دور ہوگی۔

کمیونزم پر مذہبی، فلسفیانہ اور عموماً نظریاتی نقطۂ‌نظر سے جو اعتراض کئے جاتے ہیں، وہ اس قابل نہیں کہ ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

کیا یہ سمجھنے کے لئے غیر معمولی بصیرت کی ضرورت ہے کہ آدمی کی مادی زندگی کی حالتوں، اس کے سماجی رشتوں اور اس کی سماجی زندگی میں جب کبھی تبدیلی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ آدمی کے خیالات، تصورات اور نظرئے، مختصر یہ کہ آدمی کا شعور بدل جاتا ہے؟

خیالات کی تاریخ نے اس کے سوا اور ثابت ہی کیا کیا ہے کہ جس نسبت سے مادی پیداوار میں تبدیلی ہوتی ہے اسی نسبت سے ذہنی پیداوار کی نوعیت بدلتی ہے؟ ہر عہد میں فرماں روائی انہیں خیالات کی رہی جو فرماں روا طبقے کے خیالات تھے۔

لوگ جب ایسے خیالات کا ذکر کرتے ھیں جن سے سماج میں انقلاب آتا ھے تو وہ صرف اس حقیقت کا اظہار کرتے ھیں کہ پرانے سماج کے اندر ایک نئے سماج کے عناصر پیدا کئے گئے ھیں اور پرانے حالات زندگی کے ساتھ ھر ھر قدم پر پرانے خیالات بھی مٹتے جاتے ھیں۔

قدیم دنیا جب آخری ھچکیاں لے رھی تھی اس وقت قدیم مذھبوں پر عیسائیت نے غلبہ پالیا۔ اور اٹھارھویں صدی میں جب عقلی خیالات (۱) کے سامنے عیسائی خیالات نے ھتھیار رکھ دئے، اس وقت جاگیردار سماج اپنے زمانے کے انقلابی بورژوا طبقے سے زندگی کی بازی ھار چکا تھا۔ مذھبی آزادی اور ضمیر کی آزادی کے یہ خیالات صرف یہ ظاھر کر رھے تھے کہ علم کی دنیا میں آزاد مقابلے کا راج قائم ھوچکا ھے۔

کہا جائے گا کہ ''بلاشبہ تاریخی نشو و نما کے دوران میں مذھبی، اخلاقی، فلسفیانہ، سیاسی اور قانونی خیالات وغیرہ میں ترمیم ھوتی رھی ھے۔ لیکن مذھب، اخلاق، فلسفہ، علم سیاست اور قانون ان تبدیلیوں کے باوجود ھمیشہ قائم رھے۔

''پھر ان کے علاوہ کچھ ابدی صداقتیں بھی ھیں جیسے آزادی، انصاف وغیرہ اور یہ سماج کی تمام منزلوں میں مشترک ھیں۔ لیکن کمیونزم تمام ابدی صداقتوں کا منکر ھے۔ وہ سرے سے مذھب اور اخلاق کو مٹا دیتا ھے، یہ نہیں کہ انھیں کسی نئی بنیاد پر مرتب کرتا ھو۔ اور اس لئے کمیونزم تمام پچھلے تاریخی تجربے کے خلاف قدم اٹھارھا ھے۔''

اس الزام کے معنی کیا ھیں؟ تمام پچھلے سماج کی تاریخ، طبقاتی اختلافات کی نشو و نما کی تاریخ ھے۔ ان اختلافات نے مختلف زمانوں میں مختلف صورتیں اختیار کیں۔

لیکن ان کی صورت کچھ بھی رھی ھو، ایک خصوصیت تمام پچھلی صدیوں میں مشترک رھی اور وہ ھے سماج کے ایک حصے کے ھاتھوں دوسرے کا استحصال۔ چنانچہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ پچھلی صدیوں میں سماجی شعور کا، اپنی رنگا رنگی اور گونا گونی کے باوجود بعض مشترک صورتوں، شعور کی صورتوں میں ارتقا ھوتا رھا ھے اور یہ صورتیں اس وقت تک پوری طرح نہیں مٹ سکتیں جب تک کہ خود طبقاتی اختلافات بالکل دور نہ ھو جائیں۔

کمیونسٹ انقلاب ملکیت کے روائتی تعلقات پر سب سے کاری ضرب ہے۔ چنانچہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ اس کی نشو و نما کی لپیٹ میں آکر روائتی خیالات کی جڑیں بھی کٹ جاتی ہیں۔
لیکن اب کمیونزم کے خلاف بورژوا اعتراضوں کا قصہ ختم کیا جائے۔

ہم دیکھ آئے ہیں کہ انقلاب میں مزدور طبقے کا پہلا قدم پرولتاریہ کو حکمراں طبقے کی جگہ پر پہنچانا ہے، جمہوریت کی لڑائی جیتنا ہے۔

پرولتاریہ اپنے سیاسی اقتدار سے کام لے کر، رفتہ رفتہ پورا سرمایہ بورژوا طبقے سے چھین لے گا، پیداوار کے تمام آلات کو ریاست یعنی حکمراں طبقے کی صورت میں منظم پرولتاریہ کے ہاتھوں میں مرکوز کر دےگا اور پھر جتنی تیزی سے ہو سکے تمام پیداواری قوتوں کو ترقی دےگا۔

اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں اس کو عمل میں لانے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ ملکیت کے حقوق اور بورژوا پیداوار کے تعلقات پر جارحانہ حملہ کیا جائے، لہذا ایسی تدبیریں اختیار کی جائیں جو اقتصادی اعتبار سے ناکافی اور ناکارہ معلوم ہوں گی، لیکن جو تحریک کے دوران میں اپنی حدود سے آگے قدم بڑھائیں گی، جن سے پرانے سماجی نظام پر مزید حملوں کی ضرورت پیدا ہوگی اور جو طریقۂ پیداوار کی بالکل کایاپلٹ دینے کےلئے بےحد ضروری ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مختلف ملکوں میں یہ تدبیریں بھی مختلف ہوں گی۔

بہر کیف، سب سے ترقی یافتہ ملکوں میں، مندرجہ‌ذیل تدبیریں بڑی حد تک قابل عمل ثابت ہوں گی:

۱) زمین کے حق ملکیت کو مٹانا اور پورے لگان کو رفاہ عام پر خرچ کرنا۔

۲) زیادہ آمدنی کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہوا ٹیکس لگانا۔

۳) وراثت کے حقوق کو منسوخ کرنا۔

۴) وطن سے فرار ہونےوالوں اور باغیوں کی جائداد ضبط کرنا۔

۵) لین دین کا سارا کاروبار ایک قومی بینک کے ذریعہ، جس

میں ریاست کا سرمایہ اور صرف اسی کا اجارہ ہو، ریاست کے ہاتھوں میں مرکوز کرنا۔

٦) نقل و حرکت اور خبررسانی کے تمام وسیلوں پر ریاست کا مرکزی قبضہ ہونا۔

٧) ریاست کے کارخانوں اور آلات پیداوار کو وسعت دینا۔ ایک مشترکہ منصوبے کے مطابق بنجر زمین کو کاشت میں لانا، اور بالعموم زمین کی زرخیزی میں اضافہ کرنا۔

٨) سب پر کام کرنے کی یکساں ذمہ‌داری ہونا۔ صنعتی فوجیں بنانا، خاص کر زراعت کے لئے۔

٩) زراعت اور صنعت کو ملانا اور ملک میں آبادی کی تقسیم ایسے مساوی انداز میں کرنا کہ رفتہ رفتہ شہر اور دیہات کا فرق جاتا رہے۔

١٠) عام اسکولوں کے ذریعہ تمام بچوں کو مفت تعلیم دینا۔ کارخانوں میں بچوں سے موجودہ شکل میں کام لینے کا رواج بند کرنا۔ تعلیم کو صنعتی پیداوار کے ساتھ ملانا وغیرہ وغیرہ۔

نشو و نما کے دوران جب طبقاتی امتیازات مٹ جائیں گے اور تمام پیداوار پوری قوم کی ایک وسیع سماجی انجمن کے ہاتھوں میں جمع ہو جائے گی، اس وقت اقتدار عامہ کی سیاسی حیثیت جاتی رہے گی۔ سیاسی اقتدار اصل میں ایک طبقے کا دوسرے طبقے پر منظم تشدد ہے۔ پرولتاریہ اگر بورژوا طبقے سے جدوجہد کے دوران حالات سے اس پر مجبور ہوتا ہے کہ ایک طبقے کی حیثیت سے اپنی تنظیم کرے، اگر انقلاب کی بدولت وہ حکمراں طبقہ بنتا ہے اور اس طرح پیداوار کے پرانے تعلقات کو زبردستی ختم کر دیتا ہے تو ان کے ساتھ وہ ان حالتوں کو بھی ختم کر دیتا ہے جن پر طبقاتی اختلافات اور خود طبقات کا وجود منحصر ہے۔ اور اس طرح ایک طبقے کی حیثیت سے خود اپنے اقتدار کو بھی ختم کر دیتا ہے۔

پرانے بورژوا سماج اور اس کے طبقوں اور طبقاتی اختلافوں کے بدلے ایک ایسی انجمن قائم ہوگی جس میں ہر شخص کی آزاد ترقی سبھوں کی آزاد ترقی کی شرط ہوگی۔

دسمبر ١٨٤٧ء سے جنوری
١٨٤٨ء تک لکھا گیا۔

مارکس

گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر

(اقتباسات)

۳ - ''محنت کی نجات کا تقاضا ہے کہ محنت کے ذرائع کو سارے سماج کی مشترکہ ملکیت کی سطح تک بلند کیا جائے اور محنت کے حاصل کی منصفانہ تقسیم کے ساتھ مجموعی محنت کا نظم و ضبط اشتراک باہمی کی نوعیت کا ہو -،،

''محنت کے ذرائع کو سارے سماج کی مشترکہ ملکیت کی سطح تک بلند کرنا،، (!) کیا مطلب ہے؟ غالباً کہنا یہ ہے کہ انہیں ''سارے سماج کی مشترکہ ملکیت میں ڈھال دیا جائے،،۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔

''محنت کا حاصل،، یا آمدنی ہے کیا؟ محنت سے جو پیداوار کی جائے وہ یا اس کی قدر؟ اگر مطلب قدر سے ہے تو کون‌سی؟ حاصل پیداوار کی پوری قدر یا قدر کا صرف اتنا حصہ جو کام میں لگنے والے ذرائع پیداوار کی قدر میں محنت نے آخر میں بڑھایا ہے؟

''محنت کا حاصل،، یا آمدنی ایک ڈھیلا ڈھلا تصور ہے جو لاسال (۲) نے باضابطہ معاشی تصور کی جگہ اختیار کرلیا تھا۔

پھر یہ ''منصفانہ،، تقسیم کیا ہوئی؟

کیا بورژوا یہی دعوی نہیں کرتا کہ موجودہ تقسیم ''منصفانہ،، ہے؟ اور موجودہ طریقۂ پیداوار کو دیکھتے ہوئے کیا واقعی صرف اسی تقسیم کے ''منصفانہ،، ہونے سے کسی کو انکار ہوسکتا ہے؟ کیا معاشی رشتے قانونی تصورات کے پابند ہوتے ہیں؟ یا اس کے برعکس کیا ایسا نہیں ہوتا کہ قانونی رشتے معاشی رشتوں سے پیدا

ہوتے ہوں؟ اور کیا خود مختلف سوشلسٹ فرقہ بندیوں میں اس
''منصفانہ،، تقسیم پر طرح طرح کے خیالات نہیں پائے جاتے؟

''منصفانہ،، تقسیم کا یہاں کیا مطلب ہے، اسے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے پیراگراف کو اس پیراگراف سے ملا کر پڑھاجائے۔ تیسرے پیراگراف کا کہنا ہے کہ ایسا سماج ہو جس میں ''محنت کے ذرائع سماج کی مشترکہ ملکیت ہوں اور مجموعی محنت کا نظم و ضبط اشتراک باہمی کی نوعیت کا ہو،، اور پہلے پیراگراف میں ہم دیکھتے ہیں کہ ''محنت کا حاصل بھی کٹوتی کے بغیر اور برابر کے حق سے سماج کے سب اراکین کو پہنچتا ہے۔،،

''سماج کے سب اراکین کو پہنچتا ہے،،؟ ان کو بھی جو کام نہیں کرتے؟ تو پھر ''محنت کا حاصل کٹوتی کے بغیر،، کہاں رہا؟ اور اگر صرف کام کرنےوالوں کو؟ تو پھر سماج کے سب اراکین کا ''برابر کا حق،، کدھر گیا؟

پتہ چلا کہ ''سماج کے سب اراکین،، اور ''برابر کا حق،، یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کمیونسٹ سماج میں ہر ایک محنت کرنےوالے کو لاسال کا بیان کردہ ''کٹوتی کے بغیر محنت کا حاصل،، وصول ہونا چاہئے۔

اور اگر ہم ''محنت کا حاصل،، کا یہ مطلب نکالیں کہ محنت سے تیار کیا ہوا سامان، تو مل جل کر کی ہوئی محنت کا حاصل وہ ہوا جو سماج کی ساری کی ساری پیداوار ہے۔

اس ساری پیداوار میں سے

اول تو وہ حصہ منہا کردیں جو کھپے ہوئے ذرائع پیداوار کی کمی پوری کرنے کو رکھا جاتا ہے؛

دوسرے وہ حصہ نکال دیں جو پیداوار کو اور پھیلانے کے لئے اوپر سے لگایا جاتا ہے؛

تیسرے وہ ذخیرہ جو حادثات، قدرتی آفات کے باعث پیدا ہونےوالی گڑبڑ وغیرہ میں کام آنے کےلئے محفوظ یا بطور احتیاط رکھا جاتا ہے۔

''کٹوتی کے بغیر محنت کے حاصل،، میں سے یہ سب حصے نکالنا ایک اقتصادی مجبوری ہے اور ان کی کمی‌بیشی منحصر ہے اس پر کہ ذرائع اور قوتیں کیسی ہیں اور کسی حد تک قیاس

اور تخمینے سے کام لیا جاتا ہے لیکن کسی صورت میں بھی انصاف کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اب باقی بچتا ہے ساری پیداوار کا دوسرا حصہ، جو کھپت کے کام آتا ہے۔

اس بچے ہوئے حصے کو الگ الگ افراد میں بانٹنے سے پہلے، پھر ہمیں تین مدوں کا حق نکالنا ہوگا:

اول تو انتظامیہ کے وہ خرچے، جنھیں پیداوار کے عمل سے براہ‌راست کوئی واسطہ نہیں۔

آج کے سماج میں اس مد پر جتنا خرچ ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں تو شروع سے ہی بہت کم ہوجائے گا، اور نئے سماج کے بڑھنے کی رفتار کے ساتھ برابر کم ہوتا چلا جائیگا۔

دوسرے وہ جو ضروریات کی مشترکہ طلب پوری کرنے پر لگتا ہے، مثلاً اسکول، صحت عامہ کی خدمات، وغیرہ۔

آج کے سماج میں اس مد پر جتنا خرچ ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں تو شروع سے ہی زیادہ ہوجائے گا اور نئے سماج کے بڑھنے کی رفتار کے ساتھ وہ بھی برابر بڑھتا جائے گا۔

تیسرے وہ فنڈ جو محنت سے معذور لوگوں اور دوسروں کے لئے الگ کیا جاتا ہے — مختصر یہ کہ وہ جسے آجکل غریبوں کی سرکاری امداد کے نام سے الگ کرتے ہیں۔

یہ سب حصے نکال چکنے کے بعد ہم کہیں اس ''تقسیم،، پر آتے ہیں جسے گوتھا پروگرام نے لاسال کے اثر میں اتنے تنگ دائرے میں پیش نظر رکھا ہے، یعنی کھپت کا وہ حصہ جس میں امداد باھمی کی انجمن کے کام کرنے‌والے اپنا حصہ بٹائیں‌گے۔

''کٹوتی کے بغیر محنت کا حاصل،، یوں چپ‌چاپ ''کٹتا،، چلاگیا، البتہ یہ ہوا کہ پیداوار کرنے‌والے کو بحیثیت ایک فرد کے جو کچھ اپنے حق میں سے کٹوانا پڑا، وہ سماج کے ایک رکن کی حیثیت سے اسی کے حق میں براہ‌راست یا بالواسطہ استعمال بھی ہوگیا۔

جس طرح ''کٹوتی کے بغیر محنت کا حاصل،، والا جملہ غائب ہوگیا، اسی طرح اب ''محنت کا حاصل،، بھی کافور ہوتا ہے۔

اس سماج میں، جس کی بنیاد امداد باهمی پر هو، ذرائع پیداوار کی مشترکه ملکیت پر هو، پیداوار کرنےوالے اپنے سامان کا باهمی تبادله نهیں کیا کرتے؛ سامان کی تیاری میں جو محنت لگی هے وه یهاں اس کی قدر کی حیثیت میں نهیں ابھرنے پاتی، نه وه اس سامان کی خصوصیات یا خوبی کے اندر پوشیده هوتی هے۔ وجه اس کی یه هے که سرمایهداری سماج کے ڈھنگ پر انفرادی محنت بالراست جو حیثیت رکھتی تھی، اب اس کے برخلاف مجموعی محنت کا براه راست ایک جزو بن‌جاتی هے۔ یوں لفظ ''محنت کا حاصل،، جو آجکل بھی اپنے مبهم معنی کی بنا پر قابل اعتراض هے بالکل بےمعنی هوکر ره جاتا هے۔

جس کمیونسٹ سماج سے همارا واسطه پڑتا هے، وه خود اپنی بنیاد پر نهیں اٹھا، بلکه اس کے برخلاف ایسا کمیونسٹ سماج هے جو سرمایهداری سماج میں سے ابھرا هے اور اس لئے هر معاملے میں، چاهے وه معاشی هو، اخلاقی یا ذهنی، بهرحال اسی پرانے سماج کے پیدائشی نشان ره جاتے هیں جس کی کوکھ سے اس نے جنم لیا هے۔ اس کے مطابق هوگا یه، که پیداوار کرنے والے ایک ایک آدمی کو سماج سے سب کٹوتیوں کے بعد جو کچھ وصول هونا هے وه اتنا هی هے جتنا وه خود سماج کو دیتا هے۔ اس کی اپنی انفرادی محنت سماج میں اس کا حصه هے۔ مثال کے طور پر، سماجی محنت کا ایک دن وه مقدار هے جس میں انفرادی محنت کے سارے گھنٹے یکجا هوتے هیں۔ پیداوار کرنےوالے هر فرد نے الگ الگ جو وقت‌محنت کھپایا وه سماجی محنت کے ایک دن میں اس کی شرکت یا اس کا لگایا هوا حصه هے۔ سماج اس کو رسید دیتا هے که اس شخص نے محنت کی اتنی مقدار کھپائی هے (مشترکه فنڈ کا حصه اس میں سے منها کر دیا جاتا هے)۔ اس رسید کے مطابق سماجی ذخیروں میں سے کھپت کا اس قدر سامان وصول پاتا هے جس کی تیاری میں اتنی هی محنت لگی هوئی هوتی هے۔ محنت کی اتنی هی مقدار، جو اس نے ایک شکل میں سماج کو دی تھی، دوسری شکل میں اسے وصول هوجاتی هے۔

ظاهر بات هے که یهاں بھی وهی اصول کارفرما هے جو اشیائے تجارت کے تبادلے پر حاوی هوتا هے۔ وجه یه که یهاں بھی برابر

کی قدروں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ یہاں واقعے کا ظاہر و باطن بدل گیا کیوں کہ بدلے ہوئے حالات میں کوئی شخص بھی سوائے اپنی محنت کے کچھ نہیں دے سکتا، اور افراد کی ذاتی ملکیت میں سوائے ذاتی کھپت کے سامان کے اور کچھ نہیں آسکتا۔ مگر پیداوار کرنےوالے افراد میں جہاں تک کھپت کے سامان کی تقسیم کا سوال ہے، تو یہاں بھی وہی اصول کارفرما ہوگا جو برابر مالیت‌والی اشیائے تجارت کے تبادلے میں ہوتا آیا تھا کہ: کسی ایک شکل میں محنت کی ایک مقررہ مقدار کسی دوسری شکل میں محنت کی اتنی ہی مقدار سے بدلی جائے۔

چنانچہ برابر کا حق یہاں اصولی طور پر وہی بورژوائی حق رہتا ہے، اگرچہ اب اصول اور عمل کا وہ ٹکراؤ نہیں رہتا، جب کہ اشیائے تجارت کے تبادلے والی صورت میں برابر کی مالیت کا تبادلہ الگ الگ نہیں، بلکہ اوسط میں پڑتا تھا۔

ترقی ضرور ہوئی لیکن اس کے باوجود برابر کا حق ایک حیثیت سے بورژوائی حدبندی کا پابند ہی رہا۔ پیداوار کرنےوالے کو اس کی محنت کے تناسب سے حق ملا؛ برابری صرف اس بات میں رہی کہ سب کا پیمانہ برابر کا ہے، یعنی محنت۔

مگر ایک شخص جسمانی یا ذہنی طور پر دوسرے سے بہتر ہے، چنانچہ یا تو اتنے ہی وقت میں زیادہ محنت دیتا ہے، یا زیادہ وقت تک محنت کرنے کے قابل ہے۔ اور محنت ہی چوں کہ ایک پیمانہ ہے تو وہ پھیلاؤ یا گہرائی میں سب کےلئے یکساں ہونی چاہئے ورنہ وہ پیمائش کے کام نہیں آسکتی۔ اس لئے یہ جو برابر کا حق تھا، نابرابر محنت کےلئے نابرابری کا حق ٹھیرا۔ یہ حق طبقوں کی اونچ نیچ کو نہیں مانتا کیوں کہ اس کے سامنے ہر شخص کی حیثیت اوروں کی طرح کام کرنےوالے کی ہے، لیکن خاموشی سے ایک فرق کو مانتا ہے کہ آدمی کی لیاقت ایک سی نہیں ہوتی، نتیجہ یہ کہ کام کی صلاحیت میں اونچ نیچ ہونا قدرتی بات ہے۔ اس لئے اندر سے وہ نابرابری کا حق ہے جیسے کہ اور حق ہوتے ہیں۔ اپنی فطرت سے حق صرف اسی میں ہے کہ سب کےلئے ایک پیمانہ اختیار کیا جائے۔ لیکن افراد برابر نہ ہونے پر (اگر وہ نابرابر نہ

ہوتے تو ایک دوسرے سے مختلف ہی کیوں ہوتے) سب کو ایک پیمانے سے تبھی ناپا جا سکتا ہے جب انہیں صرف ایک نقطۂ نظر سے دیکھا جائے، ان پر کسی ایک خاص پہلو سے ہی نظر ڈالی جائے، مثلاً مسئلہ زیربحث میں انہیں صرف محنت کرنے والے کی حیثیت سے دیکھا جائے، اس کے علاوہ کوئی اور حیثیت نظر میں نہ ہو، باقی تمام صفات نظرانداز کردی جائیں ۔ آگے چلیے: ایک شادی‌شدہ ہے، دوسرا نہیں ہے، ایک کے زیادہ بچے ہیں، دوسرے کے کم، وغیرہ وغیرہ ۔ برابر کی محنت کرنے پر، یا یوں کہہ لیجئے کہ سماجی ضروریات کے فنڈ میں سے برابر کا حصہ پانے پر دراصل ایک کو زیادہ ملتا ہے، دوسرے کو اس سے کم، یعنی ایک کی مالی حالت دوسرے سے بہتر رہتی ہے ۔ اسی پر اور قیاس کرلیجئے ۔ ان تمام الجھنوں سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ حق برابر ہونے کے بجائے نابرابر رہنا چاہئے ۔

کمیونسٹ سماج کے پہلے دور میں اس حالت میں جب وہ سرمایہ‌داری سماج کے دردزہ کی مصیبت دیر تک بھگتنے کے بعد جنم لے گا، ان خامیوں سے مفر نہیں ہے ۔ حق ایسی چیز نہیں ہے جو معاشی نظام سے اور اس نظام کے لائے ہوئے سماج کی تہذیبی ترقی سے بالاتر ہو ۔

کمیونسٹ سماج کے اعلی دور میں، جب آدمی کو محنت کی تقسیم کے شکنجے میں کسنا ختم ہو جائے گا، جب تقسیم محنت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور جسمانی محنت کا تضاد جاتا رہیگا، جب محنت صرف زندگی باقی رکھنے کا ذریعہ نہ رہ جائے گی، بلکہ زندگی کا اولین تقاضا بن چکی ہوگی، جب ہر پہلو، ہر جہت سے فرد کی ترقی کے دوش بدوش پیداواری طاقتیں بھی بڑھ چکی ہوں‌گی اور سماجی دولت کے سارے ندی‌نالے مل کر ایک بھرپور دھارا بن چکے ہوں‌گے، تب جا کر بورژوا حق کے تنگ دائرے سے نجات ملے‌گی اور سماج اپنے پرچم پر یہ اعلان لکھ سکے‌گا: ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق کام کرے، ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق ملے!

میں نے ایک طرف ”کٹوتی کے بغیر محنت کا حاصل“ سے بحث کرنے میں، دوسری طرف ”برابر کا حق“ اور ”منصفانہ تقسیم“ کے

2—2795

بارے میں بڑی تفصیل سے کام لیا ہے۔ مقصد یہ دکھانا تھا کہ ایک تو یہی بڑا جرم ہے کہ ہماری پارٹی کے سر وہ خیالات اٹل عقیدے کی طرح پھر سے منڈھے جائیں جو کبھی کسی دور میں بامعنی تھے، لیکن وقت گزرنے پر اپنی وقعت اور معنویت بالکل کھوچکے ہیں، دوسرے، اس حقیقت پسندانہ خیال کو بگاڑنے کی بھی کوشش ہے جو بڑی مشکلوں کے بعد اب کہیں جا کر پارٹی کے ذہن نشین ہوا ہے اور جڑ پکڑ چکا ہے، تاکہ حقوق وغیرہ کی بےمعنی نظریاتی باتیں بنا کر جو ڈیماکریٹوں اور فرانسیسی سوشلسٹوں کی پرانی عادت ہے، اس تصور میں الجھاؤ ڈالا جائے۔

اوپر جتنی کچھ بحث کی گئی ہے، اس سے قطع‌نظر یوں بھی نام نہاد تقسیم پر اس قدر زور دینا اور اسی کو خاص کر ابھارنا غلط ہے۔

کسی خاص وقت اشیائے صرف کی تقسیم خود پیداوار کی کیفیت کی تقسیم کا محض نتیجہ ہوتی ہے۔ لیکن موخرالذکر کی تقسیم سے خود طریقۂ‌پیداوار کی نوعیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر سرمایہ‌دارانہ طریقۂ‌پیداوار کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ پیداوار کے مادی اسباب، سرمائے اور زمین جائداد کی شکل میں ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں جو خود مزدور نہیں ہوتے اور عام لوگ پیداوار کے صرف ذاتی اسباب کے، یعنی قوت محنت کے مالک ہوتے ہیں۔ اگر پیداوار کے عناصر اس طرح بٹے ہوئے ہیں تو کھپت کے سامان کی موجودہ تقسیم خودبخود ہوجاتی ہے۔ اور اگر پیداوار کے مادی اسباب خود مزدوروں کی باہمی ملکیت میں ہوں تو اس سے کھپت کے سامان کی جو تقسیم ہوگی وہ آجکل کی تقسیم سے مختلف ہوگی۔ طریقۂ‌پیداوار سے تقسیم کو بےتعلق اور بےنیاز کرکے زیر غور لانا اور برتنا بورژوا ماہرین معاشیات سے گھٹیا سوشلزم نے (اور اس سے جمہوریت کو ماننے والے بعض لوگوں نے) سیکھ لیا ہے اور اس وجہ سے سوشلزم کو اس طرح پیش کرنا سیکھ گئے ہیں گویا اس کا خاص محور تقسیم ہو۔ لیکن جب ان دونوں کا اصلی تعلق بہت زمانے پہلے واضح کیا جا چکا ہے تو اب اس کی طرف پلٹنے کی کیا ضرورت ہے؟

. . . .

اب میں جمہوری حصے کی طرف آتا ہوں:

الف: ''ریاست کی آزاد بنیاد،،۔

سب سے پہلی بات یہ کہ سیکشن نمبر ۲ کے مطابق جرمن مزدور پارٹی ''آزاد ریاست،، کی آرزومند ہے۔

یہ ''آزاد ریاست،، کیا ہوتی ہے؟

ریاست کو ''آزاد،، کرنا ہرگز ان مزدوروں کی منزل مقصود نہیں ہے جو فرماں بردار رعایا کی تنگ ذہنیت سے خود آزاد ہو چکے ہوں۔ جرمن سلطنت میں ''ریاست،، قریب قریب اتنی ہی ''آزاد،، ہے جتنی روس میں۔ آزادی اس بات میں ہے کہ ریاست کو ایسے ادارے کے بجائے جو سماج کے اوپر لدا ہو، ایسا ادارہ بنایا جائے جو سماج کا ماتحت ہو، اور آج بھی ریاست کی کوئی صورت اسی قدر کم یا زیادہ آزاد ہے جتنی وہ ''ریاست کی آزادی،، پر پابندی لگاتی ہے۔

جرمن مزدور پارٹی نے اگر کہیں یہ پروگرام اپنا لیا تو ظاہر کر دےگی کہ اشتراکی خیالات اس میں پیوست نہیں ہوئے۔ بجائے اس کے کہ وہ موجودہ سماج کو موجودہ ریاست کی ''بنیاد،، (اور یہ بات آئندہ ہر قسم کے سماجوں پر بھی صادق آتی ہے) سمجھ کر دیکھے (یا آئندہ کے سماج کو آئندہ کی ریاست کی بنیاد سمجھے) وہ الٹا یہ سمجھ رہی ہے کہ ریاست الگ سے اپنا کوئی وجود رکھتی ہے، جس کی خود اپنی ''ذہنی، اخلاقی اور آزادانہ بنیادیں،، ہوا کرتی ہیں۔

اس پروگرام میں اوپر سے ان لفظوں ''عہد حاضرہ کی ریاست،، اور ''عہد حاضرہ کا سماج،، کی ایسی بےجا بھرمار کی گئی ہے اور خود اسی ریاست کا غلط اور بھدا تصور قائم کر لیا گیا ہے جس کے سامنے اپنی مانگیں پیش کی ہیں۔

''عہد حاضرہ کا سماج،، وہی سرمایہ‌دارانہ سماج ہے جو تقریباً تمام مہذب ملکوں میں قائم ہے، وسطی زمانے کے رگ و ریشے سے

کم و بیش پاک ہے، اور ہر ایک ملک جو تھوڑا بہت ترقی‌یافتہ ہے، اس کے خاص تاریخی حالات کے مطابق تھوڑی بہت تبدیلی بھی قبول کر چکا ہے۔ لیکن ''عہد حاضرہ کی ریاست'' کو دیکھئے تو وہ ہر ملک کی سرحدوں کے ساتھ ادلتی‌بدلتی رہتی ہے۔ پروشیا جرمن سلطنت میں وہ کچھ اور ہے، سوئٹزرلینڈ میں کچھ اور، انگلینڈ میں اس کی حالت ریاست‌ہائے متحدہ امریکہ سے مختلف ہے۔ مطلب یہ کہ ''عہد حاضرہ کی ریاست'' محض ایک افسانہ ہے۔

مختلف تہذیب یافتہ ملکوں کی مختلف ریاستوں میں رنگ روپ کا چاہے کتنا ہی فرق پڑتا ہو، تاہم ان سبھوں میں ایک یہ بات مشترک ہے کہ ان کی بنیاد نئے زمانے کے بورژوا سماج پر ہے، کسی میں سرمایہ‌دارانہ ترقی زیادہ ہوئی ہے، کسی میں کم۔ اسی لئے ان کی بعض خاصیتیں بھی مشترک ہیں۔ صرف ان معنوں میں ''عہد حاضرہ کی ریاست'' کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے کہ وہ آئندہ کی اس ریاست سے الگ چیز ہے جب اس کی جڑ بنیاد، یعنی بورژوا سماج مر چکا ہوگا۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: کمیونسٹ سماج میں ریاست کی کایاکلپ کیسی ہوگی؟ دوسرے لفظوں میں سوال یہ ہے کہ تب وہ کونسی سماجی کارگزاریاں رہ جائیں‌گی جو آج کی سرکاری کارگزاریوں سے میل کھاتی ہیں؟ اس سوال کا صرف علمی جواب دیا جا سکتا ہے۔ ہزاروں بار اگر لفظ ''جمہور'' کو لفظ ''ریاست'' کے ساتھ ملایا جائے، تب بھی ہم اس مسئلے کے حل کے بال برابر نزدیک نہیں پہنچیں‌گے۔

سرمایہ‌دار اور کمیونسٹ سماج کے درمیان ایک دور ایسا گزرتا ہے جس میں ایک کو دوسرے میں ڈھالنے کا انقلابی عمل انجام پاتا ہے۔ اسی کی مناسبت سے ایک ایسا سیاسی عبوری دور بھی گزرتا ہے کہ اس دور کی ریاست پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹری کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

مگر پروگرام کو دیکھئے تو وہاں نہ اس سے بحث ہے، نہ کمیونسٹ سماج کی آئندہ ریاستی حیثیت سے۔

اس کی سیاسی مانگوں میں بھی کچھ نہیں رکھا، سوائے اس کے کہ وہی جانی پہچانی جمہوری رٹ لگائی گئی ہے: عام رائے دہندگی

کا حق، براہ‌راست قانون سازی، جمہوری حق، والنٹیر پولیس (ملیشیا) وغیرہ۔ یہ سب باتیں بورژوا عوامی پارٹی اور امن و آزادی کی لیگ کی محض صدائے بازگشت ہیں۔ یہ وہی مطالبے ہیں کہ اگر انہیں پیش کرنے میں بڑھاچڑھا کر لفاظی سے کام نہ لیا جائے تو پہلے ہی مل چکے ہیں۔ صرف اتنا ہے کہ جس ریاست میں یہ حقوق مل‌چکے وہ جرمن سلطنت کی حدوں کے اندر موجود نہیں بلکہ سوئٹزرلینڈ میں ہے، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہے، وغیرہ۔ اس قسم کی ''آئندہ کی ریاست،،، خود عہد حاضرہ میں وجود رکھتی ہے، البتہ جرمن سلطنت کے چوکھٹے سے اس کا وجود باہر ہے۔

مگر ایک بات بھول ہی گئے۔ چوں‌کہ جرمن مزدور پارٹی نے کھلے لفظوں میں جتا دیا ہے کہ وہ ''عہد حاضرہ کی قومی ریاست،، کے اندر عمل کرےگی، یعنی خود اپنی ریاست کے اندر، پروشیا جرمن سلطنت کی حدوں میں (ورنہ یہ مطالبے باہر کی دنیا میں بےمعنی ہو جاتے کیونکہ وہی تو طلب کیا جائےگا جو میسر نہ ہو) ایسی حالت میں اسے سب سے بڑی بات نہ بھولنی چاہئیے تھی، وہ بات یہ کہ جتنی پیاری پیاری مانگیں کی ہیں ان کا دارومدار ہے اس چیز کے تسلیم کئے جانے پر جسے عوام کا اختیار اعلی کہتے ہیں، اس لئے وہ جمہوری ریپبلک کے وقت کی راگنی ہیں۔

اگر جمہوری ریپبلک طلب کرنے کی ہمت نہیں تھی، جیسا کہ فرانسیسی مزدوروں نے بادشاہ لوئی فلپ کے اور لوئی نپولین (۳) کے زمانے میں اپنے پروگراموں میں مطالبہ کیا تھا (اور پھر یہاں حالات کا تقاضا تھا کہ احتیاط سے کام لیا جائے) تو وہ کرتب دکھانا کیا ضرور تھا جس میں نہ ''ایمانداری،، ہے، نہ معقولیت، اور ایسی چیزیں مانگی جائیں جو صرف جمہوری ریپبلک میں ہی کچھ معنی رکھتی ہیں، وہ بھی اس ریاست سے جس کی حقیقت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اوپر سے پارلیمنٹری جھالر ٹنکی ہوئی ہے اور اندر سے جاگیرداری ریشے بھرے ہیں، بیک وقت بورژوازی کا بھی پورا اثر پڑتا ہے اور سرکاری عہدہ داروں کی بھی ریشہ دوانی چلتی ہے، پولیس کی حفاظت میں فوجی اندھیرگردی قائم ہے۔ اور سب پر طرہ یہ کہ اس قسم کی ریاست کو شان کے ساتھ یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ اس کے

ہاتھ سے ہمیں ایسا کچھ حاصل وصول کر لینے کا گمان ہے ''قانونی ذریعوں سے،،!

اور تو اور، گھٹیا جمہوریت بھی، جسے جمہوری ریپبلک میں حکومت الٰہیہ کا ہزار سالہ دور زمین پر اترتا نظر آتا ہے اور جسے دور دور گمان نہیں گزرتا کہ بورژوا سماج کی یہ تازہ ترین صورت (جمہوری ریپبلک) ہی وہ وقت ہے جب طبقاتی جدوجہد کا فیصلہ ہتھیاروں سے ہو جانا چاہئے، وہ جمہوریت تک اس قسم کی جمہوریت پسندی سے کہیں بلند و برتر ہے جس نے خود کو انہی حدوں کے اندر رکھا جن کی روادار پولیس ہو تو ہو، منطق نہیں ہوسکتی۔

لفظ ''ریاست،، سے حقیقت میں کیا مراد ہے — حکومت کی مشین یا ریاست جتنا تقسیم محنت کے اصول سے وہ اپنا ایک خاص اور سماج سے الگ تھلگ جسمانی وجود بنا لیتی ہے، یہ بات کافی حد تک واضح ہوجاتی ہے ان الفاظ سے کہ ''جرمن مزدور پارٹی یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ریاست کی معاشی بنیاد کی حیثیت سے واحد چڑھتا ہوا انکم ٹیکس ہونا چاہئے،، وغیرہ۔ ٹیکس حکومت کی مشینری کی معاشی بنیاد ہوتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ''آئندہ کی ریاست،، میں جو فی الحال سوئٹزرلینڈ میں موجود ہے، یہ مطالبہ تقریباً پورا کیا جا چکا ہے۔ انکم ٹیکس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ مختلف سماجی طبقوں کی آمدنی کے مختلف ذرائع ہوتے ہیں، یعنی سماج سرمایہ‌دارانہ ہوتا ہے۔ چناں‌چہ اس میں کمال کی کوئی بات نہیں اگر شہر لیورپول (انگلینڈ) کے مالیاتی اصلاح پسند بورژواؤں نے، وزیراعظم گلیڈسٹن کے بھائی کی سربراہی میں وہی مطالبہ آگے بڑھایا جو زیربحث پروگرام میں موجود ہے۔

اپریل سے مئی ۱۸۷۵ء کے
شروع تک لکھا گیا۔

اینگلس

قاطع ڈیورنگ

(اقتباسات)

سماجی قوتیں عین اس طرح کام کرتی ہیں جیسے کہ قدرتی قوتیں: اندھے پن سے، تشدد کے ساتھ، تباہ کن طریقے سے، تاوقتیکہ ہم ان کو سمجھنے لگ جائیں اور ان کو شمار میں لانے لگیں۔ لیکن ایک بار جب ہم ان کو سمجھ جائیں گے، ایک بار جب ہم ان کے عمل کو ان کی سمت کو ان کے اثرات کو گرفت میں لے آئیں گے تو پھر اس بات کا انحصار خود ہم پر ہوگا کہ انہیں زیادہ سے زیادہ اپنی مرضی کا تابع کرلیں، اور ان کے ذریعے خود اپنے مقاصد کی تکمیل کریں۔ اور یہ بات آج کی زبردست پیداواری قوتوں پر خاص طور سے صادق آتی ہے۔ جب تک ہم اڑبازی کرکے ان پیداواری قوتوں کی نوعیت اور کرداری خصوصیت کو سمجھنے سے انکار کرتے رہیں گے — اور یہ سمجھ بوجھ سرمایہ‌دارانہ طریقہ پیداوار اور اس کی صفائی پیش کرنے‌والوں کے مزاج کے خلاف ہے — اس وقت تک یہ قوتیں ہمارے باوجود، ہماری مخالفت میں سرگرم عمل رہیں گی، اس وقت تک ہم پر، جیسا کہ ہم اوپر تفصیل سے واضح کر چکے ہیں، ان کا غلبہ رہے گا۔ لیکن ایک بار جب ان کی نوعیت سمجھ لی جائے تو ایک ساتھ مل کر پیداوار کرنے‌والوں کے ہاتھوں میں غالب عفریتوں سے تابعدار خادموں میں بدلا جا سکتا ہے۔ دونوں میں فرق وہی ہے جو طوفان برق و باراں میں گرنے‌والی تباہ کن بجلی اور اس بجلی کے درمیان ہوتا ہے جو قابو میں رہ کر ٹیلی گراف اور آرک لیمپ میں کام کرتی ہے۔ وہ فرق جو آتش‌زدگی کی آگ اور اس آگ میں ہوتا ہے جو انسان کی خدمت کرتی ہے۔ جب آج کی

پیداواری قوتوں کی اصل نوعیت کو آخرکار سمجھ کر اس کے مطابق عمل کیا جائیگا تب پیداوار کی سماجی بدنظمی کی جگہ پوری برادری کی اور ہر فرد کی ضرورتوں کے مطابق ایک قطعی منصوبے کے بموجب پیداوار کی سماجی ترتیب و تنظیم لیگی۔ پھر تصرف میں لانے کی سرمایہ‌دارانہ طریقے کی جگہ، جس میں حاصل پیداوار پہلے تو پیداوار کرنےوالے کو اور پھر تصرف میں لانےوالے کو غلام بنا دیتی ہے، حاصل پیداوار پر تصرف کا وہ طریقہ لے لیگا جو پیداوار کے جدید ذرائع کی نوعیت پر مبنی ہوگا؛ ایک طرف تو براہ‌راست سماجی تصرف پر، پیداوار کی برقراری اور توسیع کے ذریعے کی حیثیت سے اور دوسری طرف، براہ‌راست انفرادی تصرف پر، معاش اور استفادے کے ذریعے کی حیثیت سے۔

جس دوران میں سرمایہ‌دارانہ طریقۂپیداوار آبادی کی بڑی اکثریت کو زیادہ سے زیادہ حد تک پرولتاریوں میں تبدیل کرتا ہے، اسی دوران میں وہ ایسی قوت بھی تخلیق کرتا ہے جو مجبور ہوتی ہے کہ خود اپنی تباہی کے تاوان میں اس انقلاب کی تکمیل کرے۔ پیداوار کے نہایت وسیع ذرائع کو، جو پہلے ہی سماجی بنا لئے گئے ہوتے ہیں، ریاستی ملکیت میں زیادہ سے زیادہ تبدیل کرنے پر مجبور کرتے ہوئے سرمایہ‌دارانہ طریقۂپیداوار خود اس انقلاب کی تکمیل کا راستہ دکھاتا ہے۔ پرولتاریہ ریاستی اقتدار پر قابض ہو جاتا ہے اور سب سے پہلے ذرائع پیداوار کو ریاستی ملکیت میں تبدیل کردیتا ہے۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے وہ اپنے آپ کو پرولتاریہ کی حیثیت سے مٹا دیتا ہے، تمام طبقاتی امتیازات اور طبقاتی مخالفتوں کو مٹا دیتا ہے، ریاست کو بحیثیت ریاست بھی مٹا دیتا ہے۔ اب تک طبقاتی مخالفتوں پر مبنی سماج کو ریاست کی یعنی استحصال کرنے والے طبقے کی ایک تنظیم کی ضرورت تھی، تاکہ اس کی پیداوار کے خارجی حالات برقرار رکھے جا سکیں اور خصوصاً اس لئے کہ جس طبقے کا استحصال کیا جارہا ہے اس کو زبردستی استبداد کی اس کیفیت میں رکھا جائے جو متعلقہ طریقۂپیداوار (غلامی، زرخرید کسان، اجرتی محنت) سے مطابقت رکھے۔ ریاست بحیثیت مجموعی پورے سماج کی سرکاری نمائندہ، ظاھری شکل میں اس

کا مرکز ہوتی تھی۔ لیکن ایسا صرف اس حد تک ہوتا تھا جس حد تک وہ اس طبقے کی ریاست ہوتی جو اس دور میں اکیلا سماج کی نمائندگی کرتا تھا : زمانۂ قدیم میں وہ غلاموں کے مالک، شہریوں کی ریاست تھی، قرون وسطی میں — جاگیرداروں کی، ہمارے زمانے میں — بورژوازی کی۔ آخرکار جب ریاست پورے سماج کی نمائندہ بن‌جاتی ھے تو وہ اپنے آپ کو غیر ضروری بنا دیتی ھے۔ جیسے ھی کوئی سماجی طبقہ ایسا باقی نہیں رہ جاتا جسے تابعدار بنایا جائے، جیسے ھی طبقاتی حکمرانی، اور پیداوار میں موجود نراج پر مبنی زندگی کی انفرادی کشمکش، ساتھ ھی ساتھ اس سے پیدا ہونے والے تصادم اور شدائد دور کر دئے جاتے ھیں ویسے ھی کوئی چیز ایسی نہیں رہتی جس کو دبایا جائے، اور دبانے کی خاص قوت یعنی ریاست، کی موجودگی ضروری نہیں رہ‌جاتی۔ وہ اولین فعل جس میں ریاست حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو پورے سماج کا نمائندہ بنا لیتی ھے، سماج کی جانب سے ذرائع پیداوار کو قبضے میں کر لینا ہوتا ھے — ساتھ ھی ساتھ ریاست کی حیثیت سے یہ اس کا آخری خودمختارانہ فعل بھی ہوتا ھے۔ یکے بعد دیگرے سماجی تعلقات کے شعبوں میں ریاستی اقتدار کی دخل اندازی فاضل بن جاتی ھے، اور پھر رفتہ رفتہ خود ھی غائب ہو جاتی ھے۔ اشخاص پر حکمرانی کی جگہ اشیاء، اور پیداوار کے عوامل کا انتظام و انصرام لے لیتا ھے۔ ریاست کو "مٹایا" نہیں جاتا۔ وہ رفتہ رفتہ غائب ہوجاتی ھے۔ اس سے "آزاد عوام کی ریاست" (۳) کے فقرے کو پرکھنا چاھئے، اس فقرے کو جس کا وجود معینہ مدت تک ایجی‌ٹیشن کے ذریعہ کی حیثیت سے رہا، لیکن انجام کار وہ علمی لحاظ سے دیوالیہ ثابت ہوا۔ اسی بنیاد پر نراجیوں کے ان مطالبوں کو بھی جانچنا چاھئے جو وہ ریاست کو ھاتھ کے ھاتھ مٹا دینے کے لئے کرتے ھیں۔

سرمایہ‌دارانہ طریقۂ پیداوار کے تواریخی اعتبار سے ظہور میں آجانے کے بعد سے یہ تصور کہ ریاست تمام ذرائع پیداوار کو اپنے قبضے میں لےلے، کم و بیش دھندلے دھندلے انداز میں افراد بھی کرتے آئے ھیں اور فرقے بھی، کہ یہی مستقبل کی منزل مقصود ھے۔ مگر یہ صرف اس وقت ھی ممکن ہوسکتا تھا، تواریخی ضرورت بن‌سکتا تھا جبکہ اس کی تکمیل کے حقیقی حالات موجود ہوتے۔ دیگر سماجی

پیش‌قدمیوں میں سے ہر ایک کی طرح یہ بھی اس لئے قابل عمل نہیں ہو جاتی کہ لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں کہ طبقوں کا وجود انصاف، مساوات وغیرہ سے متضاد ہے، ان طبقوں کو مٹانے کی محض خواہش سے بھی نہیں بلکہ بعض نئے معاشی حالات کی بدولت قابل عمل ہوتی ہے۔ استحصال کرنےوالے اور استحصال کے شکار طبقوں میں، حکمراں اور مظلوم طبقوں میں سماج کا بٹ جانا گذشتہ زمانوں میں پیداوار کی نا کافی اور محدود ترقی کا نتیجہ تھا۔ جب تک مجموعی سماجی محنت صرف اتنی حاصل پیداوار فراہم کرتی ہے جو سب کی بقا کی ضرورت سے کسی قدر ھی فاضل ہو، جب تک اس کے لئے سماج کے افراد کی بھاری اکثریت کا سارا یا قریب قریب سارا وقت محنت میں صرف ہوتاھے — اس وقت تک، بطور ضرورت، یہ سماج طبقوں میں تقسیم رھتا ہے۔ بھاری اکثریت کے پہلو بہ پہلو، جو کہ محنت کی خالص زرخرید غلام ہوتی ہے، ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہوتا ہے جو براہ‌راست پیداواری محنت سے آزاد ہوتا ہے، جو سماج کے عمومی معاملات کی دیکھ بھال کرتا ہے: محنت، ریاستی کاروبار، قانون، علم، فنون لطیفہ وغیرہ کی رہبری کرتا ہے۔ اس لئے طبقوں میں تقسیم کی تہہ میں تقسیم محنت کا قانون مضمر ہوتا ہے۔ لیکن اس سے طبقوں کی تشکیل تشدد اور لٹیرےپن سے، چالبازی اور دھوکےبازی سے پاک نہیں رہتی ہے اور حکمراں طبقہ، ایک بار بالادستی حاصل ہونے پر، محنت کش طبقوں کی بھینٹ چڑھا کر، اپنے اقتدار کو مستحکم کرکے، سماجی قیادت کو عوام الناس کے (اور بھی شدت سے) استحصال میں تبدیل کرنے سے باز نہیں رہتا۔

لیکن اگر اس بیان سے، طبقوں میں تقسیم کی تواریخی اعتبار سے کسی حد تک تائید ہوتی ہے، تو یہ ایک خاص مدت تک کےلئے، صرف خاص سماجی حالات کے تحت۔ یہ پیداوار نا کافی ہونے پر مبنی تھی۔ جدید پیداواری قوتوں کے مکمل ارتقا سے اس کا صفایا ہو جائیگا۔ اور درحقیقت سماج میں طبقات کا انحطاط اس درجے تک تواریخی ارتقا کی موجودگی کو تسلیم کر لیتا ہے، جس پر محض کسی مخصوص حکمراں طبقے کا ھی نہیں بلکہ قطعی طور پر کسی بھی حکمراں طبقے کا وجود، خود طبقاتی امتیاز کا وجود بہ اعتبار زمانہ فرسودہ اور غلط ہوجاتا ہے۔ چنانچہ طبقات کا انحطاط تصور

کر لیتا ہے کہ پیداوار کا ارتقا اس درجے تک ہو چکا ہے کہ ذرائع پیداوار اور حاصل پیداوار پر اور اس کے ساتھ سیاسی اقتدار پر، ثقافت کی اجارہ‌داری پر اور دانشورانہ قیادت پر سماج کے کسی ایک مخصوص طبقے کا تصرف نہ صرف غیرضروری بلکہ معاشی، سیاسی اور دانشورانہ اعتبار سے ارتقا میں سدراہ بن جاتا ہے۔ یہ مقام اب آچکا ہے۔ خود بورژوازی کے لئے اپنا سیاسی اور دانشورانہ دیوالیہ‌پن شاید ہی راز رہ گیا ہو۔ ان کا معاشی دیوالیہ‌پن کا باقاعدگی کے ساتھ ہر دس سال میں اعادہ ہوتا رہتا ہے۔ سماج کے ہر بحران میں خود اپنی پیداواری قوتوں اور حاصل پیداوار کے بوجھ تلے، جنھیں وہ مصرف میں نہیں لاسکتا، سماج کا دم گھٹا کرتا ہے اور وہ اس بے معنی تضاد کے روبرو بےیارو مددگار رہ جاتا ہے کہ پیداوار کرنےوالوں کے پاس کھپت کے لئے کچھ نہیں ہوتا، کیونکہ صارفوں کی قلت ہوتی ہے۔ جدید ذرائع پیداوار کی توسیعی قوت ان بندھنوں کو توڑ ڈالتی ہے جن میں سرمایہ‌دارانہ طریقۂ پیداوار نے ان کو جکڑ دیا تھا۔ پیداواری قوتوں کے لگاتار، متواتر تیز رفتاری سے بڑھنے کی، اور اس کے ساتھ خود پیداوار میں عملاً غیر محدود اضافے کی واحد ابتدائی شرط ان بندھنوں سے ذرائع پیداوار کی نجات ہے۔ اور یہی سب کچھ ہے بھی نہیں۔ ذرائع پیداوار پر سماجی ملکیت پیداوار پر عائد کردہ موجودہ مصنوعی پابندیوں کا خاتمہ ہی نہیں کرتی، بلکہ پیداواری قوتوں اور حاصل پیداوار کو قطعی طور پر ضائع اور تباہ و برباد ہونے سے بھی چھٹکارا دلاتی ہے جسے آجکل پیداوار کا ناگزیر ساتھی تصور کیا جاتا ہے اور جو بحرانوں میں اپنی انتہائی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ مزیدبرآں یہ وسیع پیمانے پر ڈھیروں ذرائع پیداوار اور اشیائے پیداوار کو، آج کے حکمراں طبقوں اور ان کے سیاسی نمائندوں کی بےمعنی فضول خرچی کا خاتمہ کرکے برادری کے لئے مہیا کر دیتا ہے۔ سماجی پیداوار کے ذریعے سماج کے ہر فرد کے لئے ایک ایسی زندگی حاصل کرنے کا امکان، جو نہ صرف مادی اعتبار سے مکمل طور سے کافی ہو اور دن بدن زیادہ بھرپور ہوتی جاتی ہو بلکہ ایک ایسی زندگی کا امکان جو سب کے لئے اس بات کی ضمانت کرتی ہو کہ وہ مکمل آزادانہ نشو و نما حاصل کریں اور اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار

لائیں — یہ امکان اب پہلی بار فراہم ہوا ہے، لیکن واقعی فراہم ہوا ہے*۔

ذرائع پیداوار پر سماج کا قبضہ ہو جانے سے اشیائے تجارت کی پیداوار کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی پیداوار کرنے والوں پر حاصل پیداوار کی قدرت کا بھی۔ سماجی پیداوار میں نراج کی جگہ منصوبے کی تائید کرنےوالی شعوری تنظیم لے لیتی ہے۔ انفرادی وجود کی جدوجہد ختم ہو جاتی ہے۔ پھر پہلی بار انسان، ایک لحاظ سے قطعی طور پر باقی سلطنت حیوانات میں قطعی ممیز و ممتاز ہوجاتا ہے اور حیوانی وجود کی کیفیت سے نکل کر حقیقی انسانی وجود کی کیفیت میں داخل ہوتا ہے۔ ان حالات زندگی کا پورا میدان جو انسان کے ماحول کی تشکیل کرتے ہیں، اور جو اب تک انسان پر حکمرانی کرتے آئے ہیں، اب انسان کی فرمانروائی اور اختیار میں آجاتا ہے، جو پہلی بار قدرت پر حقیقتاً باشعور طریقے سے قادر ہوتا ہے، کیونکہ اب وہ خود اپنی سماجی تنظیم کا قادرمطلق بن چکا ہوتا ہے۔ اس کے اپنے سماجی فعل کے قوانین، جو اب تک انسان کے لئے قدرت کے اجنبی قوانین کی حیثیت رکھتے تھے اور اس پر حاوی رہتے تھے، پھر پوری سمجھ بوجھ کے ساتھ استعمال کئے جانے لگیں گے اور اس طرح اس کے زیر اقتدار آجائیں گے۔ انسان کی خود

---

*سرمایہ‌دارانہ دباؤ کے تحت بھی، جدید ذرائع پیداوار میں کتنی زبردست توسیعی قوت ہوتی ہے اس کا قریب قریب اندازہ چند اعداد و شمار سے ہوسکتا ہے۔ جناب گفین کے بیان کے مطابق برطانیہ عظمی اور آئرلینڈ کی مجموعی دولت پورے پورے اعداد میں:

۱۸۱۴ء میں ۲ ارب ۲۰ کروڑ پونڈ تھی،

۱۸۶۵ء میں ۶ارب ۱۰ کروڑ پونڈ

۱۸۷۵ء میں ۸ارب ۵۰ کروڑ پونڈ

بحرانوں کے دوران ذرائع پیداوار اور اشیائے پیداوار کے ضائع ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ پچھلے بحران کے دوران لوہے کی جرمن صنعت ہی میں مجموعی خسارہ دوسری جرمن صنعتی کانگرس (برلن، ۲۱ فروری ۱۸۷۸ء) میں ۲ کروڑ ۲۷ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ بیان کیا گیا تھا۔ (اینگلس کا حاشیہ)

اپنی سماجی تنظیم، جو اب تک اس کو ایک ایسی ضرورت کی طرح درپیش تھی جو قدرت اور تاریخ نے اس پر مسلط کر دی ھو، اب اس کے خود اپنے آزادانہ عمل کا نتیجہ بن جاتی ھے۔ وہ اجنبی معروضی قوتیں جو اب تک تاریخ پر فرمانروائی کرتی رھی ھیں، خود انسان کے زیر اختیار چلی جاتی ھیں۔ صرف اس وقت سے ھی انسان خود، مکمل شعور کے ساتھ اپنی تاریخ آپ ھی بنائیگا، صرف اس وقت سے ھی وہ سماجی اسباب جن کو وہ حرکت میں لائیگا، خاص طور سے اور مسلسل و بتدریج بڑھتے ھوئے پیمانے پر، وھی نتائج حاصل کریں گے جن کا اس نے ارادہ کیا ھوگا۔ یہ سلطنت احتیاج سے سلطنت آزادی کی طرف انسان کی چڑھائی ھے۔

عالمگیر نجات کے اس کارنامے کی تکمیل کا تاریخی فرض دور حاضرہ کے پرولتاریہ کے سپرد ھوا ھے۔ تواریخی حالات کو اور اس طرح خود اس فعل کی نوعیت کو مکمل طریقے سے سمجھنا، پرولتاری طبقے کو جو آجکل پامال ھے، اس عظیم عمل کی جو کہ اس کو انجام دینا ھے کیفیتوں کی اور اس کی نوعیت کی پوری معلومات بھم پھنچانا — یہ ھے فریضہ علمی سوشلزم کا جو پرولتاری تحریک کا نظریاتی اظہار ھے۔

. . . .

تیسرا حصہ ۔ پیداوار

ہر اس سماج میں جہاں پیداوار کی نشو و نما اور ترقی بلا ارادہ ہو — اور ہمارا موجودہ سماج اسی وضع کا ہے — صورت حال یہ نہیں ہوتی کہ پیداوار کرنے والے، ذرائع پیداوار پر قادر ہوں بلکہ ذرائع پیداوار کو، پیداوار کرنے والے پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے سماج میں پیداوار بڑھانے کا ہر نیا بیرم لازمی طور پر ایک ایسے نئے وسیلے میں تبدیل ہو جاتا ہے جو پیداوار کرنے والوں کو ذرائع پیداوار کے تابع کر دے۔ یہ بات پیداوار کے اس بیرم پر سب سے زیادہ صادق آتی ہے جو جدید صنعت کے رواج سے پہلے سب سے زیادہ طاقتور تھا یعنی تقسیم محنت پر۔ پہلی عظیم تقسیم محنت یعنی شہر اور گاؤں کی علحدگی نے دیہی آبادی کو ہزارہا برس کے لئے ذہنی خوابیدگی میں مبتلا کر دیا اور شہروں کے لوگ خود اپنے اپنے انفرادی پیشے کے تابع ہوکر رہ گئے۔ اس نے اول الذکر کے ذہنی ارتقا کی بنیاد مٹا ڈالی اور موخرالذکر کی جسمانی نشو و نما کی۔ جب کسان اپنی زمین کو مصرف میں لاتا ہے اور شہر کا باشندہ اپنے پیشے کو، تو اسی حد تک کسان کو اس کی زمین اپنے تصرف میں لے لیتی ہے اور شہر کے باشندے کو اس کا پیشہ۔ محنت کی تقسیم میں انسان بھی تقسیم ہوجاتا ہے۔ ایک واحد سرگرمی کے ارتقا کی خاطر باقی تمام جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں قربان کردی جاتی ہیں۔ انسان کو معذور کرنے میں اسی نسبت سے اضافہ ہوتا ہے جس سے محنت کی تقسیم ہوتی ہے، جو اپنے ارتقا کی معراج کارخانہ داری میں حاصل کرتی ہے۔ کارخانہ داری ہر پیشے کو اپنے الگ الگ

جزوی وظائف میں بانٹ دیتی ہے، ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ مزدور میں اس کے مقصد حیات کی حیثیت سے مقرر کر دیتی ہے اور اس طرح اسے زندگی بھر کےلئے معینہ جزوی عمل سے، ایک مخصوص اوزار سے باندھ کر رکھدیتی ہے۔ ''پیداوار حاصل کرنے میں محنت کش کی بےحساب صلاحیتوں اور فطری مناسبتوں کو قربان کرکے کارخانہداری اس کی تفصیلی چابکدستی کو مصنوعی طور پر ابھارکر اسے ایک عجیب الخلقت اپاھج میں تبدیل کردیتی ہے... بذات خود فرد جزوی عمل کا ایک خودکار حرکی وسیلہ بن کر رہ جاتا ہے۔،، (مارکس) — ایسا حرکی وسیلہ جو بہت سی صورتوں میں محنت کش کو جسمانی اور ذہنی اعتبار سے واقعی مفلوج کرکے ہی اپنی کامل صورت اختیار کرتا ہے۔ جدید صنعت کی مشینیں محنت کش کو مشین کے درجے سے بھی گھٹاکر اس کو مشین کا محض ایک پرزہ بناکر رکھدیتی ہیں۔ ''ایک ہی اوزار سے کام کرنے کا عمر بھر کا خصوصی پیشہ اب جزوی مشین کی تاحیات خدمت انجام دینے کا پیشہ بن جاتا ہے۔ مشین کا غلط استعمال کیا جاتا ہے، جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ خود مزدور کو، بچپن ہی سے، مشین کے ایک حصے کے پرزے میں تبدیل کر دیا جائے۔،، (مارکس)۔ اور صرف محنت کش ہی نہیں بلکہ وہ طبقے بھی جن کا براہراست یا بالواسطہ تعلق مزدوروں کے استحصال سے ہوتا ہے، تقسیم محنت کے ذریعے اپنے کام کے آلات کے تابعدار بن کر رہ جاتے ہیں: خالیالذہن بورژوا خود اپنے سرمائے اور منافعوں کی مجنونانہ طمع کے، وکیل اپنے پرانے اور منجمد قانونی تصورات کے جو ایک خودمختار قوت کی حیثیت سے اس پر حاوی رہتے ہیں۔ ''تعلیم یافتہ طبقے،، عموماً بےشمار مقامی وضعقطع کی اپنی تنگ نظری اور جانبداری کے، خود اپنی جسمانی اور ذہنی کوتاہبینی کے، اپنی محدود مخصوص تربیت کے جو ایک مخصوص پیشے سے وابستہ ہوتی ہے اور اس مخصوص پیشے سے تاحیات بندھے رہنے کے باعث سڑی ہوئی باڑھ کے — اس صورت میں بھی جبکہ اس مخصوص پیشے کا مطلب محض کچھ نہ کرنا ہوتا ہے۔

یوٹوپیائیوں (٥) کے ذہن میں یہ بات قطعی طور پر واضح تھی کہ تقسیم محنت کے، ایک طرف مزدوروں کے اپاھج بننے کے اور

دوسری طرف وظائف محنت کے تاحیات، یکساں، مشینی انداز میں باربار دوھرائے جانے کے اثرات کیا ہوں گے۔ شہر اور گاؤں کے درمیان تضاد مٹانے کا پرانی تقسیم محنت کو عام طور پر مٹانے کی اولین شرط کی حیثیت سے جس طرح اووین نے مطالبہ کیا تھا اسی طرح فوریئے نے بھی (٦) ۔ دونوں کا خیال یہ تھا کہ آبادی کو سولہ سو سے تین ہزار تک کے گروہوں کی شکل میں پورے ملک میں تتربتر کر دیا جائے؛ ہر گروہ اپنے اپنے حصے کی زمین کے بیچوں بیچ ایک عظیم‌الشان محل میں قیام کرے، گھر بار کا کام اجتماعی بنیاد پر ھو ۔ یہ صحیح ھے کہ فورئیے نے کبھی کبھی شہروں کا ذکر کیا ھے لیکن خود ان کو ایک دوسرے کے قریب واقع ایسے ھی صرف چار یا پانچ قصروں پر مشتمل ھونا تھا ۔ دونوں مصنفوں کی خواھش یہ تھی کہ سماج کا ھر فرد زراعت کا کام بھی کرے اور صنعت کا بھی ۔ فورئیے کے یہاں صنعت زیادہ تر دستکاری اور کارخانہ‌داری پر مشتمل ھے جبکہ اووین نے خاص کردار جدید صنعت کے سپرد کیا ھے اور یہ بھی مطالبہ کر دیا ھے کہ گھریلو کام کاج میں دخانی قوت اور مشینوں کو رائج کیا جائے ۔ لیکن زراعت کے اور صنعت کے اندر بھی دونوں کے دونوں ساتھ ھی یہ مطالبہ کرتے ھیں کہ ھر فرد کے لئے مصروفیت میں زیادہ سے زیادہ ممکن تنوع ھو، اور اس کے مطابق نوجوانوں کی تربیت اس طرح ھو کہ وہ زیادہ سے زیادہ ھر طرح کے ٹکنیکی فرائض انجام دینے کی اھلیت رکھیں ۔ دونوں کے خیال میں انسان کو ھمہ‌گیر عملی سرگرمی کے ذریعے ھمہ‌گیر نشو و نما حاصل کرنی چاھئے اور یہ کہ محنت کو وہ کشش پھر سے حاصل کر لینی چاھئے جو اس نے تقسیم محنت کے باعث کھو دی ھے، سب سے پہلے تو مصروفیت میں اس تنوع کے ذریعے اور اس کے مطابق — بقول فورئیے — ''بیٹھے رھنے'' کی مختصر مدت کے ذریعے جو ھر مخصوص وضع کے کام کے لئے صرف کی جاتی ھے ۔ استحصال کرنے‌والے طبقوں کے انداز فکر سے، جو ھر ڈیورنگ (٧) کو ورثے میں ملا ھے، جس کے مطابق شہر اور گاؤں کے درمیان تضاد فطری طور پر ناگزیر ھے، فورئیے اور اووین دونوں کہیں ترقی‌یافتہ ھیں ۔ یہ تنگ نقطۂ نظر کہ متعدد ''موجودات'' کو بہرصورت کسی <u>ایک ھی</u> قسم کی پیداوار کا

سزاوار ہونا ہے : وہ نظریہ جو اپنی طرز زندگی سے پہچانے جانےوالے لوگوں کی — ان لوگوں کی جو عین اسی اور کسی دوسرے کام کے انجام دینے سے محظوظ نہیں ہوتے — ''معاشیاتی نسل'' کو دوام بخشنے کا خواہشمند ہے، جو اس لئے اتنے نیچے گرگئے ہیں کہ وہ خود اپنی محکومیت سے، اور یک‌رخی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ''احمق'' فورئے کی انتہائی ناعاقبت اندیشانہ جرأت‌آمیز خیال آرائیوں کے بنیادی تصورات کے مقابلے میں بھی، ''بھدے، کمزور اور حقیر'' اووین کے حقیرترین تصورات کے مقابلے میں بھی، ہر ڈیورنگ، جو خود ابھی تک مکمل طور پر تقسیم‌محنت سے مغلوب ہیں، گستاخ ہونے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

ایک سماجی منصوبے کے مطابق ذرائع پیداوار کو استعمال کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو ان کا مالک بنانے کی غرض سے سماج لوگوں کی خود اپنے ذرائع پیداوار کی موجودہ غلامی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ یہ بتانے کی تو چنداں ضرورت نہیں کہ جب تک ہر فرد آزاد نہ ہو سماج اپنے آپ کو آزاد نہیں کرسکتا۔ اس لئے پرانے طریقۂ پیداوار میں سرتاپا انقلابی تبدیلی لازمی ہے، اور سابقہ تقسیم محنت کا خاص طور پر غائب ہوجانا ضروری ہے۔ اس کی جگہ پیداوار کی اس تنظیم کو لینی چاہئے جس میں ایک طرف تو، کوئی فرد پیداواری محنت کا، جو وجود انسانی کی قدرتی شرط ہوا کرتی ہے، اپنا حصہ دوسروں کے کندھوں پر نہ پھینک سکے؛ اور جس میں، دوسری طرف، پیداواری محنت، لوگوں کو محکومی میں لانے کا ذریعہ ہونے کے بجائے، ہر فرد کو اپنی تمام، جسمانی اور دماغی صلاحیتوں کو، تمام سمتوں میں اور پوری طرح استعمال کرکے نشو و نما دینے کا موقع فراہم کرکے ان کی نجات کا ایک ذریعہ بن‌جائیگی — جس میں، پیداواری محنت ایک بوجھ کے بجائے ذریعۂ مسرت بن جائیگی۔

آج یہ خیالی بات نہیں رہ گئی ہے، زاھد کی سی امید نہیں ہے۔ پیداوار میں پیداواری قوتوں کی موجودہ نشو و نما کے ساتھ انہیں سماجی بنا لینے کے باعث جو اضافہ ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ سرمایہ‌دارانہ طریقۂ پیداوار کی رکاوٹیں، خلل‌اندازیاں اور اشیائے پیداوار اور ذرائع پیداوار کی فضول خرچیاں جو دور ہوں‌گی تو اس صورت میں جبکہ ہر فرد اپنے حصے کا کام کررہا ہوگا، محنت کے لئے درکار

وقت کو اس حد تک گھٹانے میں کافی ہوگا کہ جسے اگر ہمارے موجودہ تصور کے پیمانے سے ناپا جائے تو واقعی بہت تھوڑا رہ جائیگا۔

نہ ہی محنت کی پرانی تقسیم کا خاتمہ ایک ایسا مطالبہ ہے جس کی تکمیل صرف محنت کی کارگزاری کو نقصان پہنچا کر ہی کی جا سکتی ہو ۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جدید صنعت کی بدولت یہ خود پیداوار کی ایک شرط بن گئی ہے۔ ''مشینوں کا استعمال اس تقسیم کی کارخانہ‌داری کے انداز میں کسی خاص عمل کےلئے مخصوص شخص کو متواتر وابستہ کرتے ہوئے تشکیل کی ضرورت کو موقوف کر دیتی ہے۔ چونکہ پورے نظام کی نقل و حرکت کا آغاز کاریگر سے نہیں بلکہ مشین سے ہوتا ہے اس لئے فرد کی تبدیلی، کام میں رکاوٹ پیدا کئے بغیر کسی وقت بھی رونما ہوسکتی ہے... آخر میں یہ کہ نوجوان جس سرعت کے ساتھ مشین کا کام سیکھ لیتے ہیں اس کے باعث مشینوں پر کام کرنے کو لگانے کےلئے مشینیں چلانےوالوں کے ایک خاص طبقے کو تربیت دینے کی ضرورت باقی نہیں رہ‌جاتی۔ ''

لیکن مشینوں کو استعمال میں لانے کا سرمایہ‌دارانہ طریقہ جہاں اپنی فرسودہ، منجمد خصوصی مہارت کے ساتھ ساتھ محنت کی پرانی تقسیم کو لازمی طور پر دائمی صورت دیتا ہے، حالانکہ صنعتی و حرفتی نقطۂ نظر سے وہ فاضل ہوگئی ہے، مشینیں خود اس سہو زمانی کے خلاف بغاوت کرتی ہیں۔ جدید صنعت کی ٹکنیکی بنیاد انقلابی ہے۔ ''مشینوں، کیمیاوی عوامل اور دوسرے طریقوں سے وہ نہ صرف پیداوار کی ٹکنیکی بنیاد میں متواتر تبدیلیاں لارہی ہے بلکہ محنت کشوں کے وظائف اور عمل محنت کی باہم یکجائی میں بھی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس طرح وہ سماج کے اندر محنت کی تقسیم میں متواتر انقلابی تبدیلی لے آتی ہے اور سرمائے کی بڑی مقدار اور محنت کشوں کی بڑی تعداد کو بھی پیداوار کی ایک شاخ سے نکال کر دوسری میں جھونکتی رہتی ہے۔ چنانچہ جدید صنعت، خود اپنی خاصیت کے مطابق، محنت کی تبدیلی، وظائف کی روانی، محنت کش کی نوع بنوع نقل و حرکت کی صلاحیت کو ضروری قرار دیدیتی ہے... ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ قطعی تضاد کس طرح... مزدور طبقے کو مسلسل قربان کرنے، انتہائی لاپروائی سے قوت محنت ضائع کرنے اور سماجی نراج کی لائی ہوئی تباہ کاریوں کی شکل میں...

اپنا تاؤ اتارتا ہے۔ یہ منفی رخ ہے۔ لیکن ایک طرف اگر محنت کی تبدیلی، صرف ناقابل مزاحمت قانون قدرت کے انداز میں، اور جہاں کہیں بھی مزاحمت ہو وہیں اس کو قانون قدرت کے اندھادھند تباہ کن عمل کے ذریعے فی‌الحال اپنے آپ کو مسلط کرلیتا ہے تو، دوسری طرف، (بڑے پیمانے کی) جدید صنعت اپنی لائی ہوئی زبردست آفتوں کے ذریعے محنت کی تبدیلی کو، اور اس کے باعث طرح طرح کے کام کے لئے محنت کشوں کے تیار رہنے کو اور ان کی طرح طرح کی صلاحیتوں کی زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک نشو و نما کو سماجی پیداوار کے عام قانون کی حیثیت سے تسلیم کرنے کی ضرورت مسلط کر دیتی ہے۔ اس قانون پر معمول کے مطابق عمل کی خاطر پیداواری تعلقات کو موزوں بنانا سماج کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن‌جاتا ہے۔ درحقیقت جدید صنعت سماج کو پابند کر دیتی ہے کہ یا تو آج کے اس مزدور کو، جو جزوی عمل انجام دیتا ہے، اور جو عمر بھر ایک ہی معمولی سا جزوی عمل دوہرائے جانے کے باعث اپاہج ہو گیا اور اس طرح انسان کا محض ایک ٹکڑا بن کر رہ گیا ہے، ہٹاکر اس کی جگہ پوری طرح نشو و نما حاصل کئے ہوئے ایسے فرد کو دیدے جو مختلف وضع کی محنتیں انجام دینے کے لئے موزوں ہو، پیداوار میں کسی بھی تبدیلی کا سامنا کرنے کو تیار ہو اور جس کے لئے وہ مختلف سماجی وظائف جو وہ انجام دیتا ہو خود اپنی قدرتی اور تربیت کے ذریعے حاصل کی ہوئی صلاحیتوں کو آزادانہ بروئے‌کار لانے کے مختلف طریقے ہوں، یا خود موت کے گھاٹ اترجائے۔ ،، (مارکس ''سرمایہ،،)

جدید صنعت نے، جس نے ہمیں سالموں کی نقل و حرکت کو ٹکنیکی مقاصد کے لئے، قریب قریب ہر جگہ کمیتوں کی نقل و حرکت میں تبدیل کرنا سکھایا ہے، اور اس طرح سے صنعتی پیداوار کو مکانی بندشوں سے بڑی حد تک آزاد کردیا ہے۔ آبی قوت مکانی تھی اور دخانی قوت آزاد۔ اگر آبی قوت تو لازمی طور پر دیہی ہوتی تھی تو دخانی قوت کسی طرح بھی شہری نہیں۔ سرمایہ‌دارانہ استعمال ہی اس کو عام طور پر شہروں میں مرکوز کرتا ہے اور فیکٹریوں‌والے گاؤں کو فیکٹریوں والے شہروں میں تبدیل کردیتا ہے۔ لیکن اس طرح سے وہ ان لوازمات کی جڑیں بھی کمزور کردیتا

ہے جن کی بنیاد پر پیداوار عام طور پر چلتی ہے۔ دخانی انجن کی اور جدید صنعت میں قریب قریب تمام شاخوں کی ایک ضرورت نسبتاً خالص پانی کی فراہمی ہے۔ لیکن فیکٹریوں کا شہر سارے پانی کو بدبودار غلاظت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ چنانچہ سرمایہ‌دارانہ پیداوار کے لئے شہروں میں مرکوز ہونا خواہ کیسی ہی بنیادی شرط کیوں نہ ہو، انفرادی طور پر ہر صنعتی سرمایہ‌دار کوشش کرتا رہتا ہے کہ بڑے شہروں سے نکل بھاگے جو لازمی طور پر اس سرمایہ‌دارانہ ارتکاز ہی سے وجود میں آئے ہیں، اور اپنے کارخانے کو دیہات میں منتقل کرلے۔ اس عمل کا تفصیلی مطالعہ لنکاشائر اور یارکشائر کی ٹیکسٹائل صنعت کے اضلاع میں کیا جاسکتا ہے؛ جدید سرمایہ‌دارانہ صنعت شہروں سے دیہات کی جانب متواتر راہ فرار اختیار کرکے نئے نئے بڑے شہر عالم وجود میں لا رہی ہے۔ دھات‌ساز صنعت کے اضلاع میں بھی صورت‌حال ایسی ہی ہے۔ وہاں، جزوی طور پر، دوسرے اسباب یہی اثرات پیدا کرتے ہیں۔

ایک بار پھر، جدید صنعت کی سرمایہ‌دارانہ کرداری خصوصیت کو مٹا کر ہی ہم اس لامتناہی تسلسل کے گرداب سے باہر نکل سکتے ہیں، جدید صنعت سے اس تضاد کو دور کر سکتے ہیں، جو متواتر، بار بار پیدا ہو رہا ہے۔ صرف وہی سماج جو اپنی پیداواری قوتوں کو ایک دوسرے سے ہم‌آہنگ تسلسل میں واحد وسیع منصوبے کی بنیاد پر وابستہ کرنے کا امکان پیدا کر سکتا ہو، صنعت کو سارے ملک میں، خود اپنی نشو و نما اور استحکام کے لئے اور پیداوار کے دوسرے عناصر کی نشو و نما حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ موزوں انداز میں تقسیم کرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔

چنانچہ شہر اور دیہات کے درمیان تضاد کا مٹنا صرف ممکن ہی نہیں ہے۔ وہ خود صنعتی پیداوار کی براہ راست ایک ضرورت بن گیا ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ وہ زراعتی پیداوار کی، اور اس کے علاوہ سماجی صحت و صفائی کی ایک ضرورت بن گیا ہے۔ ہوا، پانی اور زمین کی موجودہ زہر آلودگی کا خاتمہ شہر اور گاؤں کو آپس میں مدغم کرکے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح ملنے سے ہی ان عوام الناس کی حالت بدلے گی جو آجکل شہروں میں پڑے

سڑرہے ہیں اور ان کے فضلے کو بیماریوں کی پیداوار کی بجائے ۔
پودوں کی پیداوار کےلئے استعمال کیا جا سکیگا ۔

سرمایہ‌دارانہ صنعت نے اپنی ضرورت کے کچے مال کے وسیلوں کے لئے تنگ مقامی حدود سے اپنے آپ کو نسبتاً آزاد کرلیا ہے ۔ ٹیکسٹائل کی صنعت زیادہ‌تر درآمدشدہ کچامال استعمال کرتی ہے ۔ ہسپانوی کچا لوہا انگلستان اور جرمنی میں کام میں لایا جاتا ہے اور ہسپانوی اور جنوبی امریکی تانبا انگلستان میں ۔ اب کوئلے کی کانوں کا ہر علاقہ اس صنعتی خطے کو کوئلہ فراہم کرتا ہے جو اس کی اپنی حدوں سے دور واقع ہے، اور یہ خطہ ہر سال زیادہ وسیع ہوتا جا رہا ہے ۔ پورے یورپی ساحل کے متوازی چلنےوالے دخانی انجن انگلستان اور کسی حد تک جرمنی اور بلجیم کا بھی کوئلہ استعمال کرتے ہیں ۔ وہ سماج جو سرمایہ‌دارانہ پیداوار کی حد بندیوں سے نجات حاصل کر چکا ہو، کہیں زیادہ آگے جاسکتا ہے ۔ مال تیار کرنےوالوں کی ایک ایسی نسل تیار کرکے جسے ہمہ‌گیر تربیت حاصل ہو، جسے بحیثیت مجموعی صنعتی پیداوار کی سائنسی بنیادوں کے بارے میں سمجھ بوجھ ہو اور جس کے ہر فرد کو پیداوار کے پورے کے پورے سلسلوں کا شروع سے آخر تک عملی تجربہ حاصل ہو، یہ سماج ایک نئی پیداواری قوت عالم وجود میں لائیگا جو اس محنت کا صرفہ نہایت فراوانی سے پورا کردیگا جو کچے مال اور ایندھن کو دوردراز علاقوں سے لیکر آنے پر ہوگا ۔

شہر اور دیہات کی علحدگی کا خاتمہ اس لئے بھی یوٹوپیائی نہیں ہے کہ یہ سارے ملک میں جدید صنعت کی انتہائی ممکن حد تک مساوی تقسیم سے مشروط ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ بہت بڑے بڑے شہروں کی شکل میں تہذیب نے ہمارے لئے ایک ایسا ورثہ چھوڑا ہے جس سے نجات حاصل کرنے میں بڑا وقت لگےگا اور مشکلیں درپیش ہوں‌گی ۔ مگر اس سے نجات حاصل کرنی ہی ہوگی اور کر لی جائیگی خواہ یہ عمل کتنا ہی طول طویل کیوں نہ ہو ۔ پروشیائی قوم کی جرمن سلطنت کے مقدر میں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو بسمارک (۸) اس احساس کے ساتھ سر بلند اپنی قبر میں جاکر سو سکتا ہے کہ اس کی تمنا پوری ضرور ہوگی: بڑے شہر نیست و نابود ہو جائیں‌گے ۔

اور اب آئیے دیکھیں کہ ہرڈیورنگ کے تصورات کتنے طفلانہ ہیں — پرانے طریقۂ پیداوار میں سرتاپا انقلاب لائے بغیر اور سب سے پہلے محنت کی پرانی تقسیم کا خاتمہ کئے بغیر سماج پیداوار کے تمام ذریعوں پر بحیثیت مجموعی قبضہ کر سکتا ہے۔ یہ کہ اگر ''قدرتی مناسبت اور ذاتی صلاحیتوں کو پیش نظر رکھا جائے،، تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہیگا۔ لیکن اس کے ساتھ حسب سابق، نہایت کثیر تعداد میں ایسی ہستیاں باقی رہینگی جو واحد شے کی پیداوار میں لگی ہوں‌گی۔ پوری کی پوری ''آبادیاں،، پیداوار کی ایک شاخ میں لگی رہینگی اور نوع انسانی، حسب سابق، مختلف اپاھج ''معاشیاتی نسلوں،، میں تقسیم رہیگی جیسے ''حمال،، اور ''میرتعمیرات،، اب بھی موجود ہیں۔ سماج کو ذرائع پیداوار کا بحیثیت مجموعی آقا بن جانا ہے تاکہ ہر فرد اپنے ذرائع پیداوار کا غلام رہے، اور اس کو صرف یہ پسند کرلینے کا اختیار رہے کہ کونسے ذرائع پیداوار اس کو اپنا غلام بنائیں۔ اور یہ بھی دیکھئے کہ ہر ڈیورنگ شہر اور دیہات کی علحدگی کو کس طرح ''ناگزیر قدرتی عمل،، تصور کرتے ہیں اور شراب کشید کرنے اور چقندر کی شکر بنانے ہی میں خفیف سی تسکین حاصل کر لیتے ہیں — اور یہ دونوں اپنے تعلق کے اعتبار سے خاص پروشیائی صنعتی شاخیں ہیں۔ کس خوبی سے وہ پورے ملک میں صنعت پھیلانے کو مستقبل کی بعض ایجادوں پر اور صنعت کو خام اشیاٗ کی تحصیل سے براہ‌راست وابستہ کرنے کی مجبوری کی ضرورت پر منحصر کر دیتے ہیں — ان خام اشیاٗ کی جو ابھی اپنی جائے پیدائش سے روزافزوں فاصلے پر استعمال ہوتی ہیں۔ اور ہرڈیورنگ آخرکار اپنی پسپائی پر ہمیں اس بات کا یقین دلا کر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مدت طویل میں سماجی ضرورتیں زراعت اور صنعت کے درمیان اتحاد معاشی مصلحتوں کے خلاف تک قائم کردیں‌گی، گویا کہ یہ کوئی معاشی قربانی ہو!

درحقیقت، یہ دیکھنے کے لئے کہ انقلابی عناصر، جو پرانی تقسیم محنت کا شہر اور گاؤں کی علحدگی کے ساتھ‌ساتھ خاتمہ کردیں‌گے اور پوری پیداوار میں انقلابی تبدیلی لےآئیں‌گے، یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ عناصر جدید بڑے پیمانے کی صنعت کے پیداواری حالات

کے بطن میں پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں، اور یہ کہ ان کی نشو و نما میں موجودہ سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار رکاوٹ ڈالتی ہے۔ یہ چیزیں دیکھنے کے لئے پروشیائی حقوق کے دائرہ عمل کی بہ نسبت جہاں شراب اور شکر کی پیداوار ہی کلیدی صنعتیں ہیں اور جہاں تجارتی بحران کا مطالعہ کتابوں کے بازار کے حالات سے کیا جا سکتا ہے، حد نظر قدرے زیادہ وسیع ہونی ضروری ہے۔ یہ چیزیں دیکھنے کے لئے حقیقی بڑے پیمانے کی صنعت کے بارے میں اس کے تواریخی ارتقا کے اعتبار سے اور خصوصاً اس ملک میں اس کی موجودہ اصلی شکل کے اعتبار سے، کچھ معلومات ہونی ضروری ہیں جہاں اس کا اپنا وطن ہو اور جہاں اصل میں اس نے اپنے ارتقا کی ٹکسالی صورت اختیار کر لی ہو۔ پھر جدید سائنٹیفک سوشلزم کو مسخ کرنے کی کوشش کرنے اور اس کو ہر ڈیورنگ کی مخصوص پروشیائی سوشلزم تک گرانے کی بات کوئی خیال میں بھی نہیں لائیگا۔

ستمبر ۱۸۷٦ء سے جون ۱۸۷۸ء
تک لکھا گیا۔

اینگلس

"قدرت کی جدلیات" کا تعارف

(اقتباس)

انسان کے ساتھ ہم باب تاریخ میں داخل ہوتے ہیں۔ حیوانوں کی بھی ایک تاریخ ہوتی ہے، ان کے حسب نسب کی اور بتدریج ارتقائی منزلیں طے کرکے اپنی موجودہ حالت تک پہنچنے کی تاریخ۔ لیکن اس تاریخ کی تشکیل ان کے لئے ہوتی ہے اور جس حد تک وہ خود اس میں حصہ لیتے ہیں اس حد تک وہ ان کے علم یا خواهش کے بغیر ظہور میں آتی ہے۔ دوسری طرف انسان، محدود معنوں میں، حیوان سے جتنی زیادہ دور ہٹتا جاتا ہے، اتنا ہی زیادہ وہ اپنی تاریخ کی تشکیل، شعوری طور پر، خود کرتا ہے، اس کی تاریخ پر نامعلوم نتائج اور غیرمنضبط قوتوں کا اثر کم ہوتا جاتا ہے اور تواریخی نتیجہ پہلے سے مقررہ مقصد سے زیادہ صحیح مناسبت رکھتا ہے۔ لیکن اگر ہم اس پیمانے کا اطلاق انسان کی تاریخ پر، آجکل کی سب سے زیادہ ترقی‌یافتہ قوموں کی تاریخ پر بھی کریں تو دیکھتے ہیں کہ مجوزہ مقاصد اور حاصل شدہ نتائج کے درمیان اب بھی ایک زبردست خلیج حائل ہے، یہ کہ نامعلوم نتائج کا غلبہ ہے اور غیر منضبط قوتیں ان قوتوں سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں جو منصوبے کے مطابق حرکت میں لائی جاتی ہیں۔ اور جب تک لوگوں کی سب سے زیادہ لازمی تواریخی سرگرمی، وہ جس نے ان کو حیوانیت سے انسانیت کی بلند منزل میں پہنچا دیا ہے اور جو ان کی دوسری سرگرمیوں کی مادی بنیاد کی تشکیل کرتا ہے، یعنی ان کی گزر اوقات کے ذرائع کی پیداوار، یعنی آج کی سماجی پیداوار غیرمنضبط قوتوں کے غیرمطلوبہ اثرات کے عمل باہمی کی خاص طور پر نشانہ بنتی ہے اور مطلوبہ

مقصد محض بطور استثنا حاصل کر لیتی ہے، اور اکثر و بیشتر اس کے عین برعکس ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ ترقی یافتہ صنعتی ملکوں میں ہم نے قدرت کی قوتوں کو مطیع کرلیا اور ان کو نوع انسانی کی خدمت پر مامور کردیا ہے۔ اس طرح سے ہم نے پیداوار میں بےپناہ اضافہ کرلیا ہے۔ چنانچہ اب ایک بچہ بھی پہلے کے ایک سو بڑوں سے زیادہ پیداوار حاصل کرسکتا ہے۔ اور نتیجہ کیا ہے؟ عوام‌الناس کےلئے حد سے زیادہ کام کا بوجھ بڑھنا اور غریبی میں اضافہ اور ہر دس برس بعد زبردست تباہی۔ ڈارون (۹) نے جب یہ واضح کیا کہ آزاد مقابلے بازی، جہاد بقاؑ، جس پر اعلی‌ترین تواریخی کارگزاری کی حیثیت سے معاشیات داں خوشیاں مناتے ہیں، عالم‌حیوانات کی حسب‌معمول کیفیت ہے، تو ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ انہوں نے نوع انسانی پر اور خاص طور پر اپنے ہم‌وطنوں پر کس قدر بھرپور طنز کیا ہے۔ سماجی پیداوار کی شعوری تنظیم ہی، جس میں پیداوار اور تقسیم بامنصوبہ طریقے سے کی جاتی ہو، نوع انسانی کو سماجی اعتبار سے باقی عالم‌حیوانات سے اسی طرح بلند کر سکتی ہے جس طرح کہ عموماً پیداوار نے مخصوص حیاتیاتی اعتبار سے لوگوں کےلئے کیا ہے۔ تواریخی ارتقا اس قسم کی تنظیم کو روزبروز زیادہ ناگزیر کر رہا ہے، لیکن ساتھ ہی دن‌بدن زیادہ ممکن بھی۔ اس سے تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوگا، جس میں خود نوع انسانی، اور نوع‌انسانی کے ساتھ اس کی سرگرمی کی تمام شاخوں اور خصوصاً قدرتی سائنس میں ایسی پیش قدمی ہوگی کہ اس کے سامنے پہلے کی ہر چیز حقیر ہوکر رہ جائےگی۔

۱۸۷۳ء — ۱۸۸۳ء میں لکھا گیا۔ ۱۸۸۵ء — ۱۸۸۶ء میں الگ الگ ضمیمے شامل کر لئے گئے۔

اینگلس

فرانس اور جرمنی میں کسانوں کا مسئلہ

(اقتباس)

تو پھر، چھوٹے کسانوں کے بارے میں ہمارا رویہ کیا ہے؟ اپنے برسر اقتدار آنے کے دن ہمیں ان سے کیسے نبٹنا ہوگا؟

اول تو یہ کہ فرانسیسی پروگرام (۱۰) میں بالکل صحیح واضح کیا گیا ہے کہ: ہمیں پہلے ہی سے دکھائی دے رہا ہے کہ چھوٹے کسان کا خاتمہ ناگزیر ہے لیکن کسی بھی صورت میں ہمارا نصب العین یہ نہیں ہے کہ اپنی طرف سے دخل اندازی کرکے اس عمل کی رفتار بڑھا دیں۔

دوسرے یہ بات بھی اتنی ہی واضح ہے کہ جب ریاستی اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہوگا تو زبردستی بےدخل کرنے کی بات، جیسا کہ ہمیں بڑے مالکان اراضی کے معاملے میں کرنا پڑے گا، چھوٹے کسانوں کے بارے میں (قطع نظر اس کے کہ وہ بامعاوضہ ہو یا بلامعاوضہ) سوچیں گے بھی نہیں۔ چھوٹے کسانوں کے تعلق سے ہمارا فرض سب سے پہلے تو یہ ہے کہ ان کی نجی پیدوار اور نجی ملکیت کو بتدریج امدادباہمی کی پیداوار اور ملکیت میں تبدیل کر دیں، زبردستی نہیں بلکہ مثال کے زور سے اور اس مقصد کے لئے سماجی امداد فراہم کرکے۔ اور پھر بلاشبہ ہمارے پاس چھوٹے کسان کو وہ امکانی فائدے دکھانے کے بہت سارے ذرائع ہوں گے جو یقیناً آج بھی اس پر واضح ہونے چاہئیں۔

قریب قریب بیس برس ہوئے ڈنمارک کے سوشلسٹوں نے، جن کے ملک میں درحقیقت شہر صرف ایک — کوپن ہیگن — ہی ہے اور اس لئے انہیں اس کے باہر صرف کسانوں میں پروپیگنڈہ کرنے

پر تکیه کرنا پڑتا ہے، ایسے منصوبے پیش کئے تھے۔ کسی گاؤں یا حلقے کے کسانوں کو ــ ڈنمارک میں بہت سارے بڑے بڑے انفرادی کھیتی کے باڑے ہیں ــ اپنی زمین یکجا کرکے ایک بڑا فارم بنانا تھا تاکہ سب کے حساب میں اس پر کاشت کی جا سکے اور جو پیداوار حاصل ہو اسے زمین، زر اور محنت کے حصے کی مناسبت سے تقسیم کردیا جائے۔ ڈنمارک میں چھوٹی ارضی املاک کا محض ثانوی کردار ہے۔ لیکن اگر ہم اس تصور کا اطلاق چھوٹی چھوٹی ملکیتوں پر کریں تو دیکھیں گے کہ اگر انھیں یکجا کر لیا جائے اور مجموعی رقبے کو بڑے پیمانے پر زیرکاشت لایا جائے تو قوت محنت کا ایک حصہ جو ابھی تک برسرکار تھا، فاضل ہو جائےگا۔ محنت کی یہ بچت ہی بڑے پیمانے کی کاشتکاری کا ایک خاص اہم فائدہ ہے۔ اس قوت محنت کو دو طریقوں سے برسر کار کیا جا سکتا ہے۔ یا تو پڑوس کی بڑی بڑی جاگیروں سے مزید زمین لے لی جائے اور کسانوں کی امدادباہمی کی انجمن کے حوالے کردی جائے یا متاثر کسانوں کو ذیلی پیشے کی حیثیت سے، بنیادی طور پر اور جہاں تک ممکن ہو ان کے خود اپنے استفادے کے لئے، کوئی صنعت چلانے کا موقع دیا جائے۔ دونوں میں سے ہر ایک صورت میں ان کی معاشی حیثیت بہتر ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مرکزی سماجی ہدایت کار ادارے کو اس ضروری اثر و اختیار کی ضمانت ہو جاتی ہے کہ وہ کسانوں کی امداد باہمی کی انجمن کو افضل تر شکل میں تبدیل کردے، اور بحیثیت مجموعی پوری امداد باہمی کی انجمن کے نیز انفرادی طور پر اس کے اراکین کے اور پوری برادری کے دوسرے شعبوں کے حقوق اور فرائض برابر کر دے ہر مخصوص صورت میں عملاً اس کی تکمیل کس طرح ہوتی ہے، اس کا انحصار ہر صورتحال کے ماحول اور ان حالات پر ہوگا جن میں سیاسی اقتدار پر ہم قابض ہوں گے۔ ممکن ہے کہ اس طرح ہم امداد باہمی کی ان انجمنوں کو اور بھی زیادہ سہولتیں فراہم کرسکیں: ان کے رہن کے قرضوں کا سارا بوجھ قومی بینک خود اپنے اوپر لے لے اور ساتھ ہی ساتھ سود کی شرح ایکدم بڑی حد تک گھٹا دے؛ بڑے پیمانے کی پیداوار کے اہتمام کے لئے پبلک ذرائع سے قرض (جن کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ

نقدی ھی کی صورت میں ھوں، بلکہ مطلوبہ اشیائے پیداوار کی صورت میں بھی ھو سکتے ھیں جیسے مشینیں، مصنوعی کھادیں وغیرہ) اور دیگر سہولتیں۔

اھم بات یہ ھے اور رھیگی کہ کسانوں کے یہ ذھن‌نشین ھوجائے کہ ھم ان کے گھروں اور کھیتوں کو صرف اسی صورت میں بچاسکتے اور محفوظ رکھ سکتے ھیں جبکہ انھیں امداد باھمی کی ملکیت میں تبدیل کر دیں اور ان کا کاروبار امداد باھمی کی ذریعے چلائیں۔ انفرادی کاشتکاری ھی جو کہ انفرادی ملکیت سے مشروط ھوتی ھے کسانوں کو تباھی کی طرف لیجاتی ھے۔ اگر وہ انفرادی پیمانے پر کام کرنے کے لئے اصرار کریں‌گے تو ان کا اپنے مکانوں اور کھیتوں سے محروم ھونا ناگزیر ھوگا اور ان کے فرسودہ طریقۂ پیداوار پر بڑے پیمانے کی سرمایہ‌دارانہ پیداوار حاوی ھو جائیگی۔ یہ ھے سارا معاملہ۔ اب ھم پھنچتے ھیں اور کسانوں کو بڑے پیمانے کی پیداوار خود چلانے کا موقع دیتے ھیں، سرمایہ‌داروں کے حسابوں نھیں بلکہ ان کے خود اپنے، مشترک حساب میں۔ کیا واقعی کسانوں کو یہ سمجھانا ناممکن ھوگا کہ یہ ان کے خود اپنے مفاد میں ھے، کہ یہ ان کی نجات کا واحد ذریعہ ھے؟

چھوٹی چھوٹی زمینوں کے مالک کسانوں سے ھم نہ آج اور نہ آئندہ کبھی یہ وعدہ کرسکتے ھیں کہ ان کی انفرادی ملکیت اور انفرادی کاروبار سرمایہ‌دارانہ پیداوار کی زبردست قوت کے سامنے محفوظ رھیگی۔ ان سے ھم صرف اتنا وعدہ کرسکتے ھیں کہ طاقت کے بل بوتے پر، ان کی مرضی کے خلاف ان کے املاکی تعلقات میں دخل اندازی نھیں کریں‌گے۔ علاوہ‌ازیں ھم اس چیز کی وکالت بھی کرسکتے ھیں کہ چھوٹے کسانوں کے خلاف سرمایہ‌داروں اور بڑے زمینداروں کی جدوجھد اب سے کم از کم غیرمنصفانہ ذرائع اختیار کرے اور یہ کہ براہ‌راست ڈکیتی اور دھوکے بازی جو حد سے زیادہ روا رکھی جاتی ھے، جھاں تک ممکن ھو نہ ھونے دی جائے۔ اس میں ھمیں کامیابی صرف غیرمعمولی صورتوں ھی میں ھوگی۔ ترقی‌یافتہ سرمایہ‌دارانہ طریقۂ‌پیداوار کے تحت کوئی نھیں کھہ سکتا کہ دیانت‌داری کھاں ختم ھوتی ھے اور دھوکےبازی کھاں شروع ھوجاتی ھے۔ لیکن اس بات سے ھمیشہ قابل‌لحاظ فرق پڑےگا کہ سیاسی اقتدار دھوکے باز

کے ساتھ ہے یا فریب خوردہ کے ساتھ۔ ہم یقیناً قطعی طور پر چھوٹے کسان کے ساتھ ہیں۔ ہماری ہر ممکن کوشش یہی ہوگی کہ اس کی حالت زیادہ قابل برداشت ہو، اگر وہ راضی ہو تو امدادباہمی کی جانب اس کے عبور میں سہولت پیدا کریں اور اس کے لئے یہاں تک امکان پیدا کردیں کہ وہ اپنی ملکیت کی زمین پر مدت تک قابض رہے اور اگر وہ ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کرسکا ہے تو اچھی طرح سوچ بچار کرلے۔ ایسا ہم صرف اس لئے ہی نہیں کرتے کہ چھوٹا کسان جو خود اپنی محنت پر گزر اوقات کرتا ہو، اپنا ہی سمجھتے ہیں بلکہ پارٹی کا براہ‌راست مفاد بھی اسی میں ہے۔ ایسے کسانوں کی جنھیں ہم پرولتاریہ کی صفوں میں دھکیل دئے جانے سے بچا سکیں گے، جنھیں ہم اس دوران ہی میں اپنا حامی بنا لیں جبکہ وہ ابھی کسان ہی ہیں، تعداد جتنی زیادہ ہوگی، اتنی ہی جلدی اور آسانی سے سماجی تغیر و تبدل پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ ہمیں اس سے فائدہ نہیں ہوگا کہ اس تغیر و تبدل کا اس وقت تک انتظار کریں جبکہ سرمایہ‌دارانہ پیداوار ہر جگہ اپنے نتائج کی انتہائی شکلوں تک نشو و نما حاصل کرچکی ہو، جبکہ آخری چھوٹا دستکار اور آخری چھوٹا کسان بڑے پیمانے کی سرمایہ‌دارانہ پیداوار کا شکار بن جائے۔ کسانوں کے مفاد میں اس مقصد کے لئے جو مادی قربانی کی جائیگی اور پبلک فنڈ سے جو خرچ کیا جائیگا وہ سرمایہ‌دارانہ معیشت کے نقطۂ نظر سے، پیسے کی بربادی ہی تصور کی جا سکتی ہے، لیکن پھر بھی یہ بہترین سرمایہ کاری ہے، کیونکہ عام پیمانے پر ازسر نو سماجی تنظیم کے خرچے میں اس سے غالباً دس گنی بچت ہو جائیگی۔ اس لئے ان معنوں میں ہم کسانوں سے نہایت دریادلی برت سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے تفصیلی بحث کرنے، ٹھوس تجویزیں پیش کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے۔ یہاں ہم صرف عام اصولوں پر ہی بحث کر سکتے ہیں۔

چنانچہ پارٹی اور ساتھ ہی ساتھ چھوٹے کسانوں کو ہم اس سے زیادہ اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کہ ایسے وعدے کرلیں جو یہ تاثر تک پیدا کردیں کہ ہمارا ارادہ چھوٹی ملکیتوں کو دائمی طور پر برقرار رکھنے کا ہے۔ اس کے براہ‌راست معنی یہ ہوں گے کہ کسانوں کی نجات کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کردی جائیں، اور

پارٹی کو بیہوددشمن لڑائی دنگے کے معیار تک گرا دیا جائے۔ اس کے برعکس ہماری پارٹی کا فرض ہے کہ کسانوں پر یہ بات بار بار واضح کردے کہ جب تک سرمایہ‌داری کا دور دورہ ہے ان کی حالت کبھی بھی امیدافزا نہیں ہوگی، کہ ان کی چھوٹی چھوٹی ملکیتوں کو برقرار رکھنا قطعی ناممکن ہے، اور قطعی یقینی طور پر سرمایہ‌دارانہ بڑے پیمانے کی پیداوار ان کی چھوٹے پیمانے کی پیداوار کے ناکارہ فرسودہ نظام کو اس طرح کچل کر رکھدےگی جس طرح کہ ریل گاڑی ٹھیلے کو۔ ہم اگر ایسا کریں‌گے تو معاشی ارتقا کے ناگزیر رجحان کے مطابق عمل کریں‌گے اور ہمارے الفاظ چھوٹے کسانوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے میں ناکام نہیں رہیں‌گے۔

ضمناً یہ کہ اس موضوع کو میں اپنے اس یقین کامل کا اظہار کئے بغیر ختم نہیں کرسکتا کہ نانت پروگرام کے مصنفین کی بھی بنیادی طور پر وہی رائے ہے جو میری۔ ان کی دوراندیشی انہیں یہ سمجھائے بغیر نہیں رہ سکتی کہ وہ خطے بھی جو آج چھوٹی چھوٹی ملکیتوں میں تقسیم ہیں، مشترک ملکیت بن کر رہیں‌گے۔ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی ملکیتوں کو بالآخر غائب ہونا ہے۔ اسی طرح قومی کاؤنسل کی جو رپورٹ لافارگ (۱۱) نے مرتب کی اور نانت کی کانگرس میں پیش کی ہے وہ بھی اس نظریے سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔ جرمن زبان میں وہ برلن کے اخبار ’’سوزیال ڈیماکراٹ،، مورخہ ۱۸ اکتوبر سال رواں میں شائع ہوئی ہے۔ نانت پروگرام میں جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں ان کی متضاد نوعیت ہی اس حقیقت کو افشا کردیتی ہے کہ مصنفین نے واقعی جو کچھ کہا ہے وہ نہیں ہے جو کہنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کی بات سمجھی نہیں گئی اور ان کے بیانات کا غلط استعمال کیا گیا، جیسا کہ واقعی ہوچکا ہے، تو یہ یقیناً ان کا اپنا قصور ہے۔ بہرحال ان کو اپنے پروگرام کی وضاحت کرنی اور اگلی فرانسیسی کانگرس کو اس پر اچھی طرح نظرثانی کرنی ہوگی۔

اور اب ہم نسبتاً بڑے کسانوں کو لیتے ہیں۔ یہاں ورثے کی تقسیم کی وجہ سے اور ساتھ ہی ساتھ قرضداری اور زمین کی زبردستی فروخت کے باعث ہمیں درمیانی مرحلوں کا ایک پچرنگی نمونہ نظر آتا ہے، چھوٹی ملکیت والے کسان سے لیکر بڑی ملکیت والے کسان

تک جس نے اپنے پرانے ورثے کو برقرار رکھا یا اس میں اضافہ کیا۔ جہاں متوسط کسان چھوٹی ملکیت والے کسانوں کے درمیان رہتا ھے وھاں اس کے مفادات اور نظریات ان کے مفادات و نظریات سے زیادہ مختلف نہیں ھوں گے۔ وہ خود اپنے تجربے سے جانتا ھے کہ اس جیسے کتنے چھوٹے کسانوں کی صفوں میں جا پڑے ھیں۔ لیکن جہاں متوسط اور بڑے کسانوں کا غلبہ ھے اور فارموں کے کام کے لئے، عموماً، کھیت مزدور مردوں اور عورتوں کی مدد کی ضرورت ھوتی ھے، وھاں معاملہ قطعاً مختلف ھوتا ھے۔ مزدوروں کی پارٹی کو بلاشبہ، سب سے پہلے اجرتی مزدوروں کی جانب سے یعنی کھیت مزدور عورتوں اور مردوں اور دن کے دن کی مزدوری کرنے والوں کی طرف سے جدوجہد کرنی ھوتی ھے۔ کسانوں سے کوئی وعدے کرنے کی جن میں مزدوروں کی اجرتی غلامی جاری رہنے کا وعدہ بھی شامل ھے، یقینی طور پر ممانعت ھے۔ لیکن جب تک بڑے اور متوسط کسانوں کا وجود باقی ھے تب تک وہ اجرتی مزدوروں کے بغیر کام نہیں چلا سکتے۔ اس لئے اگر چھوٹی ملکیت والے کسانوں سے مستقل طور پر اسی طرح سے رہنے کا ھماری طرف سے وعدہ کیا جانا قطعی بےوقوفی ھوگی تو یہی وعدہ بڑے اور متوسط کسانوں سے کرنا غداری کی حدوں تک پہنچ جانے کے مترادف ھوگا۔

یہاں پھر ھمیں متوازی مثال شہروں کے دستکاروں کی ملتی ھے۔ مانا کہ وہ کسانوں کی بہ‌نسبت زیادہ تباہ و برباد ھوگئے ھیں، لیکن اب بھی ان میں کچھ ایسے ھیں جو شاگردوں کے علاوہ کاریگروں کو ملازم رکھتے ھیں یا جن کے لئے شاگرد کاریگروں کا کام انجام دیتے ھیں۔ ان دستکار مالکوں کو، جو اپنا وجود اسی طرح برقرار رکھنے کے خواھشمند ھیں چاھئے کہ یہود دشمنوں سے اپنی قسمتیں وابستہ کرلیں حتی کہ ان کو کامل یقین ھوجائے کہ انہیں وھاں سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی۔ باقی، جنھوں نے محسوس کرلیا ھے کہ ان کا طریقۂ پیداوار فنا ھوکر رھیگا، ھمارے حامی بنتے جا رھے ھیں اور اس کے علاوہ وہ آئندہ اپنی قسمتیں باقی تمام مزدوروں سے وابستہ کرنے کی تیاریاں کر رھے ھیں۔ بڑے اور متوسط کسانوں پر بھی یہی صادق آتا ھے۔ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ ھمیں خود ان کی بہ نسبت ان کے کھیت مزدور عورتوں اور مردوں

سے اور دن کے دن کی مزدوری پر کام کرنےوالوں سے زیادہ دلچسپی ہے۔ اگر یہ کسان اپنے کاروبار کے متواتر وجود کی ضمانت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کی ضمانت دینے کی حیثیت میں قطعی نہیں ہیں۔ ان کو پھر اپنی جگہ یہود دشمنوں میں، کسان لیگ والوں میں اور ایسی پارٹیوں میں تلاش کرنی چاہئے جنھیں ہر وعدہ کرلینے اور کسی کو بھی نہ نبھانے میں لطف آتا ہے۔ معاشیاتی اعتبار سے ہمیں قطعی یقین ہے کہ بڑے اور متوسط کسانوں کو اس طرح سرمایہ‌دارانہ پیداوار اور سمندر پار کے سستے اناج کے مقابلے میں لازمی طور پر ختم ہوجانا پڑےگا جیسا کہ ان کسانوں کی بڑھتی ہوئی قرضداری سے اور ہر جگہ ان کی معیشت کی نمایاں بربادی سے ثابت ہے۔ اس بربادی کے خلاف ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں کرسکتے کہ یہاں بھی فارموں کو یکجا کرنے اور امداد باہمی کی انجمنیں قائم کرنے کا مشورہ دیں جن میں اجرتی محنت کا استحصال دن بدن زیادہ مٹایا جا سکیگا اور رفتہ رفتہ وہ پیداوار کرنے والوں کی عظیم قومی امدادباہمی کی انجمن کی شاخوں میں تبدیل ہوجائیں‌گی جس میں ہر شاخ کے برابر کے حقوق اور فرائض مقرر ہوں‌گے۔ اگر یہ کسان اپنے موجودہ طریقۂ‌پیداوار کے ناگزیر خاتمے کو مخصوص کریں اور ضروری نتائج اخذ کرلیں تو وہ ہمارے پاس آئیں‌گے اور ہم پر فرض عائد کردیں‌گے کہ تبدیل شدہ طریقۂ پیداوار کی جانب عبور میں انہیں حتی‌الامکان سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کریں۔ ورنہ ہمیں ان کو اپنے حال پر چھوڑ دینا پڑےگا اور ان کے اجرتی مزدوروں کو مخاطب کرنا ہوگا، جن میں ہمدردی حاصل کرنے میں ہمیں ہرگز ناکامی نہیں ہوگی۔ بہت ممکن ہے کہ ہم یہاں بھی زبردستی بےدخل کرنے کا راستہ اختیار کرنے سے احتراز کرسکیں‌گے اور جہاں تک باقیوں کا سوال ہے، آئندہ معاشی تبدیلیوں پر تکیہ کریں‌گے کہ زیادہ کٹر لوگ بھی عقل کی بات مان لیں‌گے۔

صرف بڑی بڑی ارضی جاگیروں کا معاملہ سب سے زیادہ سہل ہے۔ یہاں ہمارا واسطہ کھلےبندوں سرمایہ‌دارانہ پیداوار سے ہوتا ہے اور ہمیں کسی قسم کی جھجک اور رکاوٹ نہ ہونی چاہئے۔ یہاں ہمارا آمنا سامنا دیہی پرولتاریہ سے جم غفیر کی شکل میں ہوتا

ہے اور ہمارا فرض واضح ہوجاتا ہے۔ سیاسی اقتدار ہاتھ میں لیتے ہی ہماری پارٹی کو بڑے بڑے مالکان اراضی کو بس بےدخل کر دینا ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ صنعت میں مالکان کو۔ اس بےدخلی کا معاوضہ دینا ہے یا نہیں، اس کا انحصار بڑی حد تک ہمارے اوپر نہیں بلکہ ان حالات پر ہوگا جن میں ہم اقتدار حاصل کریں گے، اور خاص طور پر اس رویے پر جو یہ حضرات، خود بڑے زمیندار اختیار کریں گے۔ معاوضے کو ہم کسی طرح بھی ایسی چیز تصور نہیں کرتے جس کی بہرصورت اجازت نہ ہو۔ مارکس نے مجھ سے کہا تھا (اور بارہا کہا تھا) کہ ان کی رائے میں اگر ان سب کے سب کو خریدا جا سکتا تو ہم بہت سستے چھوٹ جاتے۔ لیکن یہاں اس سے ہمارا واسطہ نہیں ہے۔ اس طرح سے برادری کے حوالے کی ہوئی بڑی بڑی جاگیروں کو ہمیں ان دیہی مزدوروں کے سپرد کردینا ہے جو اس وقت بھی اس پر کاشت کرتے آئے ہیں اور انہیں امدادباہمی کی انجمنوں میں منظم کرنا ہے۔ ان زمینوں کو ان کے لئے مقرر کردینا ہے کہ وہ برادری کے نظم و ضبط کے تحت انہیں استعمال کریں اور فائدہ اٹھائیں۔ ان کے حق ملکیت کی شرائط کیا ہوں گی، اس کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال سرمایہ‌دارانہ کاروبار کو سماجی کاروبار میں تبدیل کرنے کی یہاں پوری تیاری ہے اور اس کی راتوں رات تعمیل ہوسکتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح مسٹر کرپ یا مسٹر فان اسٹم کی فیکٹری میں۔ اور امداد باہمی کی ان زراعتی انجمنوں کی مثال چھوٹی ملکیت والے ان کسانوں میں سے ہر ایک بھی جو اب تک مزاحمت کر رہے ہوں اور یقیناً بعض بڑے کسانوں کو بھی امدادباہمی کی، بڑے پیمانے کی پیداوار کے فائدوں کا قائل کر دے گی۔

۱۵ اور ۲۲ نومبر ۱۸۹۴ء
کے دوران لکھا گیا۔

خطوط

مارکس کا خط بنام
جوزیف ویڈےمیئر

(اقتباس)

اب رہی میری بات، تو نہ جدید سماج میں طبقوں کی موجودگی دریافت کرنے کا سہرہ میرے سر ہے نہ ہی ان کے درمیان جدوجہد کا۔ مجھ سے مدتوں پہلے بورژوا مورخوں نے اس طبقاتی جدوجہد کے تواریخی ارتقا کا اور بورژوا معاشیات دانوں نے طبقوں کی معاشیاتی تشریح کا تفصیلی تذکرہ کیا تھا۔ نئی بات جو میں نے کی وہ یہ ثابت کرنا تھا کہ : (۱) طبقوں کا وجود محض پیداوار کے ارتقا کے مخصوص تواریخی ادوار سے وابستہ ہے (۲) طبقاتی جدوجہد کا لازمی نتیجہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے (۳) خود یہ ڈکٹیٹرشپ تمام طبقوں کے مٹنے اور بےطبقاتی سماج کی جانب عبور کی حیثیت رکھتی ہے۔

ھائنزین جیسے لاعلم کندۂناتراش، جو نہ صرف طبقاتی جدوجہد سے بلکہ طبقوں کے وجود تک سے انکار کرتے ہیں، صرف یہی ثابت کرتے ہیں کہ اپنی تمام روح فرسا بکواس اور انسان دوستانہ ھوابازیوں کے باوجود وہ ان تمام سماجی حالات کو جن کے تحت بورژوازی حکمرانی کرتی ہے، تاریخ کی حتمی پیداوار اور آخری حد تصور کرتے ہیں، اور یہ کہ وہ بورژوازی کے محض غلام ہیں۔

۵ مارچ ۱۸۵۲ء کو لکھا گیا۔

اینگلس کا خط بنام فلپ وان پاٹین
(مقیم نیویارک)

لندن

(اقتباس)

۱۸۴۵ء سے مارکس کا اور میرا نظریہ یہ رہا ہے کہ مستقبل کے پرولتاری انقلاب کے نتائج میں سے ایک اس سیاسی تنظیم کا رفتہ رفتہ تحلیل ہو جانا ہوگا جو ریاست کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ اس تنظیم کا خاص مقصد ہمیشہ یہ رہا ہے کہ مسلح طاقت کے ذریعے محنت کش اکثریت کو اقلیت کے ذریعے، جو دولت کی واحد مالک ہوا کرتی ہے، معاشی طور پر کچلے۔ دولت کی تنہا مالک اقلیت کے غائب ہو جانے کے ساتھ ساتھ مسلح استبداد کی طاقت یا ریاستی طاقت کی ضرورت بھی غائب ہو جاتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمارا نظریہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ مستقبل کے سماجی انقلاب کے یہ اور اس سے کہیں زیادہ اہم دوسرے مقاصد حاصل کرنے کے لئے مزدور طبقے کو سب سے پہلے ریاست کی منظم سیاسی طاقت پر قبضہ حاصل کرنا اور اس کی مدد سے سرمایہ دار طبقے کی مزاحمت کو کچلنا اور سماج کو ازسرنو منظم کرنا چاہئے۔ یہ بات ۱۸۴۷ء کے ''کمیونسٹ مینی فسٹو'' ہی کے دوسرے باب کے اختتامیے میں موجود ہے۔

۱۸ اپریل ۱۸۸۳ء کو لکھا گیا۔

اینگلس کا خط بنام اوٹو فان بوئی نک (مقیم برسلاؤ)

فوکسٹاؤن، متصل ڈوور

(اقتباس)

آپ کے سوالات کا میں صرف مختصراً اور عموماً ہی جواب دے سکتا ہوں، کیونکہ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے اس کے لئے تو بصورت دگر ایک دفتر چاہئے۔

۱۔ جسے ''سوشلسٹ سماج،، کہا جاتا ہے وہ میرے خیال میں کوئی ناقابل تغیر چیز نہیں ہے۔ دوسرے تمام سماجی نظاموں کی طرح اس کا تصور بھی مسلسل رد و بدل کی کیفیت میں کرنا چاہئے۔ موجودہ نظام سے اس کا اہم‌ترین فرق قدرتی طور سے ایسی پیداوار پر مشتمل ہے جس کی تنظیم تمام ذرائع پیداوار کو ابتدا سے الگ الگ قوم کی مشترک ملکیت ہونے کی بنیاد پر کی گئی ہو۔ اس تبدیلی کو کل ہی سے شروع کر دینا، مگر تعمیل بتدریج کرنا، مجھے قطعی ممکن معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات کہ ہمارے مزدور اس کی صلاحیت رکھتے ہیں، پیداوار کرنے والی اور صارفوں کی ان بہت ساری امداد باہمی کی انجمنوں سے ثابت ہوجاتی ہے جو انہوں نے قائم کر رکھی ہیں اور جنہیں اگر پولیس جان بوجھ کر تباہ و برباد نہیں کر ڈالتی، تو ان کی تنظیم بورژوا مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں جیسی ہی ہوتی ہے اور یہ ان کی بہ‌نسبت زیادہ دیانتداری سے چلائی جاتی ہیں۔ سوشلسٹ دشمن قانون (۱۲) کے خلاف ہمارے مزدوروں کی کامیاب جدوجہد میں جس سیاسی پختگی کا انہوں نے شاندار ثبوت فراہم کیا تھا اس کے بعد میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ جرمنی میں عوام الناس کی نافہمی کی بات کیسے کرسکتے ہیں۔ ہمارے نام نہاد دانشوروں کی سرپرستانہ اور گمراہ کن شیخی مجھے تو اس سے کہیں بڑی رکاوٹ معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں صنعتی و حرفتی تدبیروں کے ماہروں، زرعی معاشیات دانوں، انجنیروں، کیمیادانوں، تعمیرات کے ماہروں وغیرہ کی اب بھی کمی ہے، یہ درست ہے، مگر بدترین

صورت درپیش ہوئے پر انہیں ہم ہمیشہ خرید سکتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح سرمایہ‌دار انہیں خریدتے ہیں اور اگر ان میں سے چند غداروں کو — کیونکہ غدار موجود ضرور ہوں‌گے — عبرتناک مثال بنا دیا جائے تو ان کو اس میں اپنا ہی بھلا نظر آئیگا کہ ہمارے ساتھ دیانتداری سے پیش آئیں۔ لیکن ان ماہروں کے علاوہ جن میں اسکولوں کے استادوں کو بھی میں شامل کرتا ہوں، ہم دوسرے ”دانشوروں،، کے بغیر بخوبی کام چلا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر پارٹی میں اہل قلم اور طالب علموں کا بڑے پیمانے پر موجودہ داخلہ ان حضرات کو مناسب طریقے سے پابند نہ رکھنے کی صورت میں نقصان‌ده ہوسکتا ہے۔

دریائے ایلب کے مشرق میں جاگیرداروں کی بڑی بڑی جاگیریں مناسب ٹکنیکی رہنمائی میں روزینہ پر کام کرنےوالے موجودہ مزدوروں اور دوسرے ملازموں کو پٹے پر دی جا سکتی ہیں جو جاگیروں پر مشترکہ طور سے کام کریں‌گے۔ اگر کسی قسم کے فسادات ہوں‌گے تو مورد الزام صرف جاگیردار ہی ہوں‌گے جنھوں نے مدرسوں کے بارے میں ساری موجودہ قانون سازی کو پس پشت ڈال کر لوگوں کو وحشی بنا دیا ہے۔

سب سے بڑی رکاوٹ چھوٹے کسان اور وہ ضدی، حد سے زیادہ عقلمند دانشور ہیں جو جتنا کم سمجھتے ہیں اتنا ہی زیادہ یہ سوچتے ہیں کہ سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

عوام الناس میں ہمارے پیرووٗں کی تعداد کافی ہوجائے تو بڑی صنعتوں کو اور بڑے پیمانے کی جاگیروں پر کاشتکاری کو جلدی سے سماجی بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ سیاسی اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہو۔ باقی سب کچھ جلد یا بدیر عنقریب ہی ہوجائیگا۔ اور بڑے پیمانے کی پیداوار میں ہم سب کچھ اپنے طریقے پر کرنے لگیں‌گے۔

آپ نے یکساں بصیرت کے فقدان کا ذکر کیا ہے۔ یہ تو ہے — مگر ان دانشوروں میں جو امراٗ اور بورژوازی میں سے عبور کرکے آئے ہیں اور جنھیں شبہہ تک نہیں ہے کہ ابھی ان کو مزدوروں سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔

۲۱ اگست ۱۸۹۰ء کو لکھا گیا۔

ولادیمیر لینن

کارل مارکس

(اقتباس)

سوشلزم

یہ بات واضح ہے کہ سرمایہ‌دارانہ سماج کے ناگزیر طریقے سے سوشلسٹ سماج میں تبدیل ہوجانے کا نتیجہ مارکس نے مکمل طور پر، خالصاً اپنے زمانے کے سماجی ارتقا کے معاشی قانون سے اخذ کیا ہے۔ محنت کو سماجی بنانے کا عمل جو ہزاروں شکلوں میں روزافزوں رفتار سے بڑھ رہا ہے، اور مارکس کی وفات کے بعد سے اب تک نصف صدی کے دوران میں جس نے اپنے آپ کو نہایت نمایاں طریقے سے، بڑے پیمانے کی پیداوار، سرمایہ‌دارانہ ہم‌پیشہ انجمنوں، سینڈیکیٹوں اور ٹرسٹوں کی افزائش میں نیز مالیاتی سرمائے کی وسعت اور قوت میں زبردست اضافے کی شکل میں ظاہر کیا ہے، سوشلزم کے ناگزیر ظہور کی خاص مادی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس تغیر کی دانشورانہ اور اخلاقی قوت محرکہ اور اس کی تعمیل و تکمیل کرنے‌والا پرولتاریہ ہے جس کو خود سرمایہ‌داری نے تربیت دی ہے۔ بورژوازی کے خلاف پرولتاریہ کی جدوجہد جس کا اظہار طرح طرح کی شکلوں میں دن بدن زیادہ متنوع ماہیت میں ہوا کرتا ہے، ناگزیر طریقے پر ایک ایسی سیاسی جدوجہد بن جاتی ہے جس کا رخ پرولتاریہ کے سیاسی اقتدار حاصل کرنے (''پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ،،) کی طرف ہوتا ہے۔ پیداوار کو سماجی بنانے کا نتیجہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا کہ ذرائع پیداوار سماج کی ملکیت بن جائیں، ''بےدخل کرنےوالوں کو بےدخل کردیا جائے۔،، محنت کی کارگزاری میں زبردست اضافہ، کام کرنے کا نسبتاً مختصر دن، چھوٹے پیمانے کی، فرسودہ وضع کی اور منتشر پیداوار کی باقیات، کھنڈرات کی جگہ اجتماعی

اور اصلاح شدہ محنت کو مل جانا — یہ ہیں اس تغیر و تبدل کے براہ‌راست نتائج - زراعت اور صنعت کے درمیان جو رشتے ہوتے ہیں ان کو سرمایہ‌داری ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توڑ دیتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے افضل ترین ارتقا کے ذریعے وہ ان تعلقات کے نئے عناصر تخلیق کرتی ہے، صنعت اور زراعت کے درمیان اتحاد جو سائنس کے شعوری اطلاق اور اجتماعی محنت کے ارتکاز پر اور انسانی آبادی کی ازسرنو تقسیم پر مبنی ہوتا ہے (اور اس طرح دیہات میں تہذیبی پسماندگی، دنیا سے علحدگی اور بربریت کا اور بڑے شہروں میں لوگوں کے بے‌پناہ ہجوم کے ارتکاز، دونوں کا خاتمہ کردیتا ہے) - آجکل کی سرمایہ‌داری کی اعلی ترین صورتیں ایک نئی وضع کا کنبہ، اور عورتوں کے درجے اور نئی پود کی تربیت کے نئے حالات پیدا کرتی ہیں - عورتوں اور بچوں کی محنت، اور سرمایہ‌داری کے ہاتھوں کنبے میں پدری اقتدار کا خاتمہ جدید سماج میں انتہائی خوفناک، تباہ کن اور نفرت انگیز شکلیں ناگزیر طریقے پر اختیار کر لیتا ہے - پھر بھی ''جدید صنعت عورتوں کو، نوجوان افراد کو اور دونوں جنسوں کے بچوں کو، خانگی حلقے سے باہر، سماجی طور پر منظم پیداواری عمل میں ایک اہم حصہ دے کر، جیسا کہ وہ واقعی دیتی ہے، کنبے کی اور جنسوں کے درمیان تعلقات کی ایک بلندتر شکل کی نئی معاشی بنیاد تخلیق کرتی ہے - کنبے کی ٹیوٹانی مسیحی شکل کو قطعی سمجھنا یقیناً اتنا ہی مہمل ہے جتنا کہ اس نوعیت کا اطلاق قدیم روسی، قدیم یونانی یا مشرقی شکلوں پر کرنا، جو، علاوہ ازیں، بحیثیت مجموعی، تواریخی ارتقا کے تسلسل کو ظاہر کرتی ہیں- علاوہ ازیں یہ بات واضح ہے کہ اجتماعی کام کرنے‌والوں کے گروہ کی دونوں جنسوں اور تمام عمروں کے افراد پر مشتمل ہونے کی حقیقت، مناسب حالات کے تحت لازمی طور پر ارتقائے انسانی کا ایک سرچشمہ بن‌جائیگی؛ حالانکہ اپنی بلاارادہ ارتقائی، ناشائستہ سرمایہ‌دارانہ شکل میں جہاں پیداوار کے عمل کے لئے محنت کش کا وجود ہوتا ہے، محنت کش کے لئے پیداوار کے عمل کا نہیں، یہ حقیقت بے‌راہ روی اور غلامی کا وبائی سرچشمہ ہوتی ہے،، (''سرمایہ،، جلداول، تیرھویں باب کا اختتام)- فیکٹری کے نظام میں ''مستقبل کے لئے تعلیم کا جرثومہ موجود ہوتا ہے، اس تعلیم کا جو، ایک خاص عمر سے اوپر کے ہر بچے کے

لئے پیداواری محنت کو تعلیم اور ورزش سے ملا دیگی، سماجی پیداوار کی کارگزاری میں اضافہ کرنے کے ایک طریقے کی طرح ھی نہیں بلکہ پوری طرح نشو و نما حاصل کئے ہوئے انسان کی تخلیق کے واحد طریقے کی طرح بھی،، (ایضاً)۔ مارکس کی سوشلزم قومیت کے اور ریاست کے مسئلوں کو ایک ھی تواریخی بنیاد پر لےآتی ھے، ماضی کی وضاحت کرنے کے معنوں میں ھی نہیں بلکہ مستقبل کی جرأت آمیز پیش گوئی اور اس کے حصول کے جرأت آمیز عملی اقدام کے معنوں میں بھی۔ سماجی ارتقا کے بورژوا دور میں قومیں اس کی ایک ناگزیر پیداوار، ایک ناگزیر شکل ہوتی ھیں۔ ''قوم کے اندر اپنی تشکیل کئے بغیر،،' ''قومی،، (''اگرچہ بورژوا معنوں میں نہیں،،) ہوئے بغیر مزدور طبقہ طاقتور نہیں ھوسکتا تھا، پختگی حاصل نہیں کر سکتا تھا، تشکیل نہیں پا سکتا تھا۔ لیکن سرمایہ‌داری کا ارتقا قومی حدبندیوں کو دن‌پردن زیادہ توڑتا جاتا ھے، قومی علحدگی کو ختم کرتا ھے اور قومی مخالفتوں کی جگہ طبقاتی مخالفتوں کو دیدیتا ھے۔ اس لئے ترقی‌یافتہ سرمایہ‌دار ملکوں پر یہ بات قطعی طور سے صادق آتی ھے کہ ''محنت‌کشوں کا کوئی وطن نہیں ھوتا،، اور یہ کہ کم از کم تہذیب یافتہ ملکوں کے مزدوروں کا ''متحدہ عمل پرولتاریہ کی نجات کی اولین شرائط میں سے ایک ھے،، (''کمیونسٹ مینی‌فسٹو،،)۔ ریاست، جو کہ منظم جبر ھے، سماج کے ارتقا کی ایک خاص منزل میں ناگزیر طریقے پر وجود میں آئی تھی، جبکہ موخرالذکر ناقابل‌مصالحت طبقوں میں تقسیم ھوگیا تھا اور ایک ایسے ''بااختیار ادارے،، کے بغیر وجود میں نہیں رہ سکتا تھا جو ظاھرا سماج سے بالاتر ھو، اور ایک حد تک سماج سے علحدہ۔ طبقاتی تضادات کے نتیجے میں ریاست ''...سب سے زیادہ طاقتور، معاشی اعتبار سے حاوی طبقے کی ریاست بن جاتی ھے، جو ریاست کے وسیلے سے، سیاسی اعتبار سے بھی حاوی طبقہ بن‌جاتا ھے اور اس طرح سے کچلے ہوئے طبقے کو دبائے رکھنے اور اس کا استحصال کرنے کے ایسے نئے ذرائع حاصل ھوجاتے ھیں۔ چنانچہ زمانۂ قدیم کی ریاست، سب سے بڑھ‌کر تو غلاموں کو دبائے رکھنے کے لئے غلاموں کے مالکوں کی ریاست تھی۔ اسی طرح جس طرح کہ جاگیردارانہ ریاست زرخرید کسانوں کو گرفت میں رکھنے کے لئے طبقہ امرا کا ایک

وسیلہ، اور جدید نمائندہ ریاست سرمایہداروں کے ہاتھوں اجرتی محنت کشوں کے استحصال کا ایک آلۂ کار،، (اینگلس، ''خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز،، جس میں مصنف نے خود اپنے اور مارکس کے نظریات واضح کئے ہیں)۔ جمہوریت پسند جمہوریہ بھی، جو بورژوا ریاست کی سب سے زیادہ آزاد اور سب سے زیادہ ترقی پسند شکل ہوتی ہے، اس حقیقیت کو کسی طرح بھی نہیں مٹاتی بلکہ محض اس کی شکل میں اصلاح کرلیتی ہے (حکومت اور سٹےبازار کے درمیان تعلقات، حلقہ افسران اور اخبارات کی براہ‌راست یا بالواسطہ بےراہ روی، وغیرہ)۔ طبقوں کے خاتمے کی جانب لیجاتے ہوئے سوشلزم اس طرح ریاست کے خاتمے کی طرف بھی لیجائیگی۔ ''قاطع ڈیورنگ،، میں اینگلس لکھتے ہیں ''وہ اولین فعل جس میں ریاست حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو پورے سماج کا نمائندہ بنا لیتی ہے، سماج کی جانب سے ذرائع پیداوار کو قبضے میں کر لینا ہوتا ہے -- ساتھ ہی ساتھ ریاست کی حیثیت سے یہ اس کا آخری خودمختارانہ فعل بھی ہوتا ہے۔ یکے بعد دیگرے سماجی تعلقات کے شعبوں میں ریاستی اقتدار کی دخل اندازی فاضل بن جاتی ہے، اور پھر رفتہ رفتہ خود ہی غائب ہو جاتی ہے۔ اشخاص پر حکمرانی کی جگہ اشیاء اور پیداوار کے عوامل کا انتظام و انصرام لے لیتا ہے۔ ریاست کو ''مٹایا،، نہیں جاتا۔ وہ رفتہ رفتہ غائب ہو جاتی ہے،،۔ ''وہ سماج جو پیداوار حاصل کرنےوالوں کے آزاد اور مساوی تعلق اور رابطے کی بنیاد پر پیداوار کی تنظیم کرےگا، ریاست کے سارے کل‌پرزوں کو وہیں پہنچا دیگا جہاں اس کی جگہ ہے: آثار قدیمہ کے عجائب گھر میں، چرخے کے اور کانسے کی کلہاڑی کے پاس۔،، (اینگلس، ''خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز،،)۔

آخر میں جہاں تک چھوٹے کسانوں کی جانب، جو بےدخل کرنے والوں کی بےدخلی کے دور میں بدستور موجود رہیں‌گے، مارکس کی سوشلزم کے رویے کا تعلق ہے، ہمیں اینگلس کے اس بیان کا حوالہ دینا چاہئے جس میں مارکس کے نظریات کا اظہار کیا گیا ہے:

''...جب ریاستی اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہوگا تو زبردستی بےدخل کرنے کی بات، جیسا کہ ہمیں بڑے مالکان اراضی کے معاملے میں کرنا پڑےگا، چھوٹے کسانوں کے بارے میں (قطع نظر اس کے

که وہ باسعاوضہ ہو یا بلامعاوضہ) سوچیں گے بھی نہیں۔ چھوٹے کسانوں کے تعلق سے ہمارا فرض سب سے پہلے تو یہ ہے کہ ان کی نجی پیداوار اور نجی سلکیت کو بتدریج امدادباہمی کی پیداوار اور سلکیت میں تبدیل کر دیں، زبردستی نہیں بلکہ مثال کے زور سے اور اس مقصد کے لئے سماجی امداد فراہم کرکے۔ اور پھر بلاشبہ ہمارے پاس چھوٹے کسان کو وہ امکانی فائدے دکھانے کے بہت سارے ذرائع ہوں گے جو یقیناً آج بھی اس پر واضح ہونے چاہئیں۔'' (اینگلس: ''فرانس اور جرمنی میں کسانوں کا مسئلہ''، صفحہ ۱۷۔ الیکسیئیوا کا روسی ترجمہ، اصل ''نیو زائٹ'' میں شائع ہوئی)۔

جولائی --- نومبر ۱۹۱۴ء میں
لکھا گیا۔

حق خودارادیت پر مباحثے کا خلاصہ

(اقتباس)

۱ - سوشلزم اور قوموں کا حق خودارادیت

ہم دعوے کے ساتھ کہہ چکے ہیں کہ سوشلزم کے تحت قوموں کے حق خودارادیت کی تعمیل سے انکار کرنا سوشلزم سے غداری کرنے کے مترادف ہوگا۔ جواب میں ہم سے کہا جاتا ہے: ''حق خودارادیت کا کسی سوشلسٹ سماج پر اطلاق نہیں ہوتا،، ۔ فرق بنیادی قسم کا ہے۔ یہ عود کہاں سے کرتا ہے؟

ہمارے مخالفوں کی دلیل یہ ہوتی ہے: ''ہم جانتے ہیں کہ سوشلزم ہر قسم کے قومی استبداد کو مٹا دےگی کیونکہ وہ اس کا باعث بننے والے طبقاتی مفادات کو مٹا دیتی ہے...،، قومی استبداد کو مٹانے سے پہلے کے معاشی لوازمات کے متعلق، جنھیں سب ایک مدت ہوئے بخوبی جانتے ہیں جو ناقابل انکار ہیں، اس دلیل کا سیاسی استبداد کی شکلوں میں سے ایک کے متعلق، یعنی کسی ایک قوم کو دوسری کی ریاستی سرحدوں کے اندر زبردستی روکے رکھنے پر بحث سے کیا تعلق ہے؟ سیاسی مسائل سے دامن بچانے کے علاوہ یہ اور کچھ نہیں ہے! اور بعد کی دلیلیں ہمیں مزید قائل کر دیتی ہیں کہ ہمارا اندازہ درست تھا:

''یہ بات فرض کر لینے کا ہمارے پاس کوئی جواز نہیں ہے کہ معاشی اور سیاسی اکائی کی حیثیت سے قوموں کا سوشلسٹ سماج میں وجود برقرار رہیگا۔ بہت ممکن یہی ہے کہ وہ تہذیبی اور لسانیاتی اکائی کی حیثیت اختیار کر لے کیونکہ سوشلسٹ تہذیبی منطقے کی علاقائی تقسیم تو، بشرطیکہ اس کی تعمیل بھی کی جائے، محض پیداواری ضرورتوں کے مطابق ہی

کی جا سکتی ہے، مزیدبرآں، اس قسم کی تقسیم کے مسئلہ کا قدرتی طور پر صرف الگ الگ قومیں ہی، اور مکمل خودمختاری کے ساتھ ہی (جیسا کہ ''حق خودارادیت،، کے مطابق مطلوب ہوتا ہے)، فیصلہ نہیں کریں گی، بلکہ تمام متعلقہ باشندے مشترکہ طور پر فیصلہ کریں گے...،،

ہمارے پولستانی ساتھی خودارادیت کے بجائے مشترکہ ارادیت کے بارے میں اس آخری دلیل کو اس قدر پسند کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دعووں میں اسے تین بار دھرایا ہے۔ لیکن اکثر دھرانے سے اس اکتوبری (۱۳) اور رجعت پرست دلیل کو سوشل ڈیماکریٹی دلیل میں تبدیل نہیں کر دیتی کیونکہ تمام رجعت پرست اور بورژوا اپنی خاص ریاست کی سرحدوں کے اندر جن قوموں کو زبردستی شامل کر چکے ہیں ان کو اپنی قسمت کا ''فیصلہ مشترکہ طور پر،، مشترک پارلیمنٹ کے اندر کرنے کا حق دیتے ہیں۔ ولہلم ثانی (۱۴) بھی بلجیمیوں کو اس بات کا حق دیتے ہیں کہ وہ سلطنت جرمنی کی قسمت کا ایک مشترک جرمن پارلیمنٹ میں ''مشترکہ فیصلہ،، کریں۔

ہمارے مخالفین عین اسی واحد نکتے سے پہلوتہی کرتے ہیں جو زیر بحث ہے یعنی علحدگی اختیار کرنے کا حق۔ اگر یہ اتنا المناک مسئلہ نہ ہوتا تو واقعی بات مضحکہ‌خیز ہوتی!

ہمارے پہلے ہی دعوے میں کہا گیا ہے کہ مظلوم قوموں کی نجات میں سیاسی دائرے میں، دھرا تغیر و تبدل مضمر ہے: (۱) قوموں کی مکمل مساوات۔ اس پر کسی کو اختلاف نہیں ہوتا اور اس کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو ریاست کے اندر رونما ہوتا ہے؛ (۲) سیاسی علحدگی کی آزادی۔ اس میں حوالہ ریاستی سرحدوں کو متعین کرنے کا ہے۔ صرف اس پر ہی اختلاف رائے ہوتا ہے۔ لیکن عین اس کے بارے میں ہی ہمارے مخالفین خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ وہ نہ تو ریاست کی سرحدوں کے بارے میں کچھ سوچنا چاہتے ہیں نہ، یہاں تک کہ، خود ریاست کے بارے میں۔ یہ ایک وضع کی ''سامراجی معیشت پسندی،، ہے، ۱۸۹۴ء—۱۹۰۲ء کی پرانی ''معیشت پسندی،، کی طرح، جس میں حجت کچھ اس طرح ہوا

کرتی تھی : سرمایہ‌داری جیت گئی، اس لئے سیاسی سوالات وقت ضائع کرنے کے مترادف ہیں (۱۰) ۔ ساسراجیت جیت گئی، اس لئے سیاسی سوالات وقت ضائع کرنے کے مترادف ہیں! اس قسم کا بےسیاسی نظریہ مارکسازم کے لئے قطعی مخاصمانہ ہوتا ہے ۔

''گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر،، میں مارکس نے لکھا تھا : ''سرمایہ‌دار اور کمیونسٹ سماج کے درمیان ایک دور ایسا گزرتا ہے جس میں ایک کو دوسرے میں ڈھالنے کا انقلابی عمل انجام پاتا ہے ۔ اسی کی مناسبت سے ایک ایسا سیاسی عبوری دور بھی گزرتا ہے کہ اس دور کی ریاست پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹری کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی،، ۔ اب تلک اس سچائی کو سوشلسٹ بےچون وچرا تسلیم کرتے رہے ہیں۔ اس میں اس حقیقت کو تسلیم کرنا بھی شامل ہے کہ ظفرمند سوشلزم کے ارتقا کے بعد مکمل کمیونزم کی صورت اختیار کر لینے تک ریاست موجود رہیگی۔ ریاست کے رفتہ رفتہ غائب ہوجانے کے متعلق اینگلس کا مقولہ نہایت مشہور و معروف ہے ۔ پہلے دعوے میں ہم نے جان بوجھ کر زور دیا تھا کہ جمہوریت ریاست کی ایک شکل ہوا کرتی ہے جو اس وقت رفتہ رفتہ غائب ہو جائےگی جب ریاست رفتہ رفتہ غائب ہوگی۔ اور جب تک ہمارے مخالفین مارکسازم کی جگہ کسی وضع کے ''ناریاستی،، نقطۂ نظر کو نہیں دیدیتے اس وقت تک ان کی دلیلیں ایک بڑی بھاری غلطی کے مترادف ہوں‌گی۔

ریاست کے بارے میں بات کرنے کے بجائے (جس کے معنی ہیں سرحدیں متعین کرنے کے بارے میں بات کرنا) وہ ''سوشلسٹ ثقافتی منطقہ،، کی بات کرتے ہیں یعنی وہ جان بوجھ کر ایک ایسی اصطلاح منتخب کرتے ہیں جو ان معنوں میں غیرمتعین ہے کہ تمام ریاستی سوالات گڈمڈ ہوکر رہ جاتے ہیں! چنانچہ مضحکہ‌خیز رٹ لگائی جاتی ہے : اگر ریاست ہی کا وجود نہ ہو تو ظاہر ہے کہ سرحدوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا ۔ اس صورت میں پورا جمہوری سیاسی پروگرام غیر ضروری ہے ۔ اور جب ریاست ''رفتہ رفتہ غائب ہوجائیگی،، تو پھر کوئی جمہوریہ بھی نہ ہوگی ۔

جرمن جارحانہ قوم پرستی کے حامی لینش نے اپنے ان مضامین میں جن کا ذکر ہم نے اپنے دعوے شمارہ ۵ میں (ذیلی حاشیہ)

5*

کیا ہے، اینگلس کے مضمون ''پو اور رہائین،، کی ایک دلچسپ عبارت کا حوالہ دیا ہے۔ اس مضمون میں اینگلس نے اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا ہے کہ تواریخی ارتقا کے دوران میں جس نے متعدد چھوٹی چھوٹی اور پنپ نہ سکنے والی قوموں کو ہڑپ کر لیا، ''عظیم اور پنپ سکنے والی یورپی قوموں کی سرحدوں،، کا تعین روزافزوں پیمانے پر آبادی کی ''زبان اور ہمدردیوں،، کے ذریعے ہو رہا تھا۔ ان سرحدوں کو اینگلس نے ''قدرتی،، کہا ہے۔ یہی صورت یورپ میں ترقی پسند سرمایہ داری کے دور میں تھی جو قریب قریب ۱۸۴۸ء سے ۱۸۷۱ء تک کا تھا۔ جمہوری اعتبار سے متعین شدہ ان سرحدوں کو آج رجعت پسند، سامراجی سرمایہ داری دن بدن زیادہ بار توڑنے لگی ہے۔ تمام آثار اس بات کے ہیں کہ سامراجیت اپنی وارث، سوشلزم کے لئے یورپ میں اور دنیا کے دوسرے حصوں میں کم جمہوری سرحدوں اور متعدد ہتھیائے ہوئے علاقوں کا ترکہ چھوڑے گی۔ کیا یہ مان لیا جائے کہ ظفرمند سوشلزم، شروع سے آخر تک مکمل جمہوریت کو بحال کرتے اور اس کی تعمیل کرتے ہوئے ریاستی سرحدوں کی جمہوری طریقے سے نشان دہی کرنے سے باز رہیگی اور آبادی کی ''ہمدردیوں،، کو نظر انداز کر دےگی؟ ان مسائل کا صرف ذکر کر دینا ہی یہ بات واضح کرنے کو کافی ہوگا کہ ہمارے پولستانی ساتھی مارکسازم سے پھسل کر ''سامراجی معیشت پسندی،، کی جانب چلے جا رہے ہیں۔

پرانے ''معیشت پسند،، جو مارکسازم کا خاکہ اڑایا کرتے تھے، مزدوروں سے کہتے کہ ''صرف معیشت،، مارکسیوں کے لئے اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نئے ''معیشت پسندوں،، کا یہ خیال ہے کہ ظفرمند سوشلزم کی جمہوری ریاست کا وجود یا تو سرحدوں کے بغیر باقی رہیگا (جیسے کہ مادے سے بےنیاز ''مجموعۂ احساسات،،) یا تو ''صرف،، پیداوار کی ضرورتوں کے مطابق سرحدوں کی نشان دہی کی جائیگی۔ درحقیقت ان سرحدوں کی نشان دہی جمہوری طرز پر کی جائےگی یعنی آبادی کی مرضی اور ''ہمدردیوں،، کے مطابق۔ ان ہمدردیوں پر سرمایہ داری اپنی حکومت جتاتی ہے اور قوموں کے درمیان صلح صفائی کے راستے میں زیادہ رکاوٹیں پیدا کر دیتی ہے۔ طبقاتی استبداد کے بغیر پیداوار کی تنظیم کرکے،

ریاست کے تمام افراد کی فلاح و بہبود کی ضمانت کرکے آبادی کی ہمدردیوں کو کھل کر سامنے آنے کا سوشلزم موقع دیتی ہے اور اس طرح قوموں کے ایک دوسرے کے قریب کھنچ آنے اور باہم گھل مل جانے کو بڑھاوا دیتی اور اس عمل کی رفتار تیز کر دیتی ہے۔

بھاری اور بھدی ''معیشت پسندی،، سے قاری کو کچھ مہلت دینے کی نیت سے آئیے ایک ایسے سوشلسٹ ادیب کی دلیل کا حوالہ دیں جو ہماری بحث کے دائرے سے باہر ہیں۔ یہ ادیب ہیں اوٹو باؤر، جن کا خود اپنا ''ایک مرغوب ننھاسا نقطہ،، ہے، ''قومی اور تہذیبی خوداختیاری،، (۱۶) — لیکن جو بہت سارے بڑے اہم مسئلوں پر نہایت صحیح طریقے سے دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً اپنی تصنیف ''قومی مسئلہ اور سوشل ڈیما کریسی،، کے باب ۲۹ میں وہ سامراجی پالیسی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے قومی نظرئیے کے استعمال پر توجہ دلانے میں دوچند حق بجانب تھے۔ باب ۳۰ ''سوشلزم اور اصول قومیت،، میں وہ لکھتے ہیں:

''طاقت کے استعمال سے اپنی ترتیب و ترکیب کے اندر پوری قوموں کو سوشلسٹ برادری کبھی ہرگز بھی شامل نہیں کر سکے گی۔ ان عوام الناس کا تصور کیجئے جنھیں قومی ثقافت کی تمام نعمتیں حاصل ہوں، قانون سازی اور حکومت میں پورا پورا اور سرگرم حصہ لے رہے ہوں، اور آخر میں یہ کہ انہیں ہتھیار سہیا ہوں — تو کیا ایک ایسی قوم کو بزور قوت کسی اجنبی سماجی ادارے کی حکمرانی کے تابع کرنا ممکن ہوگا؟ سارے ریاستی اقتدار کا دار و مدار قوت اسلحہ پر ہوا کرتا ہے۔ آجکل کی عوامی فوج، میکانیکی خوش تدبیری کی بدولت اب بھی کسی متعین شخص، کنبے یا طبقے کی آلہ کار ہے بالکل اسی طرح جس طرح کہ ماضی میں سرداروں کی اور بھاڑے کی فوجیں ہوا کرتی تھیں۔ سوشلسٹ سماج کی جمہوریت پسند برادری کی فوج مسلح لوگوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا کرتی، کیونکہ وہ نہایت ہی تہذیب یافتہ لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو سوشلسٹ طرز کی کارگاہوں میں بلا جبر و اکراہ کام کرتے اور زندگی کے تمام شعبوں میں حصہ لیتے ہیں۔ ایسے حالات میں کسی اجنبی حکمرانی کا امکان غائب ہو جاتا ہے۔،،

5—2795

یہ درست ہے ۔ سرمایہ‌داری کے تحت قومی (یا کسی بھی دوسرے سیاسی) استبداد کو مٹانا غیرممکن ہے، کیونکہ اس کے لئے طبقوں کو ختم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے یعنی سوشلزم رائج کرنے کی۔ لیکن سوشلزم اگرچہ معاشیات پر مبنی ہوتی ہے پھر بھی اس کو صرف معاشیات تک ھی محدود نہیں کیا جاسکتا ۔ قومی استبداد کے خاتمے کے لئے ایک بنیاد یعنی سوشلسٹ پیداوار لازمی ہوتی ہے لیکن ضروری ہے کہ اس بنیاد پر جمہوری طریقے سے منظم ریاست، جمہوری فوج وغیرہ بھی ہو ۔ سرمایہ‌داری کو تبدیل کرکے سوشلزم کا قیام عمل میں لاکر پرولتاریہ قومی استبداد کا پورا خاتمہ کرنے کا امکان پیدا کرتی ہے ۔ یہ امکان ''صرف،، اس وقت حقیقت بنتا ہے جبکہ تمام شعبوں میں، جن میں آبادی کی ''ہمدردیوں،، کے مطابق ریاستی سرحدوں کی ازسرنو نشان‌دہی بھی شامل ہے، جس میں علیحدگی اختیار کرنے کی مکمل آزادی بھی شامل ہے، مکمل جمہوریت قائم ہو جائے ۔ اور اپنی باری میں اس انتہائی خفیف سی قومی چپقلش اور انتہائی خفیف قومی بےاعتمادی کو بھی عملی طور پر مٹایا جائیگا، قوموں کو روزافزوں تیزرفتاری سے ایک دوسرے کے قریب لانے اور آپس میں گھلنے ملنے کی بنیاد بن جائیگی جس کی تکمیل ریاست کے رفتہ رفتہ غائب ہوجانے پر ہو جائےگی۔ یہ ہے مارکسی نظریہ، وہ نظریہ جس سے ہمارے پولستانی ساتھی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر گریز کرگئے ھیں ۔

جولائی ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا ۔

ریاست اور انقلاب

(اقتباس)

پانچواں باب

ریاست کے رفتہ رفتہ غائب هوجانے کی معاشی بنیادیں

مارکس نے اس مسئلے کی انتہائی مکمل وضاحت ''گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر،، میں کی ہے (خط بنام براکے، مورخہ ۵ مئی ۱۸۷۵ء، صرف ۱۸۹۱ء میں ''نیو زائٹ،، جلد ۹، شمارہ ۱ میں شائع ہوا اور روسی میں ایک خاص اشاعت میں طبع ہوا)۔ اس قابل ذکر تصنیف کا مناظراتی حصہ جس میں لاسالیت کی تنقید موجود ہے، گویا کہ مثبت حصے پر یعنی کمیونزم کے ارتقا اور ریاست کے رفتہ رفتہ غائب ہوجانے کے درمیان تعلق کے تجزیے پر چھا گیا ہے۔

۱۔ مارکس نے اس قضیے کو کیسے پیش کیا

براکے کے نام مارکس کے خط مورخہ ۵ مئی ۱۸۷۵ء کا اور بیبل (۱۷) کے نام اینگلس کے خط مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۷۵ء سے جس پر ہم نے مندرجہ بالا سطروں میں غور کیا ہے، سرسری موازنہ کرنے سے ممکن ہے ایسا معلوم ہو کہ اینگلس کی بہ‌نسبت مارکس ''ریاست کے،، کہیں بڑے ''علمبردار تھے،، اور یہ کہ ریاست کے موضوع پر دونوں مصنفوں کے درمیان کافی اختلاف رائے تھا۔

اینگلس نے بیبل کو مشورہ دیا تھا کہ ریاست کے متعلق ساری بے‌معنی باتیں بند کی جائیں، پروگرام سے لفظ ''ریاست،، قطعی نکال ہی دیا جائے اور اس کی جگہ لفظ ''برادری،، استعمال کیا جائے۔ اینگلس نے یہاں تک کہا کہ کمیون اب لفظ کے مناسب معنوں میں ریاست کا مرادف نہیں رہ گیا ہے۔ پھر بھی مارکس نے ''کمیونسٹ

سماج میں آئندہ کی ریاست،، تک کا ذکر کیا ہے، یعنی کمیونزم کے تحت بھی وہ ریاست کی ضرورت کو تسلیم کرتے معلوم ہوتے ہیں۔

لیکن اس قسم کا نظریہ بنیادی طور پر غلط ہوگا۔ زیادہ قریب سے غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ ریاست اور اس کے رفتہ رفتہ غائب ہو جانے پر مارکس اور اینگلس کے نظریات میں قطعی یکسانیت تھی اور یہ کہ مارکس کے جس فقرے کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے وہ رفتہ رفتہ غائب ہوتی ہوئی ریاست سے منسوب ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ آئندہ ''رفتہ رفتہ غائب ہونے،، کے لمحے کی تخصیص کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لئے اور بھی کہ یہ ایک طویل عمل ہوگا۔ مارکس اور اینگلس کے درمیان بظاہر جو فرق ہے اس کا سبب یہ حقیقت ہے کہ ان کے زیر بحث موضوع اور پیش نظر مقاصد مختلف تھے۔ اینگلس چاہتے تھے کہ نقوش صاف صاف واضح کرکے، اور وسیع پیمانے کا ایک خاکہ پیش کرکے ریاست کے متعلق ان دنوں کے تعصبات کے (جن سے لاسال کچھ کم متفق نہیں تھے) قطعی حماقت کو بیبل پر واضح کردیں۔ اس مسئلے کا مارکس نے محض سرسری طور پر ذکر کیا کیونکہ اس وقت انہیں ایک اور موضوع یعنی کمیونسٹ سماج کے ارتقا سے دلچسپی تھی۔

مارکس کا پورا نظریہ ارتقا کے نظریے کا اطلاق — نہایت وضعدارانہ، مکمل، جچے تلے اور پرمغز انداز میں — جدید سرمایہ‌داری پر کرتا ہے۔ قدرتی بات ہے کہ مارکس کو اس نظریے کا سرمایہ‌داری کی متوقع مسماری اور مستقبل کے کمیونزم کے آئندہ ارتقا دونوں پر اطلاق کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔

تو پھر مستقبل کے کمیونزم کے آئندہ ارتقا کے مسئلے کی کن حقائق کی بنیاد پر وضاحت کی جا سکتی ہے؟

اس حقیقت کی بنیاد پر کہ اس کا آغاز سرمایہ‌داری میں ہوتا ہے، کہ اس کا تواریخی ارتقا سرمایہ‌داری سے ہوتا ہے، یہ کہ وہ اس سماجی قوت کے عمل کا نتیجہ ہے جسے سرمایہ‌داری نے جنم دیا ہے۔ مارکس کی جانب سے اس کوشش کا کہیں شائبہ تک نظر نہیں آتا کہ کوئی خیالی دنیا بسائیں، جو چیز دریافت نہیں کی جاسکتی اس کے بارے میں خواہ مخواہ خیال آرائیاں کریں۔ مارکس نے کمیونزم

کے قضیے پر اسی طرح غور کیا ہے جیسے کہ کوئی ماہر حیوانات و نباتات مثلاً کسی نئی حیاتیاتی قسم کی نشو و نما کے مسئلے کی تفصیل اس وقت واضح کرے جبکہ ایک بار اس کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس کا آغاز کس طرح سے ہوا تھا اور یہ اس قطعی سمت میں تغیر و تبدل کی منزلیں طے کررہی ہے۔

شروع ہی میں مارکس نے ریاست اور سماج کے درمیان تعلق کے مسئلے پر گوتھا پروگرام کی پیدا کی ہوئی گڑبڑ کا صفایا کر دیا۔ انھوں نے لکھا:

''عہد حاضرہ کا سماج، وہی سرمایہ دارانہ سماج ہے جو تقریباً تمام مہذب ملکوں میں قائم ہے، وسطی زمانے کے رگ و ریشے سے کم و بیش پاک ہے، اور ہر ایک ملک جو تھوڑا بہت ترقی‌یافتہ ہے، اس کے خاص تاریخی حالات کے مطابق تھوڑی بہت تبدیلی بھی قبول کر چکا ہے۔ لیکن ''عہد حاضرہ کی ریاست،، کو دیکھئے تو وہ ہر ملک کی سرحدوں کے ساتھ ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ پروشیا جرمن سلطنت میں وہ کچھ اور ہے، سوئٹزرلینڈ میں کچھ اور، انگلینڈ میں اس کی حالت ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے مختلف ہے۔ مطلب یہ کہ ''عہد حاضرہ کی ریاست،، محض ایک افسانہ ہے۔

مختلف تہذیب یافتہ ملکوں کی مختلف ریاستوں میں رنگ روپ کا چاہے کتنا ہی فرق پڑتا ہو، تاہم ان سبھوں میں ایک یہ بات مشترک ہے کہ ان کی بنیاد نئے زمانے کے بورژوا سماج پر ہے، کسی میں سرمایہ‌دارانہ ترقی زیادہ ہوئی ہے، کسی میں کم۔ اسی لئے ان کی بعض خاصیتیں بھی مشترک ہیں۔ صرف ان معنوں میں ''عہد حاضرہ کی ریاست،، کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے کہ وہ آئندہ کی اس ریاست سے الگ چیز ہے جب اس کی جڑ بنیاد، یعنی بورژوا سماج مر چکا ہوگا۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: کمیونسٹ سماج میں ریاست کی کایاکلپ کیسی ہوگی؟ دوسرے لفظوں میں سوال یہ ہے کہ تب وہ کونسی سماجی کارگزاریاں رہ جائیں‌گی جو آج کی سرکاری کارگزاریوں سے میل کھاتی ہیں؟ اس سوال کا صرف علمی جواب دیا جا سکتا ہے۔ ہزاروں بار اگر لفظ ''جمہور،، کو لفظ ''ریاست،،

کے ساتھ ملایا جائے، تب بھی ہم اس مسئلے کے حل کے بال برابر نزدیک نہیں پہنچیں گے...،،

اس طرح سے ''عوامی ریاست،، کے بارے میں ساری زبانی جمع خرچ کا مذاق اڑانے کے بعد مارکس نے قضیے کی تشکیل کی اور گویا کہ خبردار کیا کہ جو لوگ اس کے علمی جواب کے متلاشی ہیں ان کو صرف مصدقہ علمی معلومات سے استفادہ کرنا چاہئے۔

ارتقا کے پورے نظریے سے بحیثیت مجموعی سائنس سے جس پہلی حقیقت کی انتہائی صحت کے ساتھ توثیق ہوچکی ہے — وہ حقیقت جسے افسانوی دنیا میں رہنےوالوں نے نظر انداز کر دیا تھا اور جسے آجکل کے موقع پرست، جنھیں سوشلسٹ انقلاب سے ڈر لگتا ہے، نظرانداز کررہے ہیں — یہ ہے کہ تواریخی اعتبار سے، بلاشبہ ایک خاص منزل یا ایک خاص سرحلہ سرمایہ‌داری سے کمیونزم کی جانب عبور کا ضرور ہونا چاہئے۔

۲ - سرمایہ‌داری سے کمیونزم کی جانب عبور

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مارکس نے کہا تھا:

''...سرمایہ‌دار اور کمیونسٹ سماج کے درمیان ایک دور ایسا گزرتا ہے جس میں ایک کو دوسرے میں ڈھالنے کا انقلابی عمل انجام پاتا ہے۔ اسی کی مناسبت سے ایک ایسا سیاسی عبوری دور بھی گزرتا ہے کہ اس دور کی ریاست پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹری کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی...،،

مارکس نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس کو جدید سرمایہ‌دارانہ سماج میں پرولتاریہ جو کردار ادا کرتا ہے اس کے تجزیے پر، اس سماج کے ارتقا سے متعلق معلومات پر اور پرولتاریہ اور بورژوازی کے مخالفانہ ناقابل مصالحت مفادات پر مبنی کیا ہے۔

پہلے قضیہ یوں بیان کیا جاتا تھا: اپنی نجات کے لئے پرولتاریہ کو بورژوازی کا تختہ پلٹ دینا چاہئے، سیاسی اقتدار حاصل کر لینا چاہئے اور اپنی انقلابی ڈکٹیٹرشپ قائم کردینی چاہئے۔

اب قضیه قدرے مختلف انداز میں مرتب کیا جاتا ہے : سرمایہ‌دارانہ سماج کا — جو کمیونزم کی جانب تغیرپذیر ہے — کمیونسٹ سماج میں عبور ایک ''سیاسی عبوری دور،، کے بغیر ناممکن ہے اور اس مدت میں ریاست پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹرشپ ہی ہو سکتی ہے۔

تو پھر اس ڈکٹیٹرشپ کا جمہوریت سے کیا تعلق ہے؟

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ''کمیونسٹ پارٹی کا مینی‌فسٹو،، دونوں تصورات کو پہلو بہ پہلو محض پیش کر دیتا ہے : ''پرولتاریہ کو حکمراں طبقے کے مقام تک بلند کرنا،، اور ''جمہوریت کا معرکہ جیت لینا،،۔ مندرجہ بالا سطور میں جو کچھ کہا جا چکا ہے اس سب کی بنیاد پر اس بات کا زیادہ صحیح اور صاف تعین کرنا ممکن ہے کہ سرمایہ‌داری سے کمیونزم کی جانب عبور میں جمہوریت کیسے بدلتی ہے۔

سرمایہ‌دارانہ سماج میں، بشرطیکہ وہ انتہائی موافق حالات میں نشو و نما حاصل کرے، جمہوریت پسند جمہوریہ میں کم و بیش مکمل جمہوریت ہوتی ہے۔ لیکن سرمایہ‌دارانہ استحصال کی مقرر کی ہوئی تنگ حدوں سے یہ جمہوریت ہمیشہ محصور رہتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عملاً ہمیشہ ایک اقلیت کی جمہوریت رہتی ہے، صرف صاحب املاک طبقوں کے لئے، صرف مالداروں کے لئے۔ آزادی سرمایہ‌دارانہ سماج میں ہمیشہ قریب قریب ویسی ہی رہتی ہے جیسی کہ قدیم یونانی جمہوریوں میں : مالکان غلامان کے لئے آزادی۔ سرمایہ‌دارانہ استحصال کے حالات کے باعث جدید اجرتی غلام محتاجگی اور مفلسی سے اتنے کچلے ہوئے ہیں کہ ان کو ''جمہوریت کی کوئی پروا نہیں ہوتی،، ''سیاست کی کوئی پروا نہیں ہوتی،،۔ معمولی، پرامن حالات میں آبادی کی اکثریت کو سماجی اور سیاسی زندگی میں شرکت سے محروم رکھا جاتا ہے۔

اس بیان کی صحت کی غالباً سب سے زیادہ واضح تصدیق جرمنی کی مثال سے ہوتی ہے کیونکہ آئینی قانونیت وہاں قابل‌ذکر طویل عرصے تک — قریب قریب نصف صدی (۱۸۷۱ء تا ۱۹۱۴ء) — قائم رہی اور اس مدت میں سوشل ڈیماکریٹوں نے ''قانونیت سے استفادہ کرنے،، کے سلسلے میں دوسرے ملکوں کی بہ‌نسبت کہیں زیادہ کچھ حاصل کر لیا اور دنیا میں کہیں اور کی بہ نسبت مزدوروں کے زیادہ بڑے حصے کو ایک سیاسی جماعت میں منظم کر لیا۔

سیاسی اعتبار سے باشعور اور سرگرم عمل اجرتی غلاموں کا یہ سب سے بڑا تناسب کیا ہے جو اب تک سرمایہ‌دارانہ سماج میں دیکھنے میں آیا ہے؟ سوشل ڈیماکریٹک پارٹی کے دس لاکھ میمبر — ڈیڑھ کروڑ اجرتی مزدوروں میں سے! مزدور سبھاؤں میں منظم تیس لاکھ — ڈیڑھ کروڑ میں سے!

ایک حقیر اقلیت کے لئے جمہوریت، مالداروں کے لئے جمہوریت — یہ ہے جمہوریت سرمایہ‌دارانہ سماج کی۔ اگر ہم سرمایہ‌دارانہ جمہوریت کے کل پرزوں کا زیادہ غور سے مشاہدہ کریں تو ہمیں ہر جگہ، حق رائے دہی کی ''چھوٹی چھوٹی،، — مفروضہ چھوٹی چھوٹی — تفصیلوں میں (سکونت کی شرط، عورتوں کا استثنا وغیرہ)، نمائندہ اداروں کے طریق‌کار میں، حق اجتماع کی راہ میں عملی رکاوٹیں (عمارات عامہ ''کنگالوں،، کے لئے نہیں ہوا کرتیں!) روزناموں کی خالص سرمایہ دارانہ تنظیم وغیرہ وغیرہ میں — جمہوریت پر ایک پابندی کے بعد دوسری پابندی لگی نظر آتی ہے۔ غریبوں کے لئے یہ پابندیاں، مستثنات، اخراج، رکاوٹیں بظاہر معمولی لگتی ہے، خصوصاً ان لوگوں کو جن کا حاجتمندی سے کبھی سابقہ نہیں پڑا اور ایک زندہ ھجوم کی شکل میں مظلوم طبقوں سے جن کا کبھی قریبی تعلق نہیں رہا ہے (اور اگر سو میں سے ننانوے نہیں تو دس میں سے نو بورژوا انشا پرداز اور سیاستداں اسی زمرے میں آتے ہیں) لیکن ان بندشوں کا میزان کل یہ ہوتا ہے کہ غریب بھینچ بھانچ کر سیاست سے، جمہوریت میں عملی شرکت سے محروم کر دئے جاتے ہیں۔

مارکس نے جب کمیون کے تجربے کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ چند برسوں میں ایک بار مظلوموں کو یہ فیصلہ کرنے کا حق ملتا ہے کہ ظالم طبقے کے کونسے مخصوص نمائندے ان کو کچلیں گے اور پارلیمنٹ میں ان کی نمائندگی کریں گے، تو وہ سرمایہ‌دارانہ جمہوریت کی اصلیت کو گرفت میں لے آئے تھے!

لیکن اسی سرمایہ‌دارانہ جمہوریت سے — جو ناگزیر طریقے سے تنگ ہوتی ہے اور چپکے سے غریب کو دھکہ دیکر ایک طرف کر دیتی ہے، اور اس لئے سراسر فریبی اور جھوٹی ہوتی ہے — اعتدال‌پسند اور پیٹی بورژوا موقع‌پرست ہم کو جو یقین دلانا چاہتے ہیں اس کے برعکس ''عظیم سے عظیم‌تر جمہوریت،، کی جانب ارتقائی

پیش‌قدمی سادگی سے، براہ‌راست اور روانی کے ساتھ نہیں ہوتی۔ نہیں، ارتقائی پیشقدمی یعنی کمیونزم کی طرف پیش قدمی پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے وسیلے سے ہوتی ہے اور اس کے علاوہ کسی اور طرح نہیں ہو سکتی کیونکہ سرمایہ‌دارانہ استحصال کرنےوالوں کی مزاحمت کوئی اور یا کسی اور طریقے سے نہیں توڑ سکتا۔

اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ یعنی ظالموں کی سرکوبی کے لئے حکمراں طبقے کی حیثیت سے مظلوموں کے ہراول کی تنظیم محض جمہوریت کی توسیع نہیں کرسکتی۔ جمہوریت کی زبردست توسیع کے ساتھ ہی ساتھ، جو پہلی بار غریبوں کے لئے جمہوریت، عوام کے لئے جمہوریت کی شکل اختیار کرتی ہے زرداروں کےلئے جمہوریت کی نہیں، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ ظالموں، استحصال کرنےوالوں، سرمایہ‌داروں پر سلسلےوار پابندیاں عائد کر دیتی ہے۔ نوعِ انسانی کو اجرتی غلامی سے نجات دلانے کی غرض سے ہمیں ان کو دبا دینا چاہئے، ان کی مزاحمت بزور کچل دینی چاہئے۔ صاف ظاہر ہے کہ جہاں کسی کو دبا دیا جائے اور جہاں تشدد ہو وہاں آزادی نہیں ہوتی، جمہوریت نہیں ہوتی۔

اینگلس نے اس کا اظہار اپنے ببیل کے نام اپنے خط میں نہایت خوبی کے ساتھ کیا تھا، جبکہ انہوں نے، جیسا کہ قارئین کو یاد ہوگا، کہا تھا کہ ’’پرولتاریہ کو ریاست کی ضرورت ہے، آزادی کے مفاد کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ اپنے حریفوں کو دبائے رہے، اور جیسے ہی آزادی کی بات کرنا ممکن ہوتا ہے ویسے ہی خود ریاست ہی کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔‘‘

لوگوں کی بھاری اکثریت کے لئے جمہوریت اور لوگوں کا استحصال کرنے والوں اور دبانے والوں کو بزور کچلنا یعنی جمہوریت سے خارج کرنا — یہ ہے وہ تبدیلی جو جمہوریت میں سرمایہ‌داری سے کمیونزم کی جانب عبور کے دوران میں رونما ہوتی ہے۔

صرف کمیونسٹ سماج ہی میں، جبکہ سرمایہ‌داروں کی مزاحمت مکمل طور پر کچلی جاچکی ہو، جب سرمایہ‌دار غائب ہو چکے ہوں، جب کوئی طبقے موجود نہ ہوں (یعنی جبکہ سماجی ذرائع پیداوار سے سماج کے ارا کین کے تعلق کے اعتبار سے ان کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ ہو) صرف تب ہی ’’ریاست... کا وجود ختم ہو

جاتا ہے اور آزادی کی بات کرنا ممکن ہوتا ہے،،۔ صرف تب ہی حقیقی معنوں میں مکمل جمہوریت ممکن ہو جائیگی اور حاصل کرلی جائیگی، ایسی جمہوریت جس میں کسی قسم کے کوئی مستثنات نہیں ہوں گے۔ اور صرف تب ہی جمہوریت رفتہ رفتہ غائب ہونے لگے گی، اس سادہ سی حقیقت کی بنا پر کہ سرمایہ دارانہ غلامی سے، سرمایہ دارانہ استحصال کی ناقابل بیان ہولناکی، حیوانیت، لغویت اور نفرت انگیزی سے آزادی حاصل کر لینے کے بعد لوگ رفتہ رفتہ سماجی میل جول کے ان ابتدائی قواعد و ضوابط کی تعمیل کرنے کے عادی ہو جائیں گے جن کا صدیوں سے علم ہے اور جو ہزارہا برس سے تمام کتابی اصولوں میں دھرائے جا رہے ہیں۔ وہ ان کی زور زبردستی کے بغیر، کسی کی ماتحتی کے بغیر، جبر کے اس خاص وسیلے کے بغیر جسے ریاست کہتے ہیں، تعمیل کرنے کے عادی ہوجائیں گے۔

''ریاست کے رفتہ رفتہ غائب ہوجانے،، کا فقرہ نہایت خوبی کے ساتھ منتخب کیا گیا ہے کیونکہ اس سے عمل کے بتدریج اور بلاارادہ رونما ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ صرف عادت ہی ایسی تاثیر ہوسکتی ہے اور بلاشبہ ہے، کیونکہ لاکھوں موقعوں پر ہم اپنے اطراف و جوانب میں دیکھتے ہیں کہ جب کوئی استحصال نہیں ہوتا، جب کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جس پر غصہ آئے، احتجاج اور بغاوت کے جذبات بھڑکیں اور جو یہ ضرورت پیش کرے کہ کسی چیز کو دبایا جائے، تو لوگ سماجی میل جول کے ضروری قواعد کی تعمیل کے لئے کس قدر آمادگی کے ساتھ عادی ہو جاتے ہیں۔

اور اس طرح سرمایہ دارانہ سماج میں جو جمہوریت ہوتی ہے وہ کوتاہ، ناقص، جھوٹی ہوتی ہے، ایسی جمہوریت جو صرف مالداروں کے لئے، اقلیت کے لئے ہوتی ہے۔ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ، کمیونزم تک عبور کا دور پہلی بار عوام کے لئے، اکثریت کے لئے جمہوریت کی تخلیق اور ساتھ ہی ساتھ استحصال کرنےوالوں پر، اقلیت پر ضروری پابندی عائد کریگا۔ صرف کمیونزم ہی درحقیقت مکمل جمہوریت فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ جس قدر کامل ہوگا اتنی ہی جلدی وہ غیر ضروری ہوجائیگی اور اپنے آپ ہی رفتہ رفتہ غائب ہوجائے گی۔

بہ الفاظ دگر سرمایہ‌داری کے تحت ریاست معنوی اعتبار سے اپنی مناسب شکل میں ہوتی ہے یعنی ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے طبقے کے اور سب سے زیادہ یہ کہ اقلیت کے ہاتھوں اکثریت کے کچلے جانے کی ایک خاص کل ہوتی ہے۔ قدرتی بات ہے کہ استحصال کرنے والی اقلیت کے ہاتھوں لوٹی کھسوٹی جانے والی اکثریت کو باقاعدگی کے ساتھ کچلنے جیسے فرض منصبی کی انجام دہی میں انتہائی بے رحمی اور حیوانیت برتنے کی ضرورت ہوتی ہے، خون کے ایک سمندر کی ضرورت ہوتی ہے جس میں سے نوع انسانی غلامی، زرخرید کسانوں کے نظام اور اجرتی غلامی کے حالات میں گزر کر اپنا راستہ طے کرتی ہے۔

اس کے علاوہ سرمایہ‌داری سے کمیونزم کی جانب عبور کے دوران میں امتناع پھر بھی ضروری ہوتا ہے، لیکن اب امتناع استحصال کرنے والی اقلیت پر لوٹی کھسوٹی جانے والی اکثریت کی طرف سے عائد ہوتا ہے۔ امتناع کے لئے ایک خاص آلے، ایک خاص مشین کی، ''ریاست،، کی اب بھی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اب یہ ایک عبوری ریاست ہوتی ہے۔ اب یہ معنوی اعتبار سے صحیح ریاست نہیں رہ‌جاتی کیونکہ گذشتہ کل کے اجرتی غلاموں کی اکثریت کے ہاتھوں، استحصال کرنے والوں کی اقلیت پر امتناع کا عائد کیا جانا نسبتاً اتنا آسان، سادہ اور قدرتی کام ہوتا ہے کہ اس کی بدولت اس سے کہیں کم خون خرابہ ہوگا جو کہ غلاموں، زرخرید کسانوں یا اجرتی مزدوروں کی بغاوتوں کو کچلنے میں ہوا کرتا تھا اور اس پر نوع انسانی کا صرفہ بھی کہیں کم ہوگا۔ اور آبادی کی اس قدر غالب اکثریت تک جمہوریت کی توسیع سے یہ بات مطابقت رکھتی ہے کہ امتناع عائد کرنے کی خاص مشین کی ضرورت غائب ہونی شروع ہو جائے۔ قدرتی بات ہے کہ استحصال کرنے والے اس کام کو انجام دینے کی نہایت پیچیدہ مشین کے بغیر عوام کو دبا نہیں سکتے لیکن عوام نہایت ہی سادہ ''مشین،، کے ذریعے، قریب قریب بغیر کسی ''مشین،، کی مدد کے، بغیر کسی خاص آلے کے، مسلح عوام کی معمولی تنظیم (ہم تو ذرا آگے بڑھ کر کہیں گے کہ مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتوں) کے ذریعے بھی استحصال کرنے والوں کو دبا سکتے ہیں۔

آخر میں یہ کہ صرف کمیونزم ہی ریاست کو قطعی غیرضروری بنا دیتا ہے کیونکہ اس کے تحت ایسا کوئی نہیں ہوتا جسے دبایا جائے - ''کوئی نہیں،، طبقے کے اعتبار سے، آبادی کے ایک قطعی حلقے کے خلاف باقاعدہ جدوجہد کے اعتبار سے- ہم افسانوی دنیا میں رہنےوالے (یوٹوپیائی) نہیں ہیں اور انفرادی طور پر اشخاص کی جانب سے ہونےوالی زیادتیوں کے امکان اور اس کے ناگزیر ہونے سے یا ایسی زیادتیوں کو روکنے کی ضرورت سے ذرا بھی انکار نہیں کرتے- لیکن اول تو اس کے لئے امتناع کی کسی خاص مشین یا خاص آلے کی ضرورت نہیں ہے- مسلح عوام یہ کام خود انجام دے لیں گے، اسی سادگی اور اسی مستعدی کے ساتھ جس سے مہذب لوگوں کا کوئی مجمع، جدید سماج میں بھی، آپس کی ھاتھاپائی کو روکنے یا کسی عورت کو دستدرازی سے بچانے کے لئے کر لیا کرتا ہے - اور دوسرے، ہم جانتے ہیں کہ زیادتیوں کا، جو سماجی میل‌جول کے قواعد کی خلاف‌ورزی پر مشتمل ہوتی ہیں، بنیادی سماجی سبب عوام کا استحصال، ان کی محتاجگی اور ان کی مفلسی ہے - اس خاص سبب کے دور ہوجانے سے زیادتیاں ناگزیر طور پر ''بتدریج غائب ہونی،، شروع ہو جائیں‌گی- ہم نہیں جانتے کتنی عجلت کے ساتھ اور کس ترتیب سے، لیکن یہ ہم ضرور جانتے ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ غائب یقیناً ہوجائیں‌گی- ان کے رفتہ رفتہ غائب ہوجانے کے ساتھ ریاست بھی رفتہ رفتہ غائب ہوجائےگی-

خیالی دنیائیں بنائے بغیر مارکس نے اس مستقبل کے متعلق یعنی کمیونسٹ سماج کے زیریں اور بلند مرحلوں، دوروں کی اس سے زیادہ مکمل وضاحت کر دی تھی جو کہ اب واضح کی جاسکتی ہیں -

۳ - کمیونسٹ سماج کی پہلی منزل

''گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر،، میں مارکس نے لاسال کے اس تصور پر تفصیلی بحث کرکے اسکی تردید کی ہے کہ سوشلزم کے تحت مزدور کو ''اپنی محنت کی غیرتخفیف شدہ،، یا ''پوری حاصل پیداوار،، ملیگی- مارکس نے واضح کیا ہے کہ معاشرے کی پوری سماجی محنت

سے ایک تو محفوظ فنڈ منہا کرنا چاہئے ،ایک فنڈ پیداوار کی توسیع کے لئے، ایک فنڈ مشینوں کے ''گھسے پٹے،، پرزوں کو بدلنے کے لئے، اور ایسے ہی دوسرے فنڈ۔ پھر کھپت کے وسائل میں سے نظم و نسق کے اخراجات کے لئے، اسکولوں، اسپتالوں، بوڑھوں کے اقامت خانوں اور ایسے ہی دوسرے اداروں کے لئے بھی رقمیں منہا کرنی ہوں گی۔

لاسال کے دھندلے، موہوم، عمومی جملے (''مزدور کو اس کی محنت کی پوری حاصل پیداوار،،) کے بجائے مارکس نے ایک سنجیدہ تخمینہ مرتب کیا ہے کہ سوشلسٹ سماج کو اپنے معاملات کا ٹھیک ٹھیک کیسے انتظام کرنا ہوگا۔ مارکس نے ایک ایسے سماج کے حالات زندگی کا، جس میں سرمایہ‌داری نہیں ہوگی، ٹھوس تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جس کمیونسٹ سماج سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے (مزدوروں کی پارٹی کے پروگرام کا تجزیہ کرتے ہوئے)، وہ خود اپنی بنیاد پر نہیں اٹھا، بلکہ اس کے برخلاف ایسا کمیونسٹ سماج ہے جو سرمایہ‌داری سماج میں سے ابھرا ہے اور اس لئے ہر معاملے میں، چاہے وہ معاشی ہو، اخلاقی یا ذہنی، بہرحال اسی پرانے سماج کے پیدائشی نشان رہ جاتے ہیں جس کی کوکھ سے اس نے جنم لیا ہے۔،،

یہی وہ کمیونسٹ سماج ہے جو سرمایہ‌داری کے بطن سے ابھی ابھی روز روشن میں نمودار ہوا ہے اور جس پر ہر اعتبار سے پرانے سماج میں پیدا ہونے کے نشانات موجود ہیں، جسے مارکس کمیونسٹ سماج کا ''پہلا،، یا زیریں دور کہتے ہیں۔

ذرائع پیداوار اب افراد کی نجی ملکیت نہیں رہ گئے ہیں۔ ذرائع پیداوار پورے سماج کی ملکیت ہیں۔ سماج کے ہر رکن کو، جو سماجی اعتبار سے ضروری کام کا کوئی حصہ انجام دے رہا ہوتا ہے، سماج کی طرف سے اس امر کی ایک سند مل جاتی ہے کہ اس نے ایک خاص مقدار میں کام انجام دیا ہے۔ اور اس سند کی بنیاد پر اس کو اشیائے صرف کی عوامی ملکیت کی ایک دکان سے اسی کے مطابق مقدار میں اشیاء مل جاتی ہیں۔ اس لئے محنت کی اس

مقدار کی منہائی کے بعد جو سماجی فنڈ میں جاتی ہے ہر مزدور کو سماج سے اتنا مل جاتا ہے جتنا کہ اس نے اس کو دیا ہے۔ ''مساوات،، کی بظاہر مطلق فرمانروائی ہوتی ہے۔

لیکن جب لاسال اس قسم کے سماجی نظام کو پیش نظر رکھتے ہوئے (جسے عموماً سوشلزم کہا جاتا ہے مگر مارکس نے جس کے لئے کمیونزم کے پہلے دور کی اصطلاح استعمال کی ہے)، کہتے ہیں کہ ''مساوی تقسیم،، یہی ہے، ''محنت کی مساوی حاصل پیداوار پر سب کا برابر کا حق،، یہی ہے، تو یہ لاسال کی غلطفہمی ہے اور مارکس اس غلطی کو بےنقاب کرتے ہیں۔

مارکس کہتے ہیں: ''برابر کا حق،، تو یہاں ضرور موجود ہے، مگر ابھی تک یہ ''بورژوا حق،، ہے، جس میں ہر حق کی طرح عدم مساوات مضمر ہوتی ہے۔ ہر حق مختلف لوگوں پر مساوی پیمانے کا اطلاق ہوتا ہے جو درحقیقت ایک جیسے نہیں ہوتے، ایک دوسرے کے برابر نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے ''برابر کا حق،، مساوات کی خلاف ورزی اور ناانصافی ہے۔ درحقیقت ہر شخص کو اتنی ہی سماجی محنت کرنے کے بعد جتنی دوسرے نے کی ہے، سماجی حاصل پیداوار میں سے (مندرجہ بالا منہائیوں کے بعد) برابر کا حصہ ملتا ہے۔

لیکن لوگ تو ایک جیسے نہیں ہوتے: ایک طاقتور ہوتا ہے تو دوسرا کمزور۔ ایک شادی‌شدہ، دوسرا نہیں۔ ایک کے بہت سارے بچے ہیں دوسرے کے کم، وغیرہ۔ اور مارکس نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ ہے:

''...برابر کی محنت کرنے پر، یا یوں کہہ لیجئے کہ سماجی ضروریات کے فنڈ میں سے برابر کا حصہ پانے پر دراصل ایک کو زیادہ ملتا ہے، دوسرے کو اس سے کم، یعنی ایک کی مالی حالت دوسرے سے بہتر رہتی ہے۔ اسی پر اور قیاس کر لیجئے۔ ان تمام الجھنوں سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ حق برابر ہونے کے بجائے نابرابر رہنا چاہئے...،،

اس لئے کمیونزم کا پہلا دور ابھی انصاف اور مساوات فراہم نہیں کر سکتا: دولت میں فرق اور غیرمنصفانہ فرق اب بھی باقی

رهیں گے، لیکن انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال ناممکن ہوچکا ہوگا کیونکہ ذرائع پیداوار — فیکٹریوں، مشینوں، زمینوں وغیرہ — پر قبضہ کر لینا اور ان کو نجی ملکیت بنا لینا ناممکن ہوگا۔ عموسی طور پر ''مساوات،، اور ''انصاف،، کے بارے میں لاسال کے پیٹی بورژوا، موھوم فقروں کی تردید کرتے ہوئے مارکس نے کمیونسٹ سماج کا ارتقائی راستہ دکھایا ہے جو مجبور ہوتا ہے کہ پہلے صرف ذرائع پیداوار پر افراد کے قبضے کی ''ناانصافی،، کا خاتمہ کرے اور جو دوسری ناانصافی کو بیک جنبش مٹانے کے نااہل ہوتا ہے جو کہ ''انجام دی ہوئی محنت کی مقدار کے مطابق،، اشیائے صرف کی تقسیم پر مشتمل ہوتی ہے، (ضروریات کے مطابق نہیں)۔

بازاری معاشیات‌داں، جن میں بورژوا پروفیسر اور ''ہمارے،، توگان بھی شامل ہیں، سوشلسٹوں کی متواتر سرزنش کیا کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کی عدم مساوات کو فراموش کر دیتے ہیں اور اس عدم مساوات کو مٹانے کے ''خواب،، دیکھا کرتے ہیں۔ اس قسم کی سرزنش، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں، بورژوا نظریات‌دانوں کی محض انتہائی لاعلمی ثابت کرتی ہے۔

لوگوں کی ناگزیر نابرابری کو مارکس نہ صرف انتہائی احتیاط کے ساتھ شمار میں رکھتے ہیں بلکہ وہ اس حقیقت کو بھی پیش‌نظر رکھتے ہیں کہ ذرائع پیداوار کو بحیثیت مجموعی سماج کی مشترکہ ملکیت میں محض تبدیل کر دینے سے (جسے عام طور پر ''سوشلزم،، کہا جاتا ہے) تقسیم کی خامیاں اور ''بورژوا حق،، کی نابرابری دور نہیں ہوجاتی، جن کا اس وقت تک دوردورہ رہتا ہے جب تک کہ حاصل پیداوار ''انجام دی ہوئی محنت کی مقدار کے مطابق،، تقسیم کی جاتی ہے۔ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مارکس کہتے ہیں:

''... کمیونسٹ سماج کے پہلے دور میں اس حالت میں جب وہ سرمایہ‌داری سماج کے دردِزہ کی مصیبت دیر تک بھگتنے کے بعد جنم لے گا، ان خامیوں سے مفر نہیں ہے۔ حق ایسی چیز نہیں ہے جو معاشی نظام سے اور اس نظام کے لائے ہوئے سماج کی تہذیبی ترقی سے بالاتر ہو...،،

اور اس طرح اول تو کمیونسٹ سماج کے پہلے دور میں (جو عموماً سوشلزم کہلاتا ہے) ''بورژوا حق،، یکسر مٹ نہیں جاتا، بلکہ محض جزوی طور پر، اس وقت تک جتنا معاشی انقلاب آچکا ہوتا ہے اس کے تناسب سے ہی مٹتا ہے، یعنی محض ذرائع پیداوار کے اعتبار سے۔ ''بورژوا حق،، ان کو افراد کی نجی ملکیت کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے۔ سوشلزم ان کو مشترک ملکیت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اس حد تک — اور صرف اسی حد تک — ''بورژوا حق،، غائب ہوجاتا ہے۔

لیکن جہاں تک دوسرے حصے کا تعلق ہے، وہ موجود رہتا ہے۔ سماج کے اراکین میں حاصل پیداوار کی تقسیم اور محنت کے بٹوارے کے اعتبار سے نظم و ضبط پیدا کرنےوالے عنصر کی حیثیت سے وہ موجود رہتا ہے۔ سوشلسٹ اصول کی کہ ''جو کام نہیں کرےگا وہ کھائیگا بھی نہیں،، تعمیل ہوچکی ہوتی ہے۔ دوسرے سوشلسٹ اصول کی ''مساوی محنت کے لئے، مساوی حاصل پیداوار،، کی بھی تعمیل ہوچکی ہوتی ہے۔ لیکن یہ ابھی تک کمیونزم نہیں ہوتا، اور یہ ابھی تک ''بورژوا حق،، کو نہیں مٹاتا جو غیرمساوی افراد کو، محنت کی نابرابر (واقعی غیرمساوی) مقداروں کے معاوضے میں حاصل پیداوار کی برابر مقدار دیتا ہے۔

مارکس کہتے ہیں کہ یہ ''خامی،، ہے لیکن کمیونزم کے پہلے دور میں ناگزیر ہے، کیونکہ اگر ہم خیالی پلاؤ نہیں پکاتے تو ہمیں یہ نہ سوچنا چاہئے کہ سرمایہ‌داری کا تختہ الٹنے کے بعد لوگ فوراً ہی، حق کے کسی معیار کے بغیر سماج کے لئے کام کرنا سیکھ جائیں‌گے۔ اس کے علاوہ سرمایہ‌داری کا خاتمہ ایسی تبدیلی کے لئے معاشی لوازمات فوراً تخلیق نہیں کر دیتا۔

اب، ''بورژوا حق،، کے علاوہ کوئی اور معیار نہیں ہوتا۔ اس لئے اس حد تک ریاست کی ضرورت اب بھی باقی رہتی ہے، جو ذرائع پیداوار کی مشترکہ ملکیت کی حفاظت کرتے ہوئے، محنت میں اور حاصل پیداوار کی تقسیم میں برابری کا تحفظ کرےگی۔

ریاست اس حد تک بتدریج غائب ہو جاتی ہے کہ اب کوئی سرمایہ‌دار، کوئی طبقے باقی نہیں رہتے اور اس کے نتیجے میں کسی طبقے پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔

لیکن ریاست ابھی تک مکمل طور سے غائب نہیں ہوتی، کیونکہ ابھی تک "بورژوا حق"، کی حفاظت کرنا باقی رہتا ہے، جو حقیقی عدم مساوات کو مقدس قرار دیتا ہے۔ مکمل طور سے ریاست کے غائب ہونے کے لئے مکمل کمیونزم ضروری ہے۔

۴ - کمیونسٹ سماج کی بلندترین منزل

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مارکس کہتے ہیں:

"... کمیونسٹ سماج کے اعلی دور میں، جب آدمی کو محنت کی تقسیم کے شکنجے میں کسنا ختم ہو جائے گا، جب تقسیم محنت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور جسمانی محنت کا تضاد جاتا رہیگا، جب محنت صرف زندگی باقی رکھنے کا ذریعہ نہ رہ‌جائے گی، بلکہ زندگی کا اولین تقاضا بن چکی ہوگی، جب ہر پہلو، ہر جہت سے فرد کی ترقی کے دوش بدوش پیداواری طاقتیں بھی بڑھ چکی ہوں‌گی اور سماجی دولت کے سارے ندی نالے مل کر ایک بھرپور دھارا بن چکے ہوں‌گے، تب جا کر بورژوا حق کے تنگ دائرے سے نجات ملے گی اور سماج اپنے پرچم پر یہ اعلان لکھ سکے گا: ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق کام کرے، ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق ملے۔"

"آزادی"، اور "ریاست"، کے الفاظ باہم ملانے کی لغویت کا بیرحمی کے ساتھ مذاق اڑانے‌والے اینگلس کے الفاظ درست ہونے کی بات اب کہیں جا کر ہم پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جب تک ریاست کا وجود باقی رہتا ہے تب تک کوئی آزادی نہیں۔ جب آزادی ہوگی تو ریاست کا وجود باقی نہیں رہیگا۔

ریاست کے مکمل طور پر غائب ہوجانے کی معاشی بنیاد کمیونزم کے ارتقا کی ایک ایسی بلند منزل ہے جس میں دماغی اور جسمانی محنت کا تضاد غائب ہوجاتا ہے، جس میں اس کے نتیجے میں جدید سماجی نابرابری کا ایک خاص سرچشمہ غائب ہو جاتا ہے — علاوہ‌ازیں وہ سرچشمہ جو کسی طرح بھی فوراً ہی، ذرائع پیداوار

کو سماجی ملکیت میں محض بدل ڈالنے سے، سرمایہ‌داروں کو محض بےدخل کر دینے سے بند نہیں کیا جا سکتا۔
یہ بےدخلی پیداواری قوتوں کی زبردست نشو ونما ممکن کر دےگی۔ اور جب ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس ارتقا کی رفتار کو سرمایہ‌داری کس طرح ناقابل یقین حد تک سست کر رہی ہے، جب ہم سمجھ لیں کہ اب تک جدید حرفتی فن جس سطح پر پہنچ چکا ہے اس کی بنیاد پر کتنی ترقی حاصل کی جا سکتی تھی تو ہمیں مکمل ترین اعتماد کے ساتھ یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ سرمایہ‌داروں کی بےدخلی انسانی سماج کی پیداواری قوتوں کی زبردست ناگزیر نشو و نما کا باعث ہوگی۔ لیکن یہ نشو و نما کس تیزرفتاری سے ہوگی، کتنی جلدی تقسیم محنت سے قطع تعلق کا، دماغی اور جسمانی محنت کے درمیان تضاد کو ختم کر دینے کا، محنت کو ''زندگی کی اولین ضرورت،، میں تبدیل کرنے کا مقام آجائیگا — یہ ہم نہیں جانتے اور نہیں جان سکتے۔
یہی وجہ ہے کہ ہمیں ریاست کے رفتہ رفتہ غائب ہونے کے ناگزیر ہونے کا صرف اس بات پر زور دیتے ہوئے ذکر کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ اس عمل کی نوعیت طویل مدتی ہوگی اور اس کا انحصار کمیونزم کی بلندترین منزل کی جانب ارتقا کی تیزرفتاری پر ہوگا، اور یہ کہ ریاست کے رفتہ رفتہ غائب ہوجانے کے لئے ضروری مدت کا یا اس کی ٹھوس شکلوں کا مسئلہ یوں ہی چھوڑ دیں کیونکہ ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے کوئی مواد ہی موجود نہیں ہے۔
ریاست مکمل طور پر اس وقت غائب ہو سکیگی جبکہ سماج اس قاعدے کو اپنا لے: ''ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جائے، ہر ایک کو اس کی ضرورتوں کے مطابق دیا جائے!،، یعنی جب لوگ سماجی تعلقات کے بنیادی قواعد کی تعمیل کے اتنے عادی ہو گئے ہوں اور جب ان کی محنت اتنی کارگزار ہو گئی ہو کہ وہ اپنی صلاحیت کے مطابق رضا کارانہ طریقے پر کام کرنے لگ گئے ہوں۔ ''بورژوا حق کی تنگ حد نظر،، جو شائی‌لاک (۱۸) جیسی سنگدلی سے حساب لگانے پر مجبور کرتی ہے کہ آیا کسی نے کسی دوسرے کی بہ نسبت آدھ گھنٹے زیادہ کام کیا ہے،

آیا کوئی کسی دوسرے کی بہ‌نسبت کم اجرت حاصل کررہا ہے۔ اس تنگ حدنظر کو پھر پار کر لیا گیا ہوگا۔ پھر حاصل پیداوار کی تقسیم میں، یہ نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لئے کہ کس کو کتنا ملے، سماج کی ضرورت باقی نہیں رہ جائیگی۔ ہر ایک ''اپنی ضرورتوں کے مطابق،، آزادانہ لے لیا کرے گا۔

بورژوا نقطۂ نظر سے یہ کہہ دینا کہ اس قسم کا سماجی نظام ''قطعی افسانوی دنیا کی بات ہے،، اور سوشلسٹوں کے اس وعدے پر ان کا مذاق اڑانا آسان ہے کہ ہر ایک کو سماج سے، انفرادی طور پر کسی شہری کی محنت کا کوئی حساب کئے بغیر کسی بھی مقدار میں کھانے پینے کی چیزیں، کاریں، پیانو وغیرہ حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ آج تلک، بیشتر بورژوا ''علما،، اس طرح سے پھبتیاں کسنے تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں اور اس طرح اپنی جہالت اور سرمایہ‌داری کے خود غرضانہ دفاع دونوں کی دلالت کرتے ہیں۔

جہالت — کیونکہ کسی سوشلسٹ کے دماغ میں یہ بات کبھی آئی ہی نہیں کہ وہ اس بات کا ''وعدہ،، کرے کہ کمیونزم کے ارتقا کی بلندترین منزل آئے گی۔ جہاں تک عظیم سوشلسٹوں کی پیش گوئی کا تعلق ہے کہ وہ آئیگی، تو وہ پہلے سے فرض کر لیتی ہے کہ محنت کی موجودہ کارگزاری نہ ہوگی اور آجکل کے ٹٹ پونجیئے بھی نہ ہوں گے، جو پومیالوفسکی (۱۹) کے افسانوں کے مدرسوں کے طلبا کی طرح محض ''دل لگی کے لئے،، دولت عامہ کی ساکھ ختم کرنے اور ناممکنات کا مطالبہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

جب تک کمیونزم کی ''بلندتر،، منزل آئے تب تک کے لئے سوشلسٹ مطالبہ کرتے ہیں کہ محنت کے پیمانے پر اور کھپت کے پیمانے پر سماج اور ریاست کا سخت ترین نظم و ضبط قائم ہو۔ لیکن اس نظم و ضبط کا آغاز سرمایہ‌داروں کی بےدخلی سے، سرمایہ‌داروں پر مزدوروں کے نظم وضبط سے ہونا چاہئے اور اس کی تعمیل نوکرشاہوں کی ریاست کے ہاتھوں نہیں بلکہ مسلح مزدوروں کی ریاست کے ہاتھوں ہونی چاہئے۔

بورژوا نظریات ساز (اور تسرےتیلی، چیرنوف (۲۰) اور اسی قبیل کے ان کے حاشیہ نشین) سرمایہ‌داری کا جو خود غرضانہ دفاع کرتے ہیں وہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آجکل کی سیاست کے زوردار اور فوری

مسئلے کی یعنی سرمایہ‌داروں کی بے‌دخلی، تمام شہریوں کو ایک بڑے بھاری ''سینڈیکیٹ،، یعنی پوری ریاست کے مزدوروں اور ملازموں میں تبدیل کرنے اور اس سینڈیکیٹ کے سارے کام کو حقیقی معنوں میں ایک واقعی جمہوری ریاست، مزدوروں اور فوجیوں کے نمائندوں کی سوویتوں کی ریاست کے تابع کر دینے کی جگہ مستقبل بعید کے بارے میں مباحثوں اور باتوں ہی کو دیدیتے ہیں۔

درحقیقت جب ایک عالم پروفیسر، ان کے بعد کچے ناتربیت یافتہ اور پھر باری باری تسرے‌تیلی اور چیرنوف کے قبیل کے لوگ بے‌ترتیب خیالی دنیاؤں کی، بالشویکوں کے بے‌سروپا وعدوں کی، سوشلزم کو ''رائج کرنا،، غیرممکن ہونے کی باتیں بناتے ہیں، تو ان کے ذہن میں کمیونزم کی بلندتر منزل یا دور ہوتا ہے، جسے ''رائج،، کرنے کا کسی نے کبھی وعدہ نہیں کیا، یا سوچا تک نہیں، کیونکہ، عام طور سے یوں کہنا چاہئے کہ اس کو ''رائج،، کیا ہی نہیں جاسکتا۔

اور اس طرح ہم سوشلزم اور کمیونزم کے درمیان علمی امتیاز کے مسئلے پر پہنچ جاتے ہیں جس کو ''سوشل ڈیما کریسی،، کا غلط نام دئے جانے کے بارے میں اینگلس نے متذکرہ بالا بحث میں سرسری تذکرہ کیا ہے۔ سیاسی اعتبار سے کمیونزم کے پہلے یا زیریں اور بلند دور میں فرق، غالباً، وقت گزرنے کے ساتھ بہت زیادہ بڑھ چکا ہوگا۔ لیکن اب، سرمایہ‌داری کے تحت، اس امتیاز کو تسلیم کرنا مضحکہ‌خیز ہوگا اور غالباً صرف نراجیت پسند ہی اس کو انفرادی طور پر اولین اہمیت دے سکیں (بشرطیکہ نراجیوں میں اب بھی ایسے لوگ ہوں جنھوں نے گے کے قول کے مطابق جو ان چند نراجیوں میں سے ہیں جنھیں ابھی تک پاس آبرو ہے اور جو بیدار ضمیر کے مالک ہیں، یا جنھوں نے کروپوتکنوں کے، گرے‌ووں کے، کارنیلی‌سنوں اور نراجیوں کے دوسرے ''ستاروں،، کے سماجی جارحیت پسند قوم پرستوں یا ''نراجی خندقیوں،، میں ''پلیخانووی،، تبدیلی سے کوئی سبق نہیں سیکھا ہے)۔

لیکن سوشلزم اور کمیونزم کے درمیان علمی فرق صاف ہے۔ عموماً جسے سوشلزم کہا جاتا ہے اسے مارکس نے کمیونسٹ سماج کا ''پہلا،، یا نچلا دور قرار دیا تھا۔ ذرائع پیداوار جہاں تک

مشترک ملکیت بن گئے ہوتے ہیں، لفظ ''کمیونزم،، کا بھی وہاں تک اطلاق ہو سکتا ہے، بشرطیکہ ہم یہ نہ بھول جائیں کہ یہ سکمل کمیونزم نہیں ہے۔ مارکس کی وضاحتوں کی بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہاں بھی وہ وضعداری کے ساتھ مادی جدلیات کا، نظریہ ارتقا کا اطلاق کرتے ہیں، اور کمیونزم کو ایک ایسی چیز تصور کرتے ہیں جو سرمایہ‌داری کے اندر سے نمو حاصل کرتی ہے۔ علاماتی انداز میں ایجاد کی ہوئی، ''من گھڑت،، تعریفوں اور لفظوں کی بےمعنی بحثوں کے بجائے (کہ سوشلزم کیا ہے؟ کمیونزم کیا ہے؟) مارکس نے وہ تجزیہ پیش کیا ہے جسے کمیونزم کی معاشی پختگی کی منزلیں کہہ سکتے ہیں۔

پہلے دور، یا پہلی منزل میں کمیونزم ابھی معاشی اعتبار سے پوری طرح پختہ اور سرمایہ‌داری کی روایتوں یا باقیات سے پوری طرح آزاد نہیں ہوسکتا۔ یہی اس دلچسپ مظہر کا سبب ہے کہ اپنے پہلے دور میں کمیونزم ''بورژوا حق کی تنگ حد نظر،، کو برقرار رکھتا ہے۔ بلاشبہ اشیائے صرف کی تقسیم کے سلسلے میں بورژوا حق بورژوا ریاست کے وجود کو پہلے ہی سے ناگزیر تصور کر لیتا ہے، کیونکہ حق کے معیاروں کی تعمیل بروئےکار لانے کی صلاحیت رکھنے والے عملے کے بغیر حق کی کوئی حقیقت نہیں۔

اس سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ کمیونزم کے تحت کچھ عرصے نہ صرف بورژوا حق بلکہ بورژوازی کے بغیر بورژوا ریاست تک موجود رہتی ہے!

بظاہر یہ ایک مہمل بات معلوم ہو یا محض ایک جدلیاتی معمہ، جس کا الزام وہ لوگ مارکسازم پر لگاتے ہیں جو اس کی غیرمعمولی گہری ماہیت کا بغور مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرماتے۔

لیکن حقیقت میں، قدیم کے باقیات، جو جدید میں باقی بچ رہتے ہیں، زندگی میں قدرت اور سماج دونوں میں ہر قدم پر ہم سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور مارکس نے کمیونزم کے اندر ایک ''بورژوا،، پچر خواہ مخواہ ہی نہیں ٹھونک دی تھی بلکہ اس چیز کی جانب اشارہ کیا تھا جو معاشی اور سیاسی اعتبار سے اس سماج میں ناگزیر ہوتی ہے جو سرمایہ‌داری کے بطن سے عالم وجود میں آرہا ہو۔

اپنی نجات کے لئے سرمایہ‌داروں کے خلاف اپنی جدوجہد میں

مزدور طبقے کے لئے جمہوریت کی زبردست اهمیت هوتی ہے۔ لیکن جمہوریت کسی طرح بھی وہ حد نہیں هوتی کہ جس کو پار هی نہ کیا جائے۔ جاگیرداری سے سرمایہ‌داری کی جانب اور سرمایہ‌داری سے کمیونزم کی جانب جانےوالے راستے کی بہت ساری منزلوں میں سے یہ محض ایک منزل هوتی ہے۔

جمہوریت کے معنی هیں برابری۔ مساوات کے لئے پرولتاریہ کی جدوجہد اور ایک نعرے کی حیثیت سے مساوات کی زبردست اهمیت اس وقت واضح هوجائیگی جبکہ هم طبقوں کے خاتمے کے معنی میں اس کو صحیح طور سے سمجھیں۔ لیکن جمہوریت کے معنی صرف رسمی مساوات کے هیں۔ لیکن جب ذرائع پیداوار کی ملکیت کے تعلق سے سماج کے تمام اراکین کی مساوات حاصل هو جائیگی، یعنی محنت اور اجرتوں کی برابری، تو نوع انسانی کو اور بھی آگے بڑھنے کا، رسمی برابری سے حقیقی مساوات کی طرف جانے کا یعنی اس قاعدے کی تعمیل کا مسئلہ پیش هونا ناگزیر هوگا کہ ”هر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق کام کرے، هر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق ملے“۔ کن مرحلوں سے، کونسے عملی اقدامات کے ذریعے نوع انسانی اس اعلی ترین منزل کی جانب بڑھیگی، یہ هم نہیں جانتے اور نہیں جان سکتے۔ لیکن اس بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ سوشلزم کے متعلق یہ معمولی بورژوا تصور کس قدر بےحساب باطل ہے کہ گویا وہ کوئی بےجان، منجمد، همیشہ کے لئے متعین شے هو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ صرف سوشلزم هی تیزرفتار، اصلی، صحیح معنوں میں عام پیمانے کی پیشقدمی کا آغاز هوگی جس میں پہلے پہل تو اکثریت اور پھر عام اور نجی زندگی کے تمام تر حلقوں میں پوری کی پوری آبادی شامل هوجائیگی۔

ریاست کی کئی قسموں میں سے ایک کا نام جمہوریت ہے۔ چنانچہ وہ هر ریاست کی طرح، ایک طرف تو افراد کے خلاف قوت کے منظم، باقاعدہ استعمال کا تصور پیش کرتی ہے لیکن دوسری طرف وہ شہریوں کی مساوات کی، یہ طے کرنے میں سب کے برابر کے حقوق کو رسمی طور پر تسلیم کرنے کی علامت هوتی ہے کہ ریاست کی ترکیب و تشکیل کیا هو اور اس کا نظم و نسق کیسے کیا جائے۔ اس کا، اپنی باری میں، نتیجہ اس حقیقت کی صورت میں نمایاں هوتا

ہے کہ جمہوریت کے ارتقا کے کسی خاص مرحلے میں، وہ پہلے تو اس طبقے کو یکجان کر دیتی ہے جو سرمایہ‌داری کے خلاف انقلابی جدوجہد کرتا ہے یعنی پرولتاریہ کو، اور اس میں یہ صلاحیت پیدا کرتی ہے کہ وہ بورژوا، یہاں تک کہ جمہوری بورژوا، ریاستی مشین کو، مستقل فوج اور پولیس کو، نوکرشاہی کو کچل ڈالے، ریزہ ریزہ کردے، صفحۂ‌ہستی سے مٹا ڈالے اور ان کی جگہ زیادہ جمہوری ریاستی مشین کو دیدے، بہرحال ریاستی مشین ہی کو، مسلح مزدوروں کی شکل میں جو آگے چل کر ایک ملیشیا بنائیں جو پوری آبادی پر مشتمل ہو۔

یہاں ''مقدار وصف میں تبدیل ہوجاتی ہے،،: اس درجے کی جمہوریت میں بورژوا سماج کی سرحدوں سے تجاوز کرنا اور سوشلسٹ پیمانے پر اس کا ازسرنو منظم کرنا مضمر ہوتا ہے۔ اگر ریاست کے نظم و نسق میں واقعی سب حصہ لیں تو سرمایہ‌داری اپنی گرفت کو باقی نہیں رکھ سکتی۔ اپنی باری میں سرمایہ‌داری کا ارتقا واقعی ''سب،، کو اس قابل کردیتا ہے کہ وہ ریاست کے نظم و نسق میں حصہ لےسکیں۔ ان میں سے کچھ اولین شرطیں مندرجہ ذیل ہیں: عام تعلیم جو متعدد ترقی‌یافتہ سرمایہ‌دار ملکوں میں ہے، ڈاک کی خدمت، ریلوں، بڑی بڑی فیکٹریوں، بڑے پیمانے کی تجارت، بینک کاری وغیرہ وغیرہ کے بڑے بڑے، پیچ در پیچ، سماجی بنائے ہوئے اداروں کے ذریعے کروڑوں مزدوروں کی ''تربیت اور نظم و ضبط کی تعلیم،،۔

یہ معاشی اولین شرائط اگر پوری ہوچکی ہوں تو عین ممکن ہے کہ سرمایہ‌داروں اور نوکرشاہوں کا تختہ الٹنے کے بعد، فوراً ہی، راتوں رات، پیداوار اور تقسیم پر کنٹرول رکھنے میں، محنت اور حاصل پیداوار کا حساب کتاب رکھنے میں ان کی جگہ مسلح مزدوروں کو، پوری مسلح آبادی کو دیدی جائے۔ (کنٹرول اور حساب کتاب کے مسئلے کو انجنیروں، ماہرین زراعت اور ایسے دوسروں سے جنھوں نے علمی تربیت حاصل کر رکھی ہو، خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ یہ حضرات آجکل سرمایہ‌داروں کی تابعداری کررہے ہیں اور کل مسلح مزدوروں کی تعمیل حکم میں اور بھی اچھا کام کریں گے۔)

کمیونسٹ سماج کے پہلے دور میں ''روانی سے کام،، کے لئے اور مناسب فرائض منصبی انجام دینے کے لئے جس چیز کی خاص ضرورت ہوتی ھے وہ ھے حساب کتاب اور کنٹرول۔ تمام شہری ریاست کے باتنخواہ ملازموں میں تبدیل ہوجاتے ھیں جو مسلح مزدوروں پر مشتمل ہوتی ھے۔ تمام شہری ایک کل قومی ریاستی ''سینڈیکیٹ،، کے ملازم اور مزدور بن جاتے ھیں۔ جس چیز کی ضرورت ہوتی ھے وہ یہ کہ وہ برابر کا کام کریں، اپنے کام کا مناسب حصہ انجام دیں اور برابر کی تنخواہ حاصل کریں۔ اس کے لئے جس حساب کتاب اور کنٹرول کی ضرورت ہوتی ھے اس کو سرمایہداری نے از حد سہل کر دیا ھے اور غیرمعمولی طور پر سادہ کارروائی میں تبدیل کر دیا ھے — جو کوئی بھی پڑھا لکھا آدمی کرسکتا ھے — نگرانی کی جائے اور لکھ لیا جائے، حساب کے چار قاعدے آئیں اور مناسب رسیدیں کاٹ دی جائیں۔ *

جب اکثریت میں لوگ کسی پر انحصار کئے بغیر اور ہر جگہ اس قسم کا حساب کتاب رکھنا اور سرمایہداروں پر جو اب ملازموں میں تبدیل ہو چکے ہوںگے اور دانشور حضرات پر جو سرمایہدارانہ عادتوں کو برقرار رکھتے ھیں، اس قسم کا کنٹرول رکھنا شروع کر دیںگے تو یہ کنٹرول واقعی ہمہ گیر، عام اور عوامی ہوجائیگا اور اس سے بچکر نہیں نکلا جا سکیگا، ''جانے کو کوئی اور جگہ ھی نہیں ہوگی،،۔

پورا سماج ایک دفتر، ایک ھی فیکٹری میں تبدیل ہو چکا ہوگا جہاں محنت اور اجرت میں مساوات ہوگی۔

لیکن ''فیکٹری کا،، یہ نظمو ضبط جسے سرمایہداروں کو شکست دینے کے بعد، استحصال کرنےوالوں کا تختہ پلٹنے کے بعد پرولتاریہ پورے سماج پر پھیلادیگا، کسی طرح بھی ہمارا نصبالعین، ہماری منزلمقصود نہیں ھے۔ یہ تو محض ایک لازمی قدم ھے سماج کو سرمایہدارانہ

---

* جب ریاست کے اہمترین فرائضمنصبی کم ہوکر اس قسم کے حساب کتاب اور کنٹرول تک محدود رہ گئے ہوں جو خود مزدور انجام دیتے ہوں تو پھر یہ ''سیاسی ریاست،، نہیں رہ جائےگی اور ''عام فرائضمنصبی اپنی سیاسی نوعیت کھو دیںگے اور محض نظم و نسق کے فرائض بن جائیںگے۔ ،، (ملاحظہ فرمائیں مذکورہ صدر، چوتھا باب، ۲، نراجیوں سے اینگلس کا اختلاف رائے)۔

استحصال کی تمام بدکرداریوں اور لعنتوں سے سرتاپا صاف کرنے کے لئے اور مزید ترقی کے لئے۔

اس لمحے سے جبکہ سماج کے تمام اراکین یا کم سے کم ان کی بھاری اکثریت کو ریاست کا نظم و نسق خود سنبھالنا آجائے، اس کام کو انھوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہو، سرمایہداروں کی نہایت حقیر اقلیت جو رہ گئی ہو اس پر، ان حضرات پر جو اپنی سرمایہدارانہ عادتوں کو برقرار رکھنا چاہتے ہوں اور ان مزدوروں پر جنھیں سرمایہداری نے مکمل طور پر بدقماش کر دیا ہو، کنٹرول کا اہتمام کر لیا ہو — اس لمحے سے کسی بھی وضع کی حکومت کی ضرورت قطعی غائب ہونی شروع ہوجاتی ہے۔ جمہوریت جتنی مکمل ہوتی ہے، اتنا ہی نزدیک وہ لمحہ آجاتا ہے جبکہ وہ غیرضروری ہوجاتی ہے۔ وہ ''ریاست،، جو مسلح مزدوروں پر مشتمل ہوتی ہے جتنی جمہوری ہوتی ہے اور جو ''اس لفظ کے صحیح معنوں میں ریاست نہیں رہ جاتی،،، اتنی ہی تیزی سے ریاست کی ہر شکل رفتہ رفتہ غائب ہونی شروع ہوجاتی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ جب سب نے نظم و نسق کرنا سیکھ لیا ہو اور کسی پر انحصار کئے بغیر سماجی پیداوار کا واقعی انتظام کرنے لگ گئے ہوں، کسی پر انحصار کئے بغیر حساب کتاب رکھنے لگے ہوں اور طفیلیوں پر، مالداروں کے لڑکوں، فریب دینےوالوں اور دوسرے ''سرمایہدارانہ روایات کے محافظوں،، پر کنٹرول قائم کر چکے ہوں تو اس عوامی حساب کتاب اور کنٹرول سے فرار اس قدر ناقابل یقین حد تک ناگزیر طریقے سے مشکل ہوجائیگا، اس قدر کمیاب استثنا ہوجائیگا اور غالباً اس کی پاداش اس قدر فوری اور سخت ہوجائیگی (کیونکہ مسلح مزدور عملی لوگ ہوتے ہیں، جذباتی دانشور نہیں، اور وہ شاید ہی کسی کو اس بات کی اجازت دیں کہ کوئی ان کو اپنا کھلونا بنا سکے) کہ برادری کے سادہ، بنیادی قاعدوں کی تعمیل کی ضرورت بہت جلدی ہی ایک عادت بن جائیگی۔

پھر کمیونسٹ سماج کی پہلی منزل سے اس بلندترین منزل کی جانب عبور کے اور اس کے ساتھ ریاست کے رفتہ رفتہ مکمل طور پر غائب ہوجانے کے دروازے چوپٹ کھل جائیں گے۔

اگست — ستمبر ۱۹۱۷ء
میں لکھا گیا۔

مقابلے بازی کا اہتمام کیسے کیا جائے؟

مقابلےبازی، نجی سرگرمی اور سرمایہداروں اور سرمایہداری نظام کی دوسری تمام بیش بہا خوبیوں اور نعمتوں کی تعریف میں بورژوا انشا پرداز ڈھیروں کاغذ سیاہ کرتے آئے ہیں۔ ان نعمتوں کی اہمیت کو سمجھنے سے انکار کرنے اور ''انسانی فطرت،، کو نظرانداز کرنے کے الزامات سوشلسٹوں پر لگائے گئے ہیں۔ لیکن حقیقت‌امر یہ ہے کہ مدتوں پہلے سرمایہداری نے اشیائے تجارت کی چھوٹے پیمانے کی، خود کفیل پیداوار کو ، جس کے تحت مقابلےبازی سے کسی قابل لحاظ حد تک سرگرمی، دلیری اور جرأت سندانہ پیش‌قدمی پیداهوتی تھی، بڑے اور بہت بڑے پیمانے کی فیکٹری کی پیداوار سے مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں سے، سینڈیکیٹوں اور دوسری اجارہداریوں سے بدل دیا تھا۔ ایسی سرمایہداری کے تحت مقابلہبازی کے معنی آبادی میں عوام الناس کی، اس کی بڑی بھاری اکثریت کی، ہر سو محنت کشوں میں سے ننانوے کی سرگرمی، دلیری اور جرأت‌سندانہ پیش‌قدمی کو بےدردی سے کچلنا ہے۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ سماجی زینے کی اوپر کی سیڑھیوں پر مقابلہبازی کی جگہ مالیاتی دھوکےبازی، خویش پروری اور چاپلوسی کو مل جاتی ہے۔

مقابلےبازی کو ختم کرنا تو دور کی بات رہی، سوشلزم اس کے برعکس پہلی بار حقیقی معنوں میں وسیع پیمانے پر اور واقعی عام پیمانے پر اس کو کام میں لانے کا، محنت کش عوام کی واقعی اکثریت کو محنت کے ایک ایسے میدان عمل میں کھینچ لانے کا موقع فراہم کرتی ہے جس میں وہ اپنی لیاقت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں، صلاحیتوں کو نشوونما

دے سکتے ہیں اور اپنے وہ جوہر دکھا سکتے ہیں جو ان لوگوں میں بدرجہ اتم موجود ہیں جنھیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں سرمایہ‌داری نے کچل ڈالا ہے، دبا دیا ہے اور گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے۔

اب جبکہ سوشلسٹ حکومت برسر اقتدار ہے، ہمارا فرض یہ ہے کہ مقابلہ‌بازی کا اہتمام کریں۔

بورژوازی کے حاشیہ نشینوں اور کاسہ‌لیسوں نے سوشلزم کو ایک یکساں، بندھاٹکا، یک رنگ، بےلطف فوجی بارکوں جیسا بتایا ہے۔ زرداروں کے خدمت گاروں، استحصال کرنےوالوں کے خوشامدیوں — بورژوا دانشور حضرات نے ان عوام کو ''خوفزدہ،، کرنے کےلئے سوشلزم کو ایک ھوا بنا کر پیش کیا ہے جنھیں سرمایہ‌داری کے تحت قیدبامشقت بھگتنا اور محنت کا سخت، یکساں، فوجی بارکوں جیسا نظم و ضبط، مہلک مفلسی اور نیم فاقہ کشی کی زندگی مقسوم تھی۔ اس قیدبامشقت سے عوام کی نجات کی جانب پہلا قدم ارضی جاگیروں کا ضبط کیا جانا، مزدوروں کا کنٹرول رائج کرنا اور بینکوں کو قومی ملکیت بنانا ہے۔ اگلا قدم فیکٹریوں کو قومیانے، صارفوں کی انجمنوں میں، جو ساتھ ھی ساتھ حاصل پیداوار کی فروخت کی انجمنیں بھی ہوں، پوری آبادی کی لازمی طور پر تنظیم اور اناج اور دوسری ضروریات کی تجارت پر ریاستی اجارہ‌داری کا ہوگا۔

صرف اب جاکر ھی کہیں سرگرمی، مقابلےبازی اور جرأت‌مندانہ پیش‌قدمی کا حقیقی معنوں میں عام پیمانے پر مظاہرہ کرنے کا موقع آیا ہے۔ ہر فیکٹری جہاں سے سرمایہ‌دار کو نکال دیا گیا ہے، یا جس میں مزدوروں کے حقیقی کنٹرول کے ذریعے اسے کم از کم دبا دیا گیا ہے، ہر گاؤں جہاں سے استحصال کرنےوالے مالک اراضی کو مجبور کرکے نکال دیا گیا ہے اور اس کی زمین ضبط کرلی گئی ہے، اب کہیں جاکر ایک ایسا میدان عمل بنا ہے جس میں محنت کش اپنے جوہر دکھانے کے قابل ہوا، اپنی کمر ذرا سیدھی کر سکا ہے، اپنے پورے قد سے کھڑا ہوسکا ہے اور محسوس کرسکا ہے کہ وہ بھی انسان ہے۔ صدیوں تک دوسروں کےلئے کام کرتے رہنے، استحصال کرنےوالوں کے لئے جبری محنت کرنے کے بعد پہلی بار ممکن ہوا ہے کہ کوئی خود

اپنے لئے کام کرے اور اس کے علاوہ جدید صنعت و حرفت اور تہذیب وتمدن کی تمام کارگزاریاں اپنے کام میں لائے۔

ظاہر ہے کہ تاریخ انسانی میں عظیم‌ترین تبدیلی کہ آدمی مجبوری سے کام کرنے کے بجائے خود اپنے لئے کام کرے مخالفت، مشکلوں، جھگڑوں اور عادی طفیلیوں اور ان کے حاشیہ نشینوں کے خلاف تشدد کے بغیر بلاشبہ رونما نہیں ہوسکتی۔ اس معاملے میں کسی مزدور کو کوئی خوش‌فہمی نہیں ہے۔ مزدوروں اور غریب ترین کسانوں کو شدید محتاجگی سے اور استحصال کرنےوالوں کےلئے عرصۂدراز تک غلامانہ محنت کرتے رہنے سے، بےشمار مرتبہ ان کے توہین‌آمیز سلوک اور تشدد سے سخت جان ہونے کے بعد احساس ہے کہ ان استحصال کرنےوالوں کی مزاحمت کی کمر توڑنے میں وقت لگیگا۔ دانشور حضرات کی، ''نوواپا ژیزن،، (۲۱) کے مجمع بےترتیب اور دوسرے ہڑبڑیوں کی جذباتی خیال آرائیوں سے، جو سرمایہ‌داروں کی ''مذمت،، میں ''چیخم دھاڑ،، مچا کر اپنے گلے بٹھا لیا کرتے تھے اور ان کے خلاف ''مکے تان تان کر آیا کرتے تھے،، اور ان کو تباہ و برباد کرنے کی ''دھمکی،، دیتے تھے مگر جب ''عمل،، کا، دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانے کا، سرمایہ‌داروں کو ہٹانے کا کام عملی طور پر انجام دینے کا وقت آتا ہے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے ہیں، کتے کے مار کھائے ہوئے پلوں کی طرح حرکت کرنے لگتے ہیں، مزدور اور کسان ذرا متاثر نہیں ہوتے۔

مجبوری سے کام کی خود اپنےلئے کام میں، قومی (اور ایک حدتک بین‌الاقوامی، عالمی) زبردست پیمانے پر بامنصوبہ اور منظم محنت میں عظیم الشان تبدیلی کا یہ بھی مطالبہ ہوتا ہے کہ — استحصال کرنےوالوں کی مزاحمت کو کچلنے کےلئے ''فوجی،، اقدامات کے علاوہ — پرولتاریہ اور غریب‌تر کسان زبردست تنظیمی، منظم کرنے کی کوششیں بھی کریں۔ تنظیمی فریضہ گذشتہ کل کے مالکان غلامان (سرمایہ‌داروں) اور ان کے خدمتگاروں کے غول — بورژوا دانشور حضرات کو فوجی طریقوں سے بلارعایت کچلنے کے فریضے کے ساتھ گھل‌مل کر ایک ہو جاتا ہے۔ کل کے مالکان غلامان اور ان کے ''دانشور،، پٹھو کہتے اور سوچتے ہیں ''ہم ہمیشہ منتظم اور سردار رہے ہیں۔ ہم نے کمان سنبھالی

ہے اور ہم یہی کرتے رہنا چاہتے ہیں۔ 'عام لوگوں، مزدوروں اور کسانوں کی فرمانبرداری سے ہم انکار کر دینگے۔ ہم ان کے آگے سرتسلیم خم نہیں کرینگے۔ زرداروں کی مراعات کے اور عوام پر سرمائے کی حکمرانی کے دفاع کے لئے علم کو ہم ہتھیار بنا لینگے۔''

بورژوازی اور بورژوا دانشور یہی کہتے، سوچتے اور کرتے ہیں۔ ذاتی مفاد کے نقطۂ نظر سے ان کا طرزعمل قابل‌فہم ہے۔ جاگیری مالکان‌اراضی کے مصاحبین اور پرورده، پادری، عرضی‌نویس، نوکر شاہوں کو جن کی تفصیلی وضاحت گوگول (۲۲) نے کی ہے اور ''دانشوروں'' کو جو بیلینسکی (۲۳) سے نفرت کرتے تھے، زرخرید کسانوں کے نظام سے جدائی ''شاق'' گزری۔ لیکن استحصال کرنےوالوں اور ان کے ''دانشور'' خدمتگاروں کی مراد کبھی بر نہیں آسکتی۔ مزدوروں اور کسانوں نے ان کی مزاحمت ختم کرنی شروع کردی ہے۔ بدقسمتی سے ابھی کافی جم کر، پرعزم طریقے سے اور بےرعایت نہیں — اور وہ اس کو ختم کرکے ہی دم لینگے۔

''وہ'' سوچتے ہیں کہ ''عام لوگ''، ''عام'' مزدور اور غریب‌ترین کسان ان عظیم، (اس لفظ کے آفاقی تواریخی معنوں میں) درحقیقت مجاہدانہ، تنظیمی فرائض کی تکمیل سے عہدہ برآ نہ ہو سکینگے جو سوشلسٹ انقلاب نے محنت کش عوام پر عائد کئے ہیں۔ وہ دانشور جو سرمایہ‌داروں اور سرمایہ‌دار ریاست کی خدمت گزاری کے عادی ہیں اپنے آپ کو تسلی دینے کے لئے کہا کرتے ہیں: ''ہمارے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتا۔'' لیکن ان کی گستاخ خودبینی میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تعلیم‌یافتہ لوگ عوام کی حمایت کے لئے، محنت کشوں کی حمایت کے لئے آگے آنے لگے ہیں اور سرمائے کے خادموں کی مزاحمت ختم کر رہے ہیں۔ کسانوں میں اور مزدور طبقے میں بہت سارے لائق منتظم موجود ہیں اور ان میں احساس‌خودی کا، بیداری کا، عظیم، حیات بخش، تخلیقی کام کی طرف پیش قدمی کا، سوشلسٹ سماج کی تعمیر کے فرض کی خود اپنی قوتوں سے انجام دینے کی کوشش کا ابھی آغاز ہی ہوا ہے۔

آج، اگر اہم‌ترین نہیں تو، اہم‌ترین فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ مزدوروں کی، اور تمام محنت کشوں اور عام طور پر لوٹے کھسوٹے ہوئے تمام لوگوں کی آزادانہ پیش‌قدمی کو نشوونما دی جائے، جس قدر

وسیع پیمانے پر ممکن ہو اس کو نشوونما دے کر تنظیمی کام بنا دیا جائے۔ بہرقیمت ہمیں اس پرانے، مہمل، وحشیانہ، ذلیل اور نفرت‌انگیز تعصب کو پاش پاش کردینا چاہئے کہ صرف نام‌نہاد ''اونچے طبقے،،' صرف مالدار اور وہ لوگ جو مالداروں کے مدرسوں سے فارغ‌التحصیل ہوئے ہوں، ریاست کا نظم و نسق سنبھالنے کی اور سوشلسٹ سماج کی تنظیمی نشوونما کی ہدایت‌کاری کے فرائض انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ وہ تعصب ہے جو بندھےٹکے ڈھرے، بےجان منجمد نظریات، غلامانہ عادتوں اور اس سے بھی زیادہ تنگ‌دل خودغرض سرمایہ‌داروں کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے جن کا مفاد اسی میں ہوتا ہے کہ لوٹ‌مار کرنے کے ساتھ ساتھ نظم‌ونسق کریں اور نظم‌ونسق کرتے ہوئے لوٹ‌مار کریں۔ مزدور ایک لمحے کے لئے بھی یہ بات فراموش نہیں کرینگے کہ ان کو علم کی طاقت کی ضرورت ہے۔ تحصیل‌علم کی غیرمعمولی جستجو سے، جس کا مزدور خاص طور پر آج‌کل اظہار کر رہے ہیں، پتہ چلتا ہے کہ اس کے متعلق غلط‌فہمی کے تصورات پرولتاریہ میں موجود نہیں ہیں اور نہ ہوسکتے ہیں۔ لیکن ہر ایک عام مزدور اور کسان جو لکھنا پڑھنا جانتا ہے، جو لوگوں کے متعلق اندازہ کرسکتا ہے اور جسے عملی تجربہ ہے، تنظیمی کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ''عام لوگوں،، میں جن کا ذکر بورژوا دانشور اس قدر خودبینی کے ساتھ اور توہین‌آمیز انداز میں کرتے ہیں ایسے بہت سارے مردوزن موجود ہیں، مزدور طبقے اور کسانوں میں اس قسم کا جوہر بدرجہ اتم موجود ہے اور اب بھی ایسے سرچشمے ہیں جن سے استفادہ نہیں کیا گیا ہے۔

مزدور اور کسان اب بھی ''جھجکتے ہیں،،' ابھی تک وہ اس تصور کے عادی نہیں ہوئے ہیں کہ اب وہی حکمراں طبقہ ہیں۔ ابھی تک وہ کافی پرعزم نہیں ہوئے ہیں۔ انقلاب بیک جنبش یہ خوبیاں ان لاکھوں کروڑوں لوگوں میں پیدا نہیں کرسکا جو ساری عمر محتاجگی اور بھوک کی وجہ سے مجبور رہے کہ ڈنڈے کے خوف سے کام کریں۔ مگر اکتوبر ۱۹۱۷ء کا انقلاب طاقتور، جاندار اور ناقابل تسخیر ہے کیونکہ وہ ان خوبیوں کو بیدار کرتا ہے، پرانی رکاوٹوں کو توڑ ڈالتا ہے، گھسی‌پٹی بیڑیوں کو کاٹ دیتا ہے اور محنت‌کش عوام کی

رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ایک نئی زندگی کی خودمختارانہ تخلیق کی شاہراہ پر لے جاتا ہے۔

حساب کتاب اور کنٹرول — مزدوروں، فوجیوں اور کسانوں کے نمائندوں کی ہر سوویت کا، صارفوں کی ہر انجمن کا، رسد کی ہر یونین یا کمیٹی کا، ہر فیکٹری کمیٹی یا عموماً مزدوروں کے کنٹرول کے ادارے کا خاص معاشی فریضہ یہی ہے۔

محنت کے اقدام اور پیداوار کے ذرائع کو اس غلام کے نقطۂنظر سے دیکھنے کی پرانی عادت کے خلاف ہمیں جدوجہد کرنی چاہئے جس کا واحد نصب‌العین محنت کے بوجھ کو ہلکا کرنا یا بورژوازی سے کم از کم چھوٹا سا کوئی ٹکڑا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ آگے بڑھے ہوئے، طبقاتی شعور رکھنےوالے مزدور یہ لڑائی شروع بھی کرچکے ہیں اور وہ ان نئے آنےوالوں کی پرعزم مزاحمت کر رہے ہیں جو جنگ کے دوران میں خاص طور پر بڑی تعداد میں فیکٹری کی دنیا میں جمع ہو گئے تھے اور جو اب عوامی فیکٹری کو، اس فیکٹری کو جو لوگوں کے قبضے میں آگئی ہے پرانے ہی انداز میں برتنا چاہیں‌گے، اپنے پیش‌نظر یہی واحد مقصد رکھنا چاہینگے کہ ”بڑے سے بڑا ممکن حصہ ہتھیائیں اور چلتے بنیں“۔ تمام طبقاتی شعور رکھنےوالے، دیانت‌دار اور سوچنے سمجھنےوالے کسان اور محنت‌کش اس جہاد میں آگے بڑھے ہوئے مزدوروں کی حمایت میں مورچہ سنبھال لیں‌گے۔

مزدوروں، فوجیوں اور کسانوں کے نمائندوں کی سوویتیں اعلی‌ترین ریاستی اقتدار کی حیثیت سے اگر حساب کتاب اور کنٹرول کا کام کریں یا اس اقتدار کی ہدایات پر، اس کے اختیار کے تحت یہ کام انجام دیں جائے — چاروں طرف پھیلا ہوا، عام اور ہمہ‌گیر حساب کتاب اور کنٹرول، جو محنت کی گئی ہو اس کی مقدار کا اور حاصل‌پیداوار کی تقسیم کا حساب کتاب اور کنٹرول — پرولتاریہ کی سیاسی حکمرانی قائم اور محفوظ ہوجانے کے بعد سوشلسٹ تغیروتبدل کی روح کی حیثیت رکھتا ہے۔

سوشلزم کی جانب عبور کے لئے جو حساب کتاب اور کنٹرول ضروری ہوتا ہے اس کی تعمیل صرف عوام ہی کر سکتے ہیں۔ مالداروں، بدمعاشوں، کام‌چوروں اور غنڈوں کا کنٹرول اور حساب کتاب کرنے میں کثیر تعداد مزدوروں اور کسانوں کا صرف رضاکارانہ اور ایماندارانہ

7*

تعاون هی، ایسا تعاون جس کی نمایاں خصوصیت انقلابی جوش و خروش ہو، ملعون سرمایہ‌دارانہ سماج کی ان باقیات پر، نوع انسانی کی اس تلچھٹ پر، ان مایوس کن گلے سڑے اور بےجان سوکھے ہوئے اعضاء پر، اس وبا، اس طاعون، اس ناسور پر غالب آسکتا ھے جو سوشلزم کے لئے سرمایہ‌داری کا ورثہ ہیں۔

مزدورو اور کسانو، محنت کش اور مظلوم لوگو! زمین، بینک اور فیکٹریاں اب تمام لوگوں کی ملکیت ہو گئے ہیں! پیداوار پر اور حاصل پیداوار کی تقسیم کا حساب کتاب اور کنٹرول کرنے کے لئے تمھیں خود کام پر جٹ‌جانا چاہئے — یہ اور صرف یہی راستہ ھے سوشلزم کی فتح کا، واحد ضمانت ھے اس کی فتح کی، تمام استحصال پر، تمام مفلسی اور محتاجگی پر فتح کی ضمانت! کیونکہ روس میں ہر ایک کی ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی اناج، لوہا، عمارتی لکڑی، اون، کپاس، فلیکس موجود ھے، بشرطیکہ محنت اور اس کی حاصل پیداوار کی مناسب تقسیم ہو، بشرطیکہ تقسیم پر عوام کا کاروباری وضع کا، عملی کنٹرول قائم ہو جائے، بشرطیکہ ہم عوام کے دشمنوں: مالداروں اور ان کے مصاحبوں اور بدمعاشوں، کام‌چوروں اور غنڈوں کو نہ صرف سیاست میں بلکہ روزمرہ کی معاشی زندگی میں بھی شکست دے سکیں۔

عوام کے دشمنوں، سوشلزم کے دشمنوں، محنت کش عوام کے دشمنوں پر ذرا رحم نہ کرو! مالداروں اور ان کے مصاحبوں کے، بورژوا دانشوروں کے خلاف دم‌آخر تک اعلان جنگ ھے! بدمعاشوں، کام‌چوروں اور غنڈوں کے خلاف اعلان جنگ ھے! یہ سب کے سب ایک ہی جھول کے ہیں — سرمایہ‌داری کے انڈے بچے ہیں، امراء کی اور بورژوا سماج کی اولاد ہیں، اس سماج کی جس میں مٹھی‌بھر لوگ عوام کو لوٹتے اور ان کی توہین کیا کرتے تھے، وہ سماج جس میں مفلسی اور حاجت نے ہزاروں لوگوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ غنڈہ‌گردی، آوارگی اور بدمعاشی کا راستہ اختیار کریں اور جس کے باعث انسانیت کی اپنی شباہت تک کھودیں۔ وہ سماج جس نے محنت کش انسان میں ناگزیر خواہش پیدا کی کہ فریب دے کر بھی استحصال سے بچ نکلے، نفرت‌انگیز محنت سے، خواہ ایک لمحے کے لئے ہی کیوں نہ ہو، اپنی جان چھڑا کر نکل جائے، راہ‌فرار اختیار کرلے، کسی بھی ممکن وسیلے سے، کسی بھی قیمت پر روٹی کا کم از کم ایک ٹکڑا ہی حاصل

کرلے تاکہ بھوکوں نہ مرے، تاکہ بھوک سے پیٹ میں اٹھنےوالی ان مروڑوں کو دبا دے جو خود اس کو اور اس کے پیاروں کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

مالدار اور بدمعاش ایک ہی سکے کے دو رخ ہوتے ہیں، وہ طفیلیوں کی دو خاص قسمیں ہیں جن کی سرمایہداری نے پرورش کی ہے۔ وہ سوشلزم کے خاص دشمن ہیں۔ پوری قوم کو چاہئے کہ ان دشمنوں کو اپنی خاص نگرانی میں رکھے۔ سوشلسٹ سماج کے قاعدے قانون کی خفیفسی خلافورزی پر ان کو بےرحمی سے سزا دینی چاہئے۔ اس اعتبار سے کسی بھی کمزوری، ہچکچاہٹ یا جذباتیت کا مظاہرہ سوشلزم کے خلاف زبردست جرم ہوگا۔

سوشلسٹ سماج کے لئے ان طفیلیوں کو بےضرر بنانے کے لئے ہمیں اس کام کا جو کہ انجام دیا گیا ہو اور پیداوار اور تقسیم کا حساب کتاب رکھنے اور کنٹرول قائم کرنے کا انتظام کرنا چاہئے جو کہ پوری قوم، لاکھوں کروڑوں مزدور اور کسان انجام دیں اور اس میں رضاکارانہ طور پر، زورشور سے اور انقلابی جوش و خروش سے حصہ لیں۔ اور اس حساب کتاب اور کنٹرول کا اہتمام کرنے کےلئے جو ہر دیانتدار، عقلمند اور کارگزار مزدور اور کسان کی پوری پوری دسترس میں ہے، ہمیں چاہئے کہ ان کے تنظیمی جوہر کو بیدار کریں، ایسا جوہر رکھنےوالے لوگ ان کے درمیان موجود ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ تنظیمی کارگزاریوں کے میدانعمل میں مقابلےبازی کو ابھاریں اور قومی پیمانے پر اس کا انتظام کریں۔ ایسا ہونا چاہئے کہ مزدور اور کسان صاف طور پر دیکھ لیں کہ تعلیمیافتہ آدمی کی ضروری صلاح اور پھوہڑپن پر، جو ''تعلیم یافتاؤں،، میں اس قدر عام ہوتا ہے، ''عام،، مزدور اور کسان کے لازمی کنٹرول کے درمیان کیا فرق ہے۔

یہ پھوہڑپن، یہ لاپروائی، بےترتیبی، وقت کی پابندی سے بےنیازی، بوکھلاہٹ اور عجلت، عمل کی جگہ مباحثے کو، کام کی جگہ باتوں کو دینے کا رجحان، دنیا بھر کی ہر ذمہداری قبول کرلینے اور کوئی بھی پوری نہ کرنے کا رجحان، ''تعلیم یافتاؤں،، کی کرداری خصوصیات ہیں۔ یہ اس لئے نہیں ہے کہ وہ فطرتاً برے ہیں، اور یہ وجہ تو اور بھی کم ہے کہ اس میں ان کی نیت کا فتور ہوتا ہے۔ اس کا باعث ان کی زندگی بھر کی عادتیں، ان کے کام کرنے کے حالات، تکان، دماغی

محنت سے جسمانی محنت کی خلاف‌معمول علیحدگی اور اسی وضع کی دوسری باتیں ہوا کرتی ہیں۔

ہمارے انقلاب کی غلطیوں، کوتاہیوں اور خامیوں میں ان غلطیوں وغیرہ کا مقام کسی طرح کچھ کم اہم نہیں ہے جو ان دانشوروں میں جو ہمارے درمیان موجود ہیں، ان افسوسناک — لیکن فی‌الحال ناگزیر — خصوصیات کے باعث اور دانشور کے تنظیمی کام پر مزدوروں کی کافی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے سرزد ہوتی ہیں۔

مزدور اور کسان اب بھی ''جھجکتے ہیں،، ان کو چاہئے کہ اس جھجک سے نجات حاصل کریں اور اس سے نجات وہ یقیناً حاصل کرلینگے۔ تعلیم‌یافتہ لوگوں کے، دانشوروں اور ماہروں کے مشورے اور ہدایت کے بغیر ہم اپنا کام نہیں چلا سکتے۔ ہر سمجھدار مزدور اور کسان اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے اور ہمارے درمیان جو دانشور ہیں وہ شکایت نہیں کرسکتے کہ مزدور اور کسان ان کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے اور ان کا رفیقانہ احترام نہیں کرتے۔ مگر ہدایت اور مشورہ ایک چیز ہوتی ہے اور عملی حساب کتاب اور کنٹرول دوسری۔ دانشور بارہا بہترین مشورہ دیتے ہیں لیکن اس مشورے اور ہدایت کی تعمیل میں، قول کو فعل کا روپ دینے پر عملی کنٹرول کرنے میں مضحکہ‌خیز طریقے سے، مہمل طور پر، بےحیائی کے ساتھ ''بدسلیقہ،، اور نااہل ثابت ہوتے ہیں۔

عین اس اعتبار سے ہی ''عوام،، میں سے آئے ہوئے، فیکٹری مزدوروں اور محنت کش کسانوں میں سے آئے ہوئے عملی منتظموں کی مدد اور سربراہی کے کردار کے بغیر کام چلانا قطعی غیرممکن ہے۔ ''دیوتا برتن نہیں بنایا کرتے،، — یہ وہ صداقت ہے جو مزدوروں اور کسانوں کو بخوبی ذہن نشین کر لینی چاہئے۔ ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ اب عملی کام ہی سب کچھ ہے، یہ کہ اب وہ تاریخی لمحہ آگیا ہے جبکہ نظریے کو عملی صورت دی جا رہی ہے، عمل سے اس میں قوت پیدا کی جا رہی ہے، عمل سے اس کی تصحیح کی جا رہی ہے، عمل سے اس کی آزمائش کی جارہی ہے، جبکہ مارکس کا یہ قول کہ ''اصل تحریک کا ہر قدم درجنوں پروگراموں سے زیادہ اہم ہوتا ہے،، خاص طور سے زیادہ حقیقی صورت اختیار کر گیا ہے — مالداروں اور بدمعاشوں

کو عملی طور پر دبانے، ان کی سرگرمیوں کو محدود کرنے، مکمل طور پر نگاھوں میں لانے اور ان کو قابو میں رکھنے کی جانب ہر قدم سوشلزم کے متعلق ایک درجن بہترین دلیلوں سے زیادہ بیش‌قیمت ھے - کیونکہ ''نظریه، میرے دوستو، سرمئی ھوتا ھے لیکن زندگی کا نخل جاوداں سبز،، (۲۴) -

مقابلےبازی کا اهتمام مزدوروں اور کسانوں میں سے آئے ھوئے عملی منتظموں کے درمیان کرنا چاھئے - ڈھلی ڈھلائی طرزیں مقرر کرنے اور اوپر سے یکسانیت مسلط کرنے کا، جن کی طرف دانشور اس قدر مائل ھوا کرتے ھیں، تدارک ضروری ھے - ڈھلی ڈھلائی طرزوں اور اوپر سے مسلط کی ھوئی یکسانیت کا جمہوری اور سوشلسٹ مرکزیت سے کوئی واسطه نہیں ھے - تفصیل میں، مخصوص مقامی خصوصیات میں، پہنچ کے طریقوں میں، کنٹرول نافذ کرنے کے طریقوں میں طفیلیوں (مالداروں اور بدمعاشوں کو، پھوھڑ اور شور مچانےوالے دانشوروں وغیره وغیره) کو نیست و نابود اور ناکاره کرنے میں تنوع سے لوازم کے، مبادیات کے جوھراصلی کے اتحاد میں رکاوٹ نہیں پڑتی بلکه اس کی ضمانت ھوتی ھے -

پیرس کمیون (۲۵) نے بہت بڑی مثال پیش کی تھی که عمل کی پیش‌قدمی، خودمختاری، آزادی اور نیچے سے ابھرنےوالی توانائی کو ڈھلی ڈھلائی شکلوں سے مبرا رضاکارانه مرکزیت سے باھم کیسے ملایا جائے - ھماری سوویتیں (۲۶) اسی راستے پر چل رھی ھیں - لیکن وه اب بھی ''جھینپو،، ھیں - ابھی تک وه اپنی ڈگر پر نہیں لگی ھیں، سوشلسٹ نظام کی تعمیر کے اپنے نئے، عظیم، تخلیقی فریضے کی ادائیگی کے لئے ابھی ''قدم نہیں جمائے،، ھیں - سوویتوں کو چاھئے که زیاده جرأت کے ساتھ کام کریں اور زیاده پہل کرنے کا مظاھره کریں - تمام ''کمیونوں،، — فیکٹریوں، گاؤں، صارفوں کی انجمنوں کو اور رسد کی کمیٹیوں کو — محنت کے اور حاصل پیداوار کی تقسیم کے حساب کتاب اور کنٹرول کرنے کے عملی منتظموں کی حیثیت سے ایک دوسرے سے مقابلےبازی کرنی چاھئے - اس حساب کتاب اور کنٹرول کا پروگرام ساده، صاف اور سب کی سمجھ میں آنےوالا ھے — ھر ایک کو روٹی میسر ھو، ھر ایک کے پاس ثابت جوتے اور اچھے کپڑے ھوں، ھر ایک کے پاس گرم رھائشی مکان ھو، ھر ایک دیانتداری سے کام کرے،

ایک بھی بدمعاش (وہ بھی جو کام سے جی چراتے ہوں) آزاد نہ رہنے دیا جائے بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے یا سخت‌ترین جبری محنت کرنے کی سزا بھگتے، کسی ایک بھی مالدار آدمی کو جو سوشلزم کے قاعدے قانون کی خلاف‌ورزی کرتا ہو بدمعاش کی سی سزا بھگتنے سے بچ کر نہ جانے دیا جائے جو، انصاف کی بات تو یہ ہے کہ، مالدار آدمی کا مقدر ہونا چاہئے۔ ''جو کام نہیں کرتا، وہ کھانے کو بھی کچھ نہیں پائیگا،، — یہ سوشلزم کا عملی فرمان ہے۔ عملی طور سے انتظام اس طرح سے ہی کرنا چاہئے۔ ہمارے ''کمیونوں،، اور ہمارے مزدور اور کسان منتظموں کو ان عملی کامیابیوں پر فخر کرنا چاہئے۔ اور اس کا اطلاق خاص طور پر دانشور منتظموں پر ہوتا ہے (خاص طور سے اس لئے کہ اپنی عام ہدایت اور قراردادوں پر فخر کرنے کی ان کو بہت ہی، حد سے زیادہ ہی عادت ہوتی ہے)۔

مالداروں، بدمعاشوں اور کام چوروں کا حساب کتاب کرنے اور کنٹرول کرنے کے ہزاروں عملی طور طریقے وضع کرنے چاہئیں اور کمیونوں کو خود، شہروں اور گاؤں میں چھوٹی چھوٹی اکائیوں کو ان کی عملی آزمائش کرنی چاہئے۔ تنوع یہاں مؤثر ہونے کی، واحد مشترک مقصد — روس کی سرزمین کو تمام موذی کیڑوں مکوڑوں، پسوؤں یعنی بدمعاشوں سے، کھٹملوں یعنی مالداروں سے اور اسی طرح کے دوسروں سے پاک کرنے میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ کسی ایک جگہ کوئی دس مالدار، دس بارہ بدمعاش، پانچ چھ ایسے مزدور جو کام سے جی چراتے ہیں (غنڈوں کی طرح، اس طرح جیسے کہ پیتروگراد میں بہت سارے کمپوزیٹر، خصوصاً پارٹی کے چھاپہ‌خانے میں، کام سے جی چراتے ہیں) جیل میں ڈالدئے جائینگے۔ دوسری جگہ ان کو پاخانے صاف کرنے پر لگا دیا جائیگا۔ تیسری جگہ ان کو اپنی سزا بھگتنے کے بعد ''پیلے کارڈ،، دیدئے جائیں گے تاکہ ہرشخص ان پر نگاہ رکھ سکے کہ وہ ضرر پہنچانے والے لوگ ہیں، حتی کہ وہ سدھر جائیں۔ چوتھی جگہ ہر دس میں سے ایک کام چور کو فوراً گولی سے اڑا دیا جائے۔ پانچویں جگہ ملے جلے طریقے کام میں لائے جا سکتے ہیں اور ان مالداروں، بورژوا دانشوروں، بدمعاشوں اور غنڈوں کو جن میں اصلاح قبول کرنے کا مادہ ہو، مشروط رہائی دیدی جائے اور جلدازجلد اپنی اصلاح کرلینے کا موقع دیا جائے۔ جس قدر زیادہ تنوع ہوگا، ہمارا عام تجربہ اتنا ہی

بہتر اور بھرپور ہوگا، سوشلزم کی کامیابی اسی قدر یقینی اور تیز رفتار ہوگی، اور عمل سے — کیونکہ صرف عمل ہی سے یہ ممکن ہے — جدوجہد کے بہترین طریقے اور ذریعے وضع کرنا اتنا ہی زیادہ آسان ہو جائیگا۔!

کونسا ایسا کمیون ہے ، بڑے شہر کا کونسا ایسا محلہ ہے ، کونسی ایسی فیکٹری ہے اور کونسے ایسے گاؤں ہیں جہاں فاقہ کشی کرنے والا کوئی نہیں ہے، بے روزگار کوئی نہیں ہے، مالدار طفیلی کوئی نہیں ہے، بورژوازی کے نفرت انگیز خدمتگار، تخریب پسند جو اپنے آپ کو دانشور کہتے ہیں، موجود نہیں ہیں؟ محنت کی کارگزاری بڑھانے میں، غریبوں کے لئے اچھے نئے مکان تعمیر کرنے کے لئے، غریبوں کو مالداروں کے گھروں میں بسانے کے لئے، ہر غریب خاندان کے ہر بچے کو دودھ کی ایک بوتل باقاعدگی سے فراہم کرنے کے لئے کہاں سب سے زیادہ کیا گیا ہے؟ ان باتوں میں ہی کمیونوں، بستیوں، پیداوار حاصل کرنے والے صارفوں کی انجمنوں اور مزدوروں، فوجیوں اور کسانوں کے نمائندوں کی سوویتوں کے درمیان مقابلہ بازی شروع ہونی چاہئے۔ یہ وہ کام ہے جس میں جوہر تنظیم سے آراستہ منتظموں کو عملاً آگے آنا چاہئے اور ان کو ترقی دے کر ریاستی نظم‌ونسق کے فرائض سپرد کردینے چاہئیں۔ لوگوں کے اندر جوہر بدرجہ اتم موجود ہے۔ بس یہ ہے کہ وہ دبا ہوا ہے۔ اسے کھلنے کا موقع دینا چاہئے۔ یہی اور صرف یہی، عوام کی حمایت کے ساتھ مل کر روس کو بچا سکتا ہے ، اور سوشلزم کے نصب‌العین کی حفاظت کر سکتا ہے۔

۲۴ — ۲۷ دسمبر ۱۹۱۷ء
میں لکھا گیا۔

معاشی کاؤنسلوں کی
پہلی کل روس کانگرس میں تقریر
۲۶ مئی ۱۹۱۸ء

(کامریڈ لینن کا پلیٹ‌فارم پر آتے ہی پرجوش تالیوں سے خیرمقدم کیا گیا ۔)

ساتھیو، پہلے تو مجھے عوامی کمیساروں کی کاؤنسل کی جانب سے عوامی معاشی کاؤنسلوں کی کانگرس کا خیرمقدم کرنے کی اجازت دیجئے ۔ (تالیاں ۔)

ساتھیو، اعلی معاشی کاؤنسل کو اب ایک مشکل لیکن سب سے زیادہ نتیجہ‌خیز فریضہ درپیش ہے ۔ اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ اکتوبر انقلاب سے حاصل ہونےوالے فائدوں کو جسقدر فروغ حاصل ہوتا ہے، اس کا شروع کیا ہوا تغیر جس قدر زیادہ گہرائی تک پہنچتا ہے ، سوشلسٹ انقلاب سے حاصل ہونےوالے فائدوں کی بنیادیں جس قدر مستقل صورت اختیار کرتی ہیں اور سوشلسٹ نظام مستحکم ہوتا ہے، معاشی کاؤنسلوں کا جو تمام ریاستی اداروں میں سے واحد ایسے ہیں کہ زیادہ عرصے برقرار رہیں‌گے، عملی حصہ اسی قدر عظیم‌تر اور بلندتر ہو جائیگا ۔ اور سوشلسٹ نظام کے قیام کے جس قدر نزدیک ہم پہنچینگے اور خالص انتظامی عملے کی، ایک ایسے عملے کی جو خالص نظم و نسق کے کام میں لگا ہوا ہو، ضرورت جتنی کم ہوگی سوویتوں کی حیثیت اور بھی زیادہ پائدار ہو جائیگی ۔ استحصال کرنےوالوں کی مزاحمت کی کمر بالکل ٹوٹ جانے کے بعد، اس کے بعد جبکہ محنت کش عوام نے سوشلسٹ پیداوار کو منظم کرنا سیکھ لیا ہوگا تو نظم‌ونسق کے سازوسامان کا، اس لفظ کے مناسب، ٹھیک ٹھیک، محدود معنوں میں، پرانی ریاست کے اس سازوسامان کا خاتمہ ہو کر رہیگا، جبکہ اعلی عوامی

معاشی کاؤنسل کی وضع کا ادارہ منظم سماج کی تمام خاص خاص عملی کارروائیاں انجام دیتے ہوئے آئندہ یقینی طور پر بڑھیگا، نشوونما حاصل کریگا اور طاقتور ہو جائیگا۔

یہی وجہ ہے ساتھیو، کہ جب میں اس تجربے کو دیکھتا ہوں جو ہماری اعلی عوامی معاشی کاؤنسل نے اور مقامی کاؤنسلوں نے جن کی سرگرمیوں سے اس کا قریبی اور اٹوٹ رشتہ ہے، تو میں سوچتا ہوں کہ اس بہت کچھ کے باوجود جو ناسکمل ہے، پورا نہیں ہوا ہے اور غیرمنظم ہے، ہمارے پاس ایسے نتائج اخذ کرنے کا ذرا بھی جواز نہیں ہے کہ جن سے مایوسی ٹپکتی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اعلی معاشی کاؤنسل نے اپنے لئے جو فریضہ مقرر کیا ہے اور وہ فریضہ جو تمام علاقائی اور مقامی کاؤنسلیں اپنے لئے مقرر کرتی ہیں اس قدر زبردست، اتنا ہمہ گیر ہے کہ ہم سب آج جو کچھ دیکھ رہے ہیں اس میں قطعی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو باعث تشویش ہو۔ بارہا — بےشک ہمارے نقطۂنظر سے، غالباً حد سے زیادہ بار — اس ضرب‌المثل سے استفادہ نہیں کیا گیا ہے کہ ''سات بار ناپو تو ایک بار کاٹو''۔ سوشلسٹ طرز پر معیشت کی تنظیم کے سلسلے میں تمام امور بدقسمتی سے اتنے سیدھے سادے نہیں جیسے کہ اس ضرب‌المثل میں ظاہر کئے گئے ہیں۔

سارا اقتدار — اب کی بار صرف سیاسی ہی نہیں اور زیادہ‌تر سیاسی تک نہیں بلکہ معاشی اقتدار، یعنی وہ اقتدار جو روزمرہ کے وجودانسانی کی انتہائی گہرائیوں تک بنیادوں کو متاثر کرتا ہے — ایک نئے طبقے کے پاس منتقل ہو جانے سے، مزیدبرآں ایک ایسے طبقے کے پاس جو نوع انسانی کی تاریخ میں پہلی بار آبادی کی بڑی بھاری اکثریت کا، محنت کش اور لوٹے کھسوٹے ہوئے عوام‌الناس کا رہنما بنا ہے — ہمارا کام زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ یہ کہنے کی تو چنداں ضرورت نہیں کہ ان انتہائی اہم اور انتہائی مشکل تنظیمی فرائض کے پیش نظر جو ہمیں درپیش ہیں، جبکہ ہمیں کروڑوں لوگوں کے وجود کی انتہائی گہرائیوں تک بنیادوں کو قطعی نئے انداز سے منظم کرنا ہے، تو سارے معاملے کا انتظام ''تین بار ناپو تو ایک بار کاٹو'' کی ضرب‌المثل جیسی سادگی کے ساتھ کرنا غیرممکن ہے۔ فی‌الحقیقت ہم ایسا نہیں کرسکے کہ کسی ایک چیز کو بےشمار بار ناپیں اور پھر کاٹیں اور اس

چیز کو متعین کریں جو قطعی طور پر ناپی اور ٹھیک بٹھائی جاچکی ہو ۔ ہمیں آگے بڑھتے رہنے کے ساتھ ساتھ، مختلف اداروں کی آزمائش کرتے ہوئے، ان کے کام کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے، محنت کش عوام کے اجتماعی مشترک تجربے اور سب سے بڑھ کر، ان کے کام کے نتیجوں سے ان کی آزمائش کرتے ہوئے اپنے معاشی ڈھانچے کی تعمیر کرنی ہوگی ۔ یہ کام ہمیں آگے بڑھتے رہنے کے ساتھ ساتھ انجام دینا ہوگا، اور، اس کے علاوہ، ایسے حالات میں جبکہ استحصال کرنےوالے جی‌توڑ جدوجہد اور مجنونانہ مزاحمت کر رہے ہوں، جن کا جنون اس وقت کے نزدیک آنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا ہے جبکہ ہم سرمایہ‌دارانہ استحصال کا ہلتا ہوا آخری دانت اکھاڑ کر پھینک دینگے ۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ اگر ایک مختصر سی مدت میں بھی ہمیں قومی معیشت کی مختلف شاخوں میں نظم‌ونسق کے اداروں کو، ان کی وضع قطع، قواعد و ضوابط کو کئی بار بدلنا پڑتا ہے تو ان حالات میں مایوس ہو جانے کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہے حالانکہ اس سے بورژوازی کو اور استحصال کرنےوالوں کو جن کے نازک‌ترین جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے، بدنیتی کے ساتھ بکواس کرنے کا خاصا موقع مل‌جاتا ہے ۔ بلاشبہ انہیں جن کو اس کام میں بہت ہی قریبی اور براہ راست حصہ لینا پڑتا ہے مثلاً پانی کے انتظام کے محکمے میں تو انہیں قواعد و ضوابط کو، نظم و نسق کے معمولات اور قوانین کو تین بار بدلنا ہمیشہ اچھا نہیں لگتا ۔ اس قسم کے کام سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے وہ زیادہ نہیں ہو سکتی ۔ اگر ہم فرمانوں میں حد سے بڑھکر باربار تبدیلیوں کی براہ راست ناگواری سے اپنے آپ کو قدرے علحدہ کرلیں اور عالمگیر تاریخی اہمیت کے اس زبردست کام کی گہرائی میں دور تک جا کر دیکھیں جو روسی پرولتاریہ کو اپنی ابھی تک ناکافی قوتوں کی مدد سے انجام دینا ہے تو یہ بات فوراً ہی سمجھ میں آجائیگی کہ نظم‌ونسق کے مختلف نظاموں اور نظم‌و ضبط کے مختلف طریقوں کی عملاً اور متعدد بار ردوبدل اور آزمائش ناگزیر ہے، اتنے عظیم‌الشان کام میں ہم کبھی بھی دعوی نہیں کرسکتے اور کسی بھی باہوش سوشلسٹ نے جس نے مستقبل کے امکانات پر کبھی بھی قلم اٹھایا ہے، کبھی سوچا تک بھی نہیں کہ ہم نئے سماج کی تنظیمی شکلیں پہلے سے طے‌شدہ ہدایات کے بموجب اور ایک ہی جنبش میں فوراً ہی قائم اور مرتب کر لینگے ۔

جو کچھ ہمیں معلوم تھا، سرمایہ‌دارانہ سماج کے بہترین ماہروں، اس کے ارتقا کی پیش‌بینی کرنےوالے عظیم‌ترین دماغوں نے ٹھیک ٹھیک ہمیں جو کچھ بتایا تھا وہ یہ تھا کہ تغیر تواریخی اعتبار سے ناگزیر ہے اور اس کو ایک مخصوص ڈگر پر ہونا چاہئے، یہ کہ ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت کا تاریخ یقیناً خاتمہ کر دیگی، یہ کہ وہ پھٹ پڑیگی، یہ کہ استحصال کرنےوالوں کی بےدخلی ناگزیر ہے۔ علمی باریک‌بینی کے ساتھ اس کو ثابت کیا گیا تھا، اور جب ہم نے سوشلزم کا پرچم سنبھالا تھا، جب ہم نے اپنے سوشلسٹ ہونے کا اعلان کیا تھا، جب ہم نے سوشلسٹ پارٹیوں کی بنا ڈالی تھی، جب ہم نے سماج میں تغیر و تبدل کیا تھا تو ہمیں اس کا علم تھا۔ جب ہم نے سوشلسٹ طرز پر از سر نو تنظیم کا آغاز کرنے کی غرض سے اقتدار اپنے ہاتھ میں لیا تھا تو ہمیں اس کا علم تھا۔ لیکن ہمیں تغیروتبدل کی شکلوں کا یا اصل از سر نو تنظیم کے ارتقا کی رفتار کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس اعتبار سے اجتماعی تجربہ، لاکھوں کا تجربہ ہی ہماری فیصلہ کن رہنمائی کر سکتا ہے، عین اس وجہ سے کہ ہمارے فریضے، سوشلزم کی تعمیر کے فریضے کی تکمیل کے لئے اوپر کے طبقوں کے ان ہزاروں لوگوں کا تجربہ جنھوں نے جاگیردارانہ سماج اور سرمایہ‌دارانہ سماج میں اب تک تاریخ بنائی ہے، ناکافی ہے۔ ہم عین اس وجہ سے اس طرح آگے نہیں بڑھ سکتے کیونکہ ہم مشترکہ تجربے پر کروڑوں محنت‌کشوں کے تجربے پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اس لئے ہم جانتے ہیں کہ اس تنظیم کے لئے، جو کہ کاؤنسلوں کا خاص اور بنیادی فریضہ ہے، بہت سارے تجربے، بہت سارے اقدامات، بہت سارے ردوبدل، بہت ساری مشکلیں، خصوصا اس اعتبار سے کہ ہر شخص کو مناسب مقام دیا جائے، ناگزیر ہیں، کیونکہ اس کا ہمیں کوئی تجربہ نہیں ہے۔ یہاں ہمیں ہر اقدام کی ترکیب خود ہی نکالنی ہوگی، اور اس راہ میں ہم جتنی زیادہ سنگین غلطیاں کرینگے اتنا ہی اس بات کا یقین بڑھیگا کہ ٹریڈیونینوں کی ممبری میں ہر اضافے کے ساتھ، ہر ان مزید لاکھوں لوگوں کے ساتھ جو محنت‌کش عوام کے جن کا استحصال کیا جاتا رہا ہے ان کے ڈیرے سے جو اب تک روایت اور عادت کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے ہیں، سوویت تنظیموں کے معماروں کے ڈیرے میں آجاتے ہیں، ان لوگوں کی تعداد بھی

بڑھ رہی ہے جنھیں سوزوں ثابت ہونا اور ٹھیک ڈھنگ سے کام کو منظم کرنا چاہئے۔

عوامی معاشی کاؤنسل — اعلی عوامی معاشی کاؤنسل — کو جو ثانوی فرائض درپیش ہوتے ہیں ان میں سے ایک ہی کو لیجئے جو خاص طور پر بار بار سامنے آتا ہے، بورژوا ماہروں سے استفادہ کرنے کا فریضہ۔ ہم سب، کم از کم وہ سب جو سائنس اور سوشلزم کی بنیاد پر اپنا رویہ متعین کرتے ہیں، جانتے ہیں کہ اس فریضے کی تکمیل صرف اس وقت ہی — کہ اس فریضے کی تکمیل صرف اس حد تک ہی کی جاسکتی ہے جس حد تک بین‌الاقوامی سرمایہ‌داری محنت کی، جو بہت بڑے پیمانے پر اور سائنس کی بنیاد پر اور اس لئے سائنسی اعتبار سے تعلیم‌یافتہ بہت سارے ماہروں کی تربیت کی بنیاد پر منظم ہو، مادی اور صنعتی وحرفتی شرائط اولین نشوونما حاصل کرچکی ہوں۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کے بغیر سوشلزم ناممکن ہے۔ اگر ہم ان سوشلسٹوں کی تصانیف کا پھر سے مطالعہ کریں جنھوں نے گذشتہ نصف صدی کے دوران سرمایہ‌داری کی نشوونما اور ترقی کا مشاہدہ کیا ہے اور جو باربار اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سوشلزم ناگزیر ہے، تو ہم دیکھینگے کہ ان میں سے بلااستثنا سب کے سب نے یہی اشارہ کیا ہے کہ صرف سوشلزم ہی سائنس کو بورژوا بیڑیوں سے، سرمائے کی تابعداری سے، ناپاک سرمایہ‌دارانہ لالچ کی غلامی سے نجات دلائیگی۔ صرف سوشلزم ہی اس بات کا امکان پیدا کریگی کہ سماجی پیداوار اور اشیا کی تقسیم کی بڑے پیمانے پر توسیع ہو اور ان کو تمام محنت‌کش عوام کی زندگی آسان کرنے اور زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک ان کی فلاح‌وبہبود میں اضافہ کرنے کے مقصد کے سائنسی طریقوں کا واقعی تابع کیا جا سکے۔ صرف سوشلزم ہی یہ مقصد حاصل کر سکتی ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اس کو یہ مقصد ضرور حاصل کر لینا چاہئے اور اس حقیقت کو سمجھ لینے ہی میں مارکسازم کی ساری پیچیدگیاں اور پوری قوت مضمر ہے۔

ان عناصر پر بھروسہ کرتے ہوئے جو اس کے مخالف ہیں ہمیں اس کو حاصل کرنا چاہئے کیونکہ سرمایہ جتنا بڑا ہوجاتا ہے، مزدوروں کو بورژوازی اتنا ہی زیادہ دباتی ہے۔ اب جب اقتدار پرولتاریہ اور غریب‌ترین کسانوں کے ہاتھ میں ہے اور حکومت عوام کی تائید سے اپنے

لئے فرائض کا تعین کر رہی ہے، تو ہمیں یہ سوشلسٹ تبدیلیاں ان بورژوا ماہروں کی مدد سے لانی ہیں جنھوں نے بورژوا سماج میں تربیت حاصل کی ہے ، جنھیں اور کسی حالت کا پتہ نہیں ہے اور جو کسی اور سماجی نظام کا تصور نہیں کر سکتے ۔ چنانچہ ان صورتوں میں بھی جبکہ یہ ماہرین اپنے کام کے تعلق سے قطعی پرخلوص اور وفادار ہوتے ہیں تو ان کے دماغ ہزارہا بورژوا تعصبات سے بھرے ہوتے ہیں، ہزاروں ڈوریاں ایسی ہوتی ہیں، جو انھیں خود بھی دکھائی نہیں دیتیں، جن کے ذریعے وہ بورژوا سماج سے بندھے ہوتے ہیں جو قریب‌المرگ ہے، سڑ گل رہا ہے اور اس لئے غضبناک ہوکر مزاحمت کررہا ہے ۔

کوششوں اور کامیابیوں کی راہ میں ان مشکلوں کو ہم اپنے آپ سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتے ۔ مجھے کسی ایک بھی سوشلسٹ کی ایسی تصنیف یا کسی ایک ممتاز سوشلسٹ کی ایسی رائے سوشلسٹ سماج کے مستقبل کے بارے میں یاد نہیں جس میں اس ٹھوس، عملی مشکل کی جانب اشارہ کیا گیا ہو جو مزدور طبقے کو اس وقت درپیش ہوگی جبکہ وہ برسراقتدار آئیگا، جبکہ وہ اپنے اوپر یہ فریضہ عائد کریگا کہ علم و تہذیب اور صنعت و حرفت کے اس بیش‌بہا، تواریخی اعتبار سے ناگزیر اور ہمارے لئے ضروری خزانے کو جو سرمایہ‌داری نے اکٹھا کیا ہے سرمایہ‌داری کے آلۂکار سے سوشلزم کے آلۂکار میں بدل دے ۔ عام کلیے کی شکل میں، تجریدی بحث‌مباحثے میں ایسا کرلینا آسان ہے لیکن سرمایہ‌داری کے خلاف، جو اچانک نہیں مرجاتی بلکہ جوں جوں اس کی موت قریب آتی‌جاتی ہے، اس کی مزاحمت زیادہ سے زیادہ غضبناک ہوتی جاتی ہے، جدوجہد میں یہ فریضہ ایسا ہوتا ہے جس کےلئے زبردست کوششیں درکار ہوتی ہیں ۔ اگر اس میدان عمل میں تجربے ہوتے ہیں، اگر ضروری غلطیوں کی ہم باربار تصحیح کرتے ہیں تو یہ ناگزیر ہے جبکہ ہم قومی معیشت کے کسی نہ کسی میدان عمل میں ماہروں کو فوراً ہی سرمایہ‌داری کے ملازموں سے محنت‌کش عوام کے ملازموں میں ان کے مشیروں میں تبدیل نہیں کر سکتے ۔ اگر ہم فوراً ہی ایسا نہ کر سکیں تو اس سے ذرا بھی مایوسی نہ پیدا ہونی چاہئے، کیونکہ جو فریضہ ہم نے اپنے اوپر عائد کیا ہے عالمی تاریخی مشکل اور اہمیت کا فریضہ ہے ۔ اس حقیقت کی جانب سے ہم اپنی

آنکھیں بند نہیں کر لیتے کہ کسی ایک ملک میں، خواہ وہ روس سے کہیں کم پسماندہ ہوتا، خواہ ہم ان سے بہتر حالات میں زندگی بسر کر رہے ہوتے جو چار سال کی بےمثال، پرصعوبت، شدید اور تباہ کن جنگ کے بعد عام ہیں تو ہم یہ سوشلسٹ انقلاب مکمل طور پر، تنہا خود اپنی کوششوں سے نہ کرپاتے۔ وہ جو کہ آج اس سوشلسٹ انقلاب سے منہ موڑتا ہے جو روس میں ہو رہا ہے اور قوتوں کے واضح عدم‌تناسب کی جانب اشارہ کرتا ہے، قدامت‌پرست ''کنوئیں کے مینڈک،، (۲۷) کی طرح ہے جس کو اپنی ناک کے آگے کچھ سجھائی نہیں دیتا، جو یہ بھول جاتا ہے کہ قوتوں کے عدم‌تناسب کی بہت ساری مثالوں کی عدم‌موجودگی میں کسی اہمیت کی ایک بھی تاریخی تبدیلی رونما نہیں ہوتی - جدوجہد کے دوران میں، انقلاب کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے - جب کسی ملک نے عظیم‌ترین تبدیلیوں کا راستہ اختیار کر لیا ہو، تو اس ملک کی اور اس ملک میں فتح حاصل کرنےوالے مزدور طبقے کی پارٹی کی ذمہ‌داری یہ ہوتی ہے کہ وہ ان فرائض کی عملی تکمیل کا بیڑہ اٹھائے جو پہلے مجرد طور پر، نظریاتی طریقے سے پیش کئے گئے تھے - اس تجربے کو کبھی بھی فراموش نہ کیا جا سکیگا - ٹریڈ یونینوں اور مقامی تنظیموں میں جو مزدور آج کل متحد ہیں وہ قومی پیمانے پر پوری کی پوری پیداوار کی تنظیم کے عملی کام میں جو تجربہ حاصل کر رہے ہیں وہ ان سے چھینا نہیں جا سکتا چاہے روسی انقلاب کو اور بین‌الاقوامی سوشلسٹ انقلاب کو کیسے ہی دشوار نشیب و فراز کیوں نہ درپیش آئیں - تاریخ میں وہ سوشلزم کی فتح کی حیثیت سے رقم ہوچکا ہے اور اس کی بنیاد پر ہی آئندہ عالمی انقلاب اپنی سوشلسٹ عمارت تعمیر کریگا -

ایک اور مسئلے کا، غالباً سب سے زیادہ دشوار مسئلے کا، جس کا اعلی عوامی معاشی کاؤنسل کو عملی حل تلاش کرنا ہے، ذکر کرنے کی میں آپ سے اجازت چاہتاہوں - یہ محنت کے نظم و ضبط کا مسئلہ ہے - سچ پوچھئے تو اس مسئلے کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں اظہار اطمینان کے ساتھ تسلیم کرنا اور اس بات پر زور دینا چاہئے کہ ٹریڈ یونینوں نے ہی، ان کی سب سے بڑی تنظیموں یعنی دھاتساز مزدوروں کی یونین کی مرکزی کمیٹی اور کل روس ٹریڈ یونین کاؤنسل نے، لاکھوں محنت‌کشوں کو متحد کرنےوالی ٹریڈ یونینوں کی اعلی ترین تنظیموں

نے ہی سب سے پہلے اس مسئلے کو اپنے طور پر حل کرنے کا آغاز کیا اور یہ مسئلہ عالمگیر تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کو سمجھنے کےلئے ہمیں ان جزوی، چھوٹی‌موٹی ناکامیوں سے، ان ناقابل‌یقین مشکلوں سے جن پر اگر الگ سے غور کیا جائے تو ناقابل‌عبور معلوم ہوتی ہیں، اپنے آپ کو الگ کرلینا چاہئے۔ ہمیں اس سے بلند سطح پر پہنچنا اور سماجی معیشت کے نظاموں کی تواریخی تبدیلی کا جائزہ‌لینا چاہئے۔ صرف اس زاوئے سے ہی ان فرائض کی جن کی تکمیل کی ذمہ‌داری ہم نے قبول کی ہے، زبردست وسعت کا اندازہ لگانا ممکن ہو سکیگا۔ صرف تب ہی اس حقیقت کی بےپناہ اہمیت کو سمجھنا ممکن ہوگا کہ اس موقع پر سماج کے سب سے زیادہ آگے بڑھے‌ہوئے نمائندے، محنت کرنے اور لوٹے کھسوٹے جانے والے لوگ، خود اپنی ہی پیش‌قدمی پر، وہ فرض انجام دینے کی ذمہ‌داری قبول کررہے ہیں جو اب تک، جاگیردارانہ روس میں، ۱۸۶۱ء(۲۸) تک، مٹھی بھر مالکان اراضی انجام دیا کرتے تھے، جو اس کو خود اپنا معاملہ تصور کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں یہ ان کی ذمہ‌داری تھی کہ ریاستی الحاق اور نظم و ضبط پیدا کریں۔

ہم جانتے ہیں کہ جاگیردار مالکان اراضی نے یہ نظم و ضبط کس طرح پیدا کیا۔ لوگوں کی اکثریت کے لئے اس کے معنی تھے استبداد، توہین اور قیدباسشقت کی ناقابل‌یقین ایزائیں۔ زر خرید کسانوں کے نظام سے لیکر بورژوا معیشت تک عبور کے اس پورے دور کو یاد کیجئے۔ جو کچھ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے — اگرچہ آپ میں سے اکثر ایسے ہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ سکے ہونگے — اور جو کچھ اپنے بڑے بوڑھوں سے آپ کو معلوم ہوتا ہے، اس سے آپ کو علم ہے کہ ۱۸۶۱ء کے بعد نئی بورژوا معیشت کی جانب عبور، پرانے جاگیردارانہ ڈنڈے کے نظم و ضبط سے، انتہائی بےمعنی، تحکمانہ، وحشیانہ اہانت اور جسمانی تشدد کے نظم‌و ضبط سے، بورژوا نظم‌وضبط، فاقوں کے، نام نہاد آزاد مزدوری کے نظم‌وضبط کی جانب جو درحقیقت سرمایہ‌دارانہ غلامی کا نظم و ضبط تھا، عبور تواریخی اعتبار سے کتنا سہل تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نوع‌انسانی ایک استحصال کرنے‌والے کے پاس سے دوسرے کے پاس منتقل ہو گئی تھی، کہ عوام کی محنت لوٹنے، استحصال کرنےوالوں کی ایک اقلیت نے اپنی جگہ دوسری اقلیت کو

دیدی تھی جو خود بھی عوام کی محنت کو لوٹتی اور ان کا استحصال کرتی تھی، کہ جاگیردار مالکان‌زمین نے اپنی جگہ سرمایہ‌داروں کو دےدی، ایک اقلیت نے اپنی جگہ دوسری اقلیت کو دے دی، جبکہ محنت‌کش اور لوٹے کھسوٹےجانےوالے طبقے بدستور مظلوم رہے۔ اور ایک استحصال کرنےوالے سے دوسرے استحصال کرنےوالے میں یہ تبدیلی بھی قرنوں کی نہیں تو برسوں کی کوششوں سے ہوئی۔ اس کا عبوری دور قرنوں تک نہیں تو برسوں تک جاری رہا۔ اس عرصے کے دوران پرانے جاگیرداز مالکان اراضی کا قطعی خلوص کے ساتھ یہ عقیدہ تھا کہ ہر چیز تباہ و برباد ہو رہی ہے، یہ کہ زرخرید کسانوں کے نظام کے بغیر ملک کا انتظام و انصرام ناممکن ہے، جبکہ نئے سرمایہ‌دار مالک کو ہرہر قدم پر عملی مشکلوں کا سامنا ہوتا تھا اور وہ اپنے کاروبار کو گھاٹے کا سودا سمجھ‌کر چھوڑدیا کرتا تھا۔ اس عبور کی مادی شہادت، ایک واقعی ثبوت یہ ہے کہ روس ان دنوں مشینیں بدیس سے درآمد کیا کرتا تھا تاکہ اس کے پاس استعمال کے لئے بہترین مشینیں ہوں اور پتہ یہ چلا کہ ان مشینوں کو کام میں لانے کےلئے نہ تو کاریگر ہیں، اور نہ کوئی منتظم۔ اور روس میں جگہ جگہ بہترین قسم کی مشینیں بیکار پڑی نظر آتی تھیں۔ اتنا مشکل تھا پرانے جاگیردارانہ نظم و ضبط سے نئے، بورژوا سرمایہ‌دارانہ نظم و ضبط کی جانب عبور۔

چنانچہ، ساتھیو، اگر آپ سارے معاملے کو اس زاوئے سے دیکھیں تو آپ ان لوگوں کی، ان طبقوں کی، اس بورژوازی اور اس کے حاشیہ نشینوں کی باتوں سے گمراہ نہیں ہونگے جن‌کا واحد مقصد افراتفری پیدا کرنا، مایوسی پیدا کرنا، ہمارے پورے کام کے بارے میں ناامیدی پیدا کرنا ہے، اس کو مایوس‌کن ظاہر کرنا، نظم و ضبط کے فقدان اور بدعنوانی کی ہر مثال کو اچھالنا اور اس وجہ سے انقلاب کو خراب ہی خراب گردان کر ترک کرا دینا چاہتے ہیں جیسے کہ دنیا میں، تاریخ میں واقعی ایک بھی ایسا انقلاب‌عظیم نہ ہوا ہو جس میں کوئی بدعنوانی نہ ہوئی ہو، نظم و ضبط کا فقدان نہ ہوا ہو، کوئی تکلیف‌دہ تجرباتی اقدامات نہ کئے گئے ہوں، جبکہ لوگ ایک نئے نظم و ضبط کی تخلیق کررہے ہوں۔ ہمیں یہ بات ہرگز نہ بھولنی چاہئے کہ پہلی مرتبہ تاریخ میں اس منزل پر پہنچا گیا ہے، جبکہ ایک نیا نظم‌وضبط، محنت کا نظم و ضبط، رفیقانہ تعلق کا نظم و ضبط، سوویت

نظم‌وضبط، لاکھوں محنت کش، لوٹے کھسوٹے ہوئے لوگ درحقیقت تخلیق کر رہے ہیں۔ اس میدان‌عمل میں ہم جلدی سے کامیابی حاصل کرلینے کا دعوی نہیں کرتے، نہ ہی اس کی توقع کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اس فریضے کی تکمیل میں پورا ایک تواریخی دور لگ جائیگا۔ ہم نے اس تواریخی دور کا، اس دور کا آغاز کیا ہے جس میں ہم ایک ایسے ملک میں سرمایہ‌دارانہ سماج کا نظم و ضبط توڑ رہے ہیں جو ابھی تک بورژوا ہے اور ہمیں فخر ہے کہ سیاسی شعور رکھنے‌والے تمام مزدور، قطعی طور پر تمام محنت کش کسان ہر جگہ اس کی تخریب میں مدد دے رہے ہیں، اس دور کا آغاز جس میں لوگ رضاکارانہ طور پر، خودبخود واقف ہوتے جا رہے ہیں کہ انھیں — اوپر سے ہدایات ملنے پر نہیں، بلکہ خود اپنی زندگی کے تجربے کی ہدایات پر — اس نظم‌وضبط کو جو محنت کش عوام کے استحصال اور غلامی پر مبنی ہے لازمی طور پر تبدیل کرکے متحدہ محنت کا ایک نیا نظم و ضبط، پورے روس کے لاکھوں اور کروڑوں کی آبادی‌والے ایک ملک کے متحدہ، منظم مزدوروں اور محنت کش کسانوں کا نظم و ضبط قائم کرنا چاہئے۔ یہ بڑا ہی مشکل کام ہے، لیکن ساتھ ہی احسانمندانہ بھی کیونکہ جب ہم اس کو عملاً پورا کرلینگے تب ہی اس سرمایہ‌دارانہ سماج کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک پائینگے، جسے ہم دفن کر رہے ہیں۔ (تالیاں۔)

شاندار آغاز

(اقتباسات)

جیسے کہ مجھے بارہا اس امر کی جانب اشارہ کرنے کا موقع مل چکا ہے، اور موقعوں کے علاوہ اس تقریر میں جو میں نے ۱۲ مارچ کو پیٹروگراد سوویت کے ایک اجلاس میں کی تھی، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے معنی استحصال کرنے والوں کے خلاف قوت کے استعمال ہی کے نہیں ہیں، اور خاص طور پر قوت استعمال کرنے کے بھی نہیں۔ انقلابی قوت کے اس استعمال کی معاشی بنیاد اس کے مؤثر اور کامیاب ہونے کی ضمانت یہ حقیقت ہے کہ پرولتاریہ سرمایہ‌داری کے مقابلے میں محنت کی سماجی تنظیم کی اعلیٰ‌تر وضع کی نمائندگی اور تخلیق کرتا ہے۔ یہی وہ جوہر ہے، یہی اس طاقت کا سرچشمہ اور ضمانت ہے کہ انجام‌کار کمیونزم کی فتح ناگزیر ہے۔

سماجی محنت کی جاگیردارانہ تنظیم ڈنڈے کے نظم‌وضبط پر مبنی تھی جبکہ مٹھی بھر جاگیرداروں کے ہاتھوں لوٹے اور خوفزدہ کئے ہوئے محنت‌کش عوام قطعاً غیرتعلیم یافتہ اور پامال تھے۔ سماجی محنت کی سرمایہ‌دارانہ تنظیم بھوک کے پیدا کئے ہوئے نظم و ضبط پر مبنی تھی اور بورژوا تہذیب و تمدن اور بورژوا جمہوریت کی ساری ترقی کے باوجود سب سے زیادہ ترقی‌یافتہ، تہذیب‌یافتہ اور جمہوری جمہوریاؤں میں محنت کش عوام الناس کے وسیع حلقے اجرتی غلاموں یا مظلوم کسانوں کا ایک جاہل اور پامال انبوہ کثیر بنے رہے جنھیں مٹھی بھر سرمایہ‌دار لوٹتے اور دہشت‌زدہ رکھتے تھے۔ سماجی محنت کی کمیونسٹ تنظیم، جس کی جانب پہلا قدم سوشلزم ہے، خود ان محنت‌کش عوام کے آزاد اور باشعور نظم و ضبط پر مبنی ہے، جنھوں

نے مالکان اراضی اور سرمایہ‌داروں دونوں کی غلامی کا جوا اتار پھینکا ہے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پر اور بھی زیادہ تکیہ کریں گے۔

نیا نظم و ضبط کوئی آسمان سے نہیں ٹپک پڑتا، نہ ھی دعائےخیر سے پیدا ہوتا ہے، وہ تو بڑے پیمانے کی سرمایہ‌دارانہ پیداوار کے مادی حالات سے اور صرف ان سے ھی نمو پاتا ہے۔ ان کے بغیر یہ ناممکن ہوتا ہے۔ اور ان مادی حالات کا مخزن یا وسیلہ ایک خاص تواریخی طبقہ ہوتا ہے، جس کو بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری تخلیق، منظم، متحد کرتی ہے، تعلیم و تربیت اور تقویت دیتی ہے۔ یہ طبقہ پرولتاریہ ہوتا ہے۔

اگر ہم لاطینی، علمی، تواریخی اور فلسفیانہ اصطلاح ”پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ“ کا سادہ زبان میں ترجمہ کریں تو اس کے معنی مندرجہ‌ذیل ہوتے ہیں:

صرف ایک خاص طبقہ یعنی شہری مزدور، اور عموماً فیکٹری کے، صنعتی مزدور سرمائے کی غلامی کا جوا اتار پھینکنے کی جدوجہد میں، اور واقعی اتار پھینکنے میں، اس فتح کو برقرار رکھنے اور مستحکم کرنے کی جدوجہد میں، نیا سوشلسٹ سماجی نظام تخلیق کرنے کے کام میں اور طبقوں کا مکمل خاتمہ کرنے کی پوری جدوجہد میں محنت کش اور لوٹے کھسوٹےجانےوالے لوگوں کے پورے جم غفیر کی قیادت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (ضمناً ہم یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ سوشلزم اور کمیونزم کے درمیان واحد علمی امتیاز یہ ہے کہ پہلی اصطلاح سے مراد سرمایہ‌داری سے پیدا ہونے والے نئے سماج کا پہلا مرحلہ ہے جبکہ دوسری سے مراد اس سے اگلا اور بلندتر مرحلہ۔)

”بیرن“ والی زرد انٹرنیشنل (۲۹) جو غلطی کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے رہنما طبقاتی جدوجہد اور پرولتاریہ کی سربراھی کے کردار کو زبانی تو تسلیم کرتے ہیں مگر منطقی اختتام تک اس پر غور کرنے سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ اس سے اخذ ہونےوالے ناگزیر نتیجے سے ڈرتے ہیں جو بورژوازی کو خاص طور سے ہراساں کرتا ہے اور جو انہیں قطعاً قبول نہیں ہے۔ وہ اس بات کو تسلیم کرنے سے ڈرتے ہیں کہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ بھی طبقاتی جدوجہد کا ایک دور ہوتی ہے، جو اس وقت تک ناگزیر ہوتی ہے جب تک کہ طبقے مٹ نہ جائیں اور جو ھئیت میں بدلتی رہتی ہے اور سرمایہ‌داری کا تختہ الٹنے

کے فوراً بعد کے دور میں خاص طور سے شدید اور خاص طور سے مخصوص وضع کی ہوتی ہے۔ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بعد پرولتاریہ طبقاتی جدوجہد کو ختم نہیں کر دیتا بلکہ طبقوں کے خاتمے تک جاری رکھتا ہے — بلاشبہ مختلف حالات میں، مختلف شکل میں اور مختلف ذرائع سے۔

اور ''طبقوں کے خاتمے،، کے کیا معنی ہیں؟ وہ تمام لوگ جو اپنے آپ کو سوشلسٹ کہتے ہیں، سوشلزم کی منزل مقصود کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کی اہمیت پر سب ہی دھیان نہیں دیتے۔ لوگوں کے ان بڑے بڑے گروہوں کو طبقے کہتے ہیں اس مقام کے اعتبار سے، جو انہیں سماجی پیداوار کے تواریخی لحاظ سے متعینہ نظام میں حاصل ہوتا ہے، ذرائع پیداوار سے ان کے تعلق کے اعتبار سے (جو بیشتر صورتوں میں قانون کی شکل میں متعین و مرتب ہوتا ہے)، محنت کی سماجی تنظیم میں ان کے کردار اور، اس کے نتیجے میں، سماجی دولت میں اس حصے کی مقدار کے اعتبار سے جو اس کی تحویل میں ہوتا ہے اور اس کو حاصل کرنے کے طریقے کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ طبقے لوگوں کے ان گروہوں کو کہتے ہیں جن میں سے، سماجی معیشت کے ایک متعین نظام میں مختلف مقامات پر ہونے کے باعث ایک گروہ دوسرے کی محنت کو ہتھیا سکتا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ طبقوں کو مکمل طور سے ختم کرنے کی غرض سے استحصال کرنےوالوں، زمین کے مالکوں اور سرمایہداروں کا تختہ پلٹنا ہی کافی نہیں ہوتا، ان کے حقوق‌ملکیت کو مٹانا ہی کافی نہیں ہوتا۔ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ ذرائع پیداوار کی تمام نجی ملکیت کا خاتمہ کیا جائے، ضروری ہوتا ہے کہ شہر اور دیہات کے درمیان امتیاز مٹا دیا جائے، نیز جسمانی کام کرنےوالوں اور دماغی کام کرنےوالوں کے درمیان امتیاز بھی۔ اس کے لئے نہایت طویل مدت درکار ہوتی ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پیداواری قوتوں کو نشو و نما دینے کے لئے ایک زبردست قدم بڑھانا ضروری ہوتا ہے۔ چھوٹے پیمانے کی پیداوار کے بہت ساری باقیات کی مزاحمت پر (جو عموماً غیرمتحرک اور خاص طور پر اڑیل ہوتی ہیں اور جن کے ختم کرنے میں خاص طور سے مشکل ہوتی ہے) عبور حاصل کرنا

پڑتا ہے۔ عادت اور قدامت‌پسندی کی جو ان باقیات سے متعلق ہوتی ہیں، زبردست قوت پر عبور حاصل کرنا ہوتا ہے۔

یہ مفروضہ کہ تمام ''محنت کش،، یہ کام سر انجام دینے کی یکساں صلاحیت رکھتے ہیں، کھوکھلی بات ہے، یا انتہائی قدیم، قبل مارکسی سوشلسٹ کا خواب، کیونکہ یہ صلاحیت خودبخود نہیں آتی بلکہ تواریخی اعتبار سے نمو حاصل کرتی ہے، اور بڑے پیمانے کی سرمایہ‌دارانہ پیداوار کے مادی حالات سے ہی نمو حاصل کرتی ہے۔ سرمایہ‌داری سے سوشلزم کی جانب لیجانے‌والی شاہراہ کے شروع میں یہ صلاحیت صرف پرولتاریہ کے پاس ہوتی ہے۔ اس کو جو بڑا کام درپیش ہوتا ہے اس کی تکمیل کی اس میں اول تو اس لئے صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ تہذیب‌یافتہ سماج میں وہ سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ آگے بڑھا ہوا طبقہ ہوتا ہے، دوسرے وہ بیشتر ترقی‌یافتہ ملکوں میں آبادی کی اکثریت کی تشکیل کرتا ہےاور تیسرے اس لئے کہ پسماندہ سرمایہ‌دار ملکوں میں، جیسے کہ روس ہے، آبادی کی اکثریت نیم پرولتاریوں پر مشتمل ہوتی ہے یعنی ان لوگوں پر جو سال کے ایک حصے میں باقاعدگی کے ساتھ پرولتاری طرز کی زندگی بسر کرتے ہیں، جو اپنی معاش کا ایک حصہ سرمایہ‌دارانہ کاروباروں میں اجرتی مزدوروں کی حیثیت سے حاصل کرتے ہیں۔

جو لوگ سرمایہ‌داری سے سوشلزم کی جانب عبور سے پیدا ہونےوالے مسئلوں کو آزادی، مساوات، عمومی جمہوریت، محنت کی جمہوریت کی مساوات وغیرہ کے متعلق عام گفتگو کی بنیاد پر حل کرنا چاہتے ہیں (جیسے کہ کاؤتسکی، مارتوف اور بیرن کی زرد انٹرنیشنل کے دوسرے ہیرو کرتے ہیں) وہ اس طرح اپنے پیٹی‌بورژوا اناڑی پن ہی کو ظاہر کرتے اور نظریاتی اعتبار سے غلاموں کی طرح بورژوازی کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اس مسئلے کا صحیح حل اس خاص طبقے کے جس نے سیاسی اقتدار حاصل کرنے میں فتح حاصل کرلی ہو یعنی پرولتاریہ کے اور محنت کش آبادی کے پورے غیرپرولتاری اور نیم پرولتاری ، جم غفیر کے درمیان مخصوص تعلقات کے، ان تعلقات کے صرف ٹھوس مطالعے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے جو خیال‌آرائیوں کی ہم آہنگ، ''تصوراتی،، حالات میں نہیں بلکہ بورژوازی کی ایسی سخت ہیجانی مزاحمت کے حقیقی

حالات میں تشکیل پاتے ہیں جو بہت سی اور مختلف صورتیں اختیار کر لیتی ہے۔

کسی بھی سرمایہ‌دار ملک کی، جن میں روس بھی شامل ہے، آبادی کی — اور سب سے زیادہ محنت کش آبادی کی — بھاری اکثریت خود بھی اور اپنے عزیزواقارب کے ذریعے بھی سرمائے کے استبداد، لوٹ اور ہر وضع کے اس کے ڈھائے ہوئے مظالم کا ہزاروں بار مزہ چکھ چکی ہے۔ سامراجی جنگ نے یعنی یہ فیصلہ کرنے کی غرض سے کہ ساری دنیا کو لوٹنے میں برتری برطانوی سرمائے کو حاصل ہو یا جرمن سرمائے کو، ایک کروڑ لوگوں کے قتل و خون نے ان مصیبتوں کی شدت بڑھا دی ہے، ان کی وسعت اور گہرائی میں اضافہ کر دیا ہے اور لوگوں پر ان کے معنی واضح کر دئے ہیں۔ چنانچہ آبادی کی، خصوصاً محنت کش عوام کی بھاری اکثریت پرولتاریہ سے ناگزیر ہمدردی کا مظاہرہ کرتی ہے، کیونکہ وہ سورماؤں کی دلیری اور انقلابی شدت و غضب سے سرمائے کی غلامی کے جوئے کو اتار کر پھینک رہا ہوتا ہے، استحصال کرنے‌والوں کا تختہ پلٹ رہا ہوتا ہے، ان کی مزاحمت کو کچل رہا ہوتا ہے اور ایک ایسے نئے سماج کی تخلیق کی راہ ہموار کرنے کے لئے اپنا خون بہا رہا ہوتا ہے جس میں استحصال کرنے‌والوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

محنت کش آبادی کے غیرپرولتاری اور نیم‌پرولتاری عوام الناس کی پیٹی بورژوا پس و پیش اور بورژوا ’’نظام،، کے تحت بورژوازی کے ’’زیرسایہ،، واپس جانے کی خواہش خواہ کتنی ہی بڑی اور ناگزیر کیوں نہ ہو، وہ پرولتاریہ کے اخلاقی اور سیاسی اختیار و اقتدار کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو کہ استحصال کرنے‌والوں کا تختہ ہی نہیں الٹ رہے ہوتے، ان کی مزاحمت کو کچل ہی نہیں رہے ہوتے بلکہ ایک نیا اور اعلیٰ‌تر سماجی رشتہ، ایک سماجی نظم و ضبط، طبقاتی شعور رکھنے‌والے اور متحد محنت کش عوام کا نظم‌وضبط بھی قائم کر رہے ہوتے ہیں جو خود اپنے اتحاد کے، زیادہ طبقاتی شعور رکھنے‌والے، دلیر، ٹھوس، انقلابی اور دیانت‌دار ہراول کے اختیار و اقتدار کے علاوہ اور کسی اختیار و اقتدار کو اور کسی کی غلامی کے جوئے کو نہیں جانتے۔

فتح حاصل کرنے کے لئے، سوشلزم کی تعمیر اور استحکام کے لئے،

پرولتاریہ کو دوھرا یا دگنا کام کرنا چاھئے ۔ پہلے تو اسے چاھئے کہ سرمائے کے خلاف انقلابی جدوجہد میں اپنی انتہائی شجاعت کے ذریعے محنت کش اور لوٹے کھسوٹے ھوئے پورے جم‌غفیر کو اپنا حامی بنا لے ۔ اس کو چاھئے کہ بورژوازی کا تختہ پلٹنے اور اس کی مزاحمت یکسر کچلنے کی جدوجہد میں ان کو منظم کرے اور ان کی قیادت سنبھالے ۔ دوسرے اس پر لازم ھے کہ محنت کش اور لوٹے کھسوٹے جانےوالے پورے عوام‌الناس کو، نیز تمام پیٹی‌بورژوا گروھوں کو اپنی رھنمائی میں نئی معاشی نشو و نما اور ترقی کی شاھراہ پر ایک نیا سماجی رشتہ، محنت کا ایک نیا نظم و ضبط، محنت کی ایک نئی تنظیم تخلیق کرنے کی جانب لےجائے جس میں بڑے پیمانے کی سوشلسٹ پیداوار تخلیق کرنے میں سائنس اور سرمایہ‌دارانہ صنعتی و حرفتی ترکیبوں کی جدیدترین دریافتوں کا طبقاتی شعور رکھنےوالے مزدوروں کی عام پیمانے کی وابستگی کے ساتھ امتزاج ھو ۔

دوسرا کام پہلے کی بہ‌نسبت زیادہ مشکل ھے کیونکہ بہادرانہ جوش و خروش کے واحد کارناموں سے اس کی تکمیل نہیں کی جاسکتی ۔ اس کےلئے سادہ، روزمرہ کے کام میں انتہائی طویل عرصے تک، انتہائی مستقل‌مزاجی کے ساتھ، انتہائی دشوار عام پیمانے کی شجاعت درکار ھوتی ھے ۔ لیکن یہ کام پہلے کی بہ‌نسبت زیادہ لازمی ھوتا ھے کیونکہ آخری تجزیے میں، بورژوازی پر فتوحات حاصل کرنے کی قوت کا سب سے گہرا سرچشمہ، ان فتوحات کی پائیداری اور جاودانی کی واحد ضمانت سماجی پیداوار کے ایک نئے اور اعلی‌تر طریقے سے، سرمایہ‌دارانہ اور پیٹی‌بورژوا پیداوار کی جگہ بڑے پیمانے کی سوشلسٹ پیداوار کو دینے سے ھی ھو سکتی ھے ۔

* * *

نئے سماجی نظام کی فتح کےلئے سب سے اھم، خاص چیز، آخری تجزیے میں، محنت کی کارگزاری ھے ۔ سرمایہ‌داری نے محنت کی ایک ایسی کارگزاری تخلیق کی جو زرخرید کسانوں کے نظام کے تحت نامعلوم تھی ۔ محنت کی ایک نئی اور کہیں زیادہ اعلی کارگزاری کی تخلیق کرکے سوشلزم سرمایہ‌داری کا قطعی خاتمہ کر سکتی ھے اور قطعی خاتمہ کر دےگی ۔ یہ بڑا ھی دشوار معاملہ ھے اور اس میں یقیناً

طویل عرصہ لگے گا لیکن اس کا آغاز کر دیا گیا ہے، اور یہی خاص چیز ہے۔ اگر فاقہ‌زدہ ماسکو ۱۹۱۹ء کی گرمیوں میں، فاقے کرتے ہوئے مزدور جو سامراجی جنگ کے چار صبرآزما سال اور اس سے بھی زیادہ صبرآزما خانہ‌جنگی کے مزید ڈیڑھ سال جھیلنے کے بعد اس عظیم الشان کام کا آغاز کر سکتے تھے تو بعد میں پھر جب ہم خانہ‌جنگی میں جیت جائیں گے اور امن کو جیت لیں گے تو حالات کیا صورت اختیار کریں گے؟

ترقی‌یافتہ حرفتی ترکیبیں کام میں لینے‌والے رضاکار، طبقاتی شعور کے حامل اور متحدہ مزدوروں کی محنت کی اعلی کارگزاری — اس کے بمقابل جو سرمایہ‌داری کے تحت ہوا کرتی ہے — کمیونزم ہے۔ کمیونزم کے اصل آغاز کی حیثیت سے کمیونسٹ سبوتنیک غیرمعمولی قدر و قیمت کے حامل ہیں۔ اور یہ بڑی ہی کمیاب چیز ہے، کیونکہ ہم ایک ایسے دور میں ہیں جبکہ ''سرمایہ‌داری سے کمیونزم کی جانب عبور میں صرف پہلے ہی قدم اٹھائے جا رہے ہیں،، (جیسا کہ ہمارے پارٹی پروگرام میں بجا طور پر واضح کیا گیا ہے)۔

کمیونزم کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب عام مزدور ایثار کے ساتھ جانفشان محنت کرکے محنت کی کارگزاری بڑھانے اور اناج، کوئلے، لوہے اور دیگر اشیاء کے ہر من کی حفاظت کرنے کی فکر کرتے ہیں جو ذاتی طور پر مزدوروں یا ان کے ''قریبی،، رشتے‌داروں کے پاس نہیں جاتیں بلکہ ''دور کے،، لوگوں یعنی بحیثیت مجموعی پورے سماج کے، پہلے ایک سوشلسٹ ریاست میں اور پھر سوویت جمہوریاؤں کی ایک یونین میں متحد لاکھوں کروڑوں لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں۔

اپنی تصنیف ''سرمایہ،، میں کارل مارکس نے انسان کی آزادی اور حقوق کے بورژوا جمہوری پرشکوہ، بلندبانگ منشوراعظم کا مذاق اڑایا ہے، عمومی آزادی، مساوات اور اخوت کے بارے میں اس پرشکوہ لفاظی کا مذاق اڑایا ہے جو تمام ملکوں کے پیٹی‌بورژوا اور اناڑیوں کی آنکھوں میں چکا چوند کر دیتی ہے جن میں بیرن کی فرومایہ زرد انٹرنیشنل کے موجودہ سفلہ‌صفت سورما بھی شامل ہیں۔ حقوق کے ان پرشکوہ اعلانات کا مقابلہ مارکس نے اس سادہ، خاکسارانہ، عملی، سیدھے انداز سے کیا ہے جس میں پرولتاریہ اس مسئلے کو پیش کرتا ہے — کام کرنے کے نسبتاً چھوٹے دن کا ریاستی قانون منظور کرنے کا مطالبہ اس

انداز کی ایک نمایاں مثال ہے ۔ پرولتاری انقلاب کی ماہیت جیسے جیسے سامنے آتی جاتی ہے ویسے ہی ویسے مارکس کے قول کی موزونیت اور گہرائی زیادہ واضح اور زیادہ روشن ہوتی جاتی ہے ۔ اصلی کمیونزم کے ''کلیٹے،، کاؤتسکیوں، مینشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں (۳۰) اور ان کے پیارے بیرن والے ''بھائیوں،، کی پرشکوہ، پرپیچ اور رعب‌دار لفاظی سے اس چیز میں مختلف ہیں کہ وہ ہر چیز کو محنت کے حالات میں تبدیل کر دیتے ہیں ۔ ''محنت کی جمہوریت،، کے متعلق، ''آزادی، مساوات اور اخوت،، کے متعلق ''حکومت بذریعہ عوام،، کے متعلق اور ایسی تمام چیزوں کے بارے میں چاؤں چاؤں کم ہونی چاہئے ۔ ہمارے زمانے کے طبقاتی شعور رکھنےوالے مزدور اور کسان بورژوا دانشوروں کی پرشکوہ لفاظیوں کی اصلیت کو سمجھ جاتے ہیں، اور دھوکےبازی کو اتنی ہی آسانی سے پہچان جاتے ہیں جتنی آسانی سے کہ کوئی معمولی عقل سلیم اور تجربہ رکھنےوالا شخص جب بےداغ ''نستعلیق،، قسم کے خد و خال کے اور صاف ستھرے نظر آنےوالے ''بانکے،، کو دیکھ کر فوراً ہی، بےدھڑک پکار اٹھتا ہے کہ ''ہو نہ ہو یہ حضرت خصلتاً بدذات ہیں!،،

بڑھ بڑھ کر باتیں کم، سادہ، روزمرہ کا کام، من بھر اناج کی، من بھر کوئلے کی فکر زیادہ! یہ من بھر اناج، من بھر کوئلہ جس کی بھوکے مزدوروں، پھٹے حال، ننگ‌پیرے کسانوں کو ضرورت ہے، حیل حجت کئے بغیر فراہم کرنے کے متعلق زیادہ فکر، سرمایہ‌دارانہ انداز میں نہیں بلکہ ماسکو کازان ریلوے لائن کے غیرہنرمند مزدوروں اور ریلوے کارکنوں کی طرح سادہ محنت کشوں کی شعوری، رضاکارانہ، بےپناہ بہادرانہ محنت سے ۔

ہم سب کو تسلیم کرنا چاہئے کہ انقلاب کے مسائل کی جانب بورژوا دانشورانہ نعرےبازی کے رویے کی باقیات ہر قدم پر، ہر جگہ، خود ہماری اپنی صفوں میں بھی نظر آتی ہیں ۔ مثلاً ہمارے اخبارات سڑے گلے، بورژوا جمہوری ماضی کی سڑی گلی باقیات کے خلاف جدوجہد کے سلسلے میں بہت کم ہی کچھ کر رہے ہیں ۔ حقیقی کمیونزم کی سادہ، خفیف، معمولی مگر جاندار کونپلوں کی پرورش کرنے کے سلسلے میں کم ہی کچھ کرتے ہیں ۔

عورتوں کی حیثیت ہی کو لیجئے ۔ اس میدان‌عمل میں دنیا کی

کسی بھی انتہائی ترقی‌یافتہ بورژوا جمہوریہ میں کسی بھی جمہوری پارٹی نے دسیوں برسوں میں اس کا سوواں حصہ بھی نہیں کیا ہے جو ہم نے اپنے اقتدار کے پہلے ہی برس میں انجام دے لیا۔ ہم نے ان رسوائے‌زمانہ قوانین کو تہس نہس کر دیا جو عورتوں کو نابرابری کے زمرے میں ڈالدیتے ہیں، طلاق پر پابندی عائد کرتے ہیں اور اس کو نفرت انگیز رسمی کارروائیوں کے حصار میں بند کر دیتے ہیں، ان بچوں کو تسلیم کرنے میں مانع آتے ہیں جو رشتۂازدواج سے باہر پیدا ہوتے ہیں، ان کے والدوں کی تلاش کی شرائط وغیرہ عائد کرتے ہیں، وہ بہت سارے قوانین جن کی باقیات پر بورژوازی اور سرمایہ‌داری کو شرم آنی چاہئے، تمام تہذیب یافتہ ملکوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس میدان عمل میں ہم نے جو کچھ کر لیا ہے اس پر ہمیں ہزار بار فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن پرانے بورژوا قوانین اور اداروں کے کاٹھ کباڑ سے زمین کو ہم جس قدر زیادہ مکمل طریقے سے صاف کر لیتے ہیں اسی قدر زیادہ ہم پر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ہم نے تعمیر کےلئے ابھی صرف میدان ہی صاف کیا ہے، لیکن تعمیر ابھی شروع نہیں کی ہے۔

عورت کو نجات دینے کے تمام قوانین کے باوجود اب بھی وہ خانگی غلام ہے، کیونکہ چھوٹا موٹا خانگی کام اس کو کچل دیتا ہے، گلا گھونٹ دیتا ہے، اس کی تضحیک کرتا ہے، اس کا درجہ گھٹا دیتا ہے، اس کو باورچی‌خانے اور بچوں سے باندھ دیتا ہے اور وہ اپنی محنت وحشیانہ غیرپیداواری، گھٹیا، اعصاب شکن، تضحیک‌آمیز اور کچل کر رکھدینےوالی مشقت پر ضائع کرتی ہے۔ حقیقی طور پر عورتوں کی نجات، حقیقی کمیونزم کا آغاز صرف وہاں اور اسی وقت ہوگا جہاں اور جس وقت (ریاستی اقتدار حاصل کئے ہوئے پرولتاریہ کی قیادت میں) معمولی خانہ‌داری کے روزمرہ کی گھر گرہستی کے خلاف ہمہ گیر جدوجہد کا یا یوں کہنا چاہئے کہ جب اس کا بڑے پیمانے کی سوشلسٹ معیشت میں سرتاپا تغیر و تبدل کا آغاز ہو جائیگا۔

کیا اس مسئلے پر جسے نظریاتی اعتبار سے ہر کمیونسٹ غیرمتنازع تصور کرتا ہے، عملی طور پر کافی توجہ دی جاتی ہے؟ یقیناً نہیں۔ کیا ہم کمیونزم کی ان کونپلوں کی مناسب دیکھ بھال کرتے ہیں جو اس میدان‌عمل میں ابھی سے ہی موجود ہیں؟ پھر

جواب یہی ہے کہ نہیں - طعام عامہ کے ادارے، طفل گاہیں، کنڈرگارٹن - یہ ہیں ان کونپلوں کی مثالیں - یہ ہیں وہ سادہ، روزمرہ کے ذرائع، جن میں کہیں دکھاوا، شان وشوکت یا دھوم دھام کچھ نہیں ہے، جو ایسے ہیں کہ عورتوں کو حقیقی معنوں میں نجات دلا سکتے ہیں، سماجی پیداوار اور سماجی زندگی میں اپنے کردار کے اعتبار سے مردوں کے مقابلے میں ان کی نابرابری کا خاتمہ کر سکتے ہیں - یہ ذرائع نئے نہیں ہیں - انھیں (سوشلزم کے تمام مادی لوازمات کی طرح) بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری نے تخلیق کیا تھا - لیکن سرمایہ‌داری کے تحت اول تو وہ کمیاب رہے اور دوسرے — جو خصوصاً اہم بات ہے — وہ یا تو نفع خوری کے کاروبار بن گئے جس میں سٹے بازی، نفع خوری، جھانسے بازی اور دھوکے بازی کی تمام بدترین خصوصیات شامل حال رہیں یا ''بورژوا سخاوت کی نٹ‌بازی،، ' جس سے بہترین مزدور نفرت اور کراھیت محسوس کرتے ہیں -

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ملک میں ان اداروں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوگیا ہے اور یہ کہ ان میں کرداری نوعیت کی تبدیلی شروع ہوگئی ہے - اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محنت‌کش اور کسان عورتوں میں تنظیمی صلاحیت اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی کی ہمیں خبر ہے، یہ کہ ہمارے ہاں نہایت کثیر تعداد میں مزدوروں اور اس سے بھی زیادہ بڑی تعداد میں صارفوں کے تعاون سے، منصوبوں، نظاموں وغیرہ کے بارے میں بےانتہا باتوں، ہنگامہ آرائیوں، جھگڑوں اور چاؤں‌چاؤں کے بغیر، جس میں ہمارے بڑے بڑے سروں‌والے ''دانشور،، یا نیم پخت ''کمیونسٹ،، ''مبتلا،، رہتے ہیں، عملی کام کی صلاحیت رکھنے والی عورتوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جس کا ہمیں علم ہے - لیکن نئے نظام کی ان کونپلوں کی دیکھ‌بھال ہم اس طرح نہیں کرتے جس طرح کرنی چاہئے -

بورژوازی کی طرف دیکھئے - جس چیز کی انھیں ضرورت ہوتی ہے اس کی اشتہار بازی وہ کس خوبی سے کرتے ہیں - دیکھئے، ان کے اخبارات کی لاکھوں کاپیاں ان کی تعریفوں کے کیسے پل باندھتی ہیں جنھیں وہ کار عظیم کا ''نمونہ،، تصور کرتے ہیں اور کس طرح ''مثالی،، بورژوا اداروں کو قومی افتخار کا باعث بنا کر پیش کیا جاتا ہے! ہمارے اخبارات تکلیف ھی گوارا نہیں کرتے، یا مشکل سے کبھی

کرتے ہیں، کہ بہترین طعام‌خانوں یا طفل‌گاہوں کا تفصیلی بیان کریں، تاکہ روز روز کے اصرار سے کچھ ایسے ہوجائیں جنہیں اپنی وضع کے مثالی ادارے میں تبدیل کیا جاسکے۔ وہ انہیں کافی شہرت نہیں دیتے، تفصیل سے بیان نہیں کرتے کہ کتنی محنت‌انسانی کی بچت ہوئی، صارفوں کو کیا کیا سہولتیں فراہم ہوئیں، چیزوں کی کتنی کفایت ہوئی، خانگی غلامی سے عورتوں کو کتنی نجات ملی، صفائی ستھرائی کا اہتمام کتنا بہتر ہوا، جو کہ سب مثالی کمیونسٹ کام کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے اور پھیلا کر اس سے پورے سماج کا، سارے محنت‌کش عوام کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

مثالی پیداوار، مثالی کمیونسٹ سبوتنیک، اناج کے ہر من کی پیداوار اور تقسیم میں مثالی احتیاط اور ایمانداری، مثالی طعام‌خانوں، فلاں فلاں مزدوروں کے فلاں فلاں گھروں اور رہائشی مکانوں میں مثالی صفائی ستھرائی، ان سب کو ہمارے اخبارات میں نیز مزدوروں اور کسانوں کی ہر ایک تنظیم میں اس سے دس گنی توجہ اور فکر ملنی چاہئے جتنی کہ اب میسر ہوتی ہے۔ یہ سب کمیونزم کی کونپلیں ہیں اور ہمارا مشترک اور اولین فرض ہے کہ ان کی پرورش کریں۔ غذائی اور پیداواری صورت‌حال جو دشوار ہے سو تو ہے ہی، مگر بالشویک حکمرانی کے ڈیڑھ سال میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک بلاشبہ ترقی ہوئی ہے: اناج کی وصولیابی جو (یکم اگست ۱۹۱۷ء سے یکم اگست ۱۹۱۸ء تک) ۳ کروڑ پود* ہوئی تھی، بڑھ کر (یکم اگست ۱۹۱۸ء سے یکم مئی ۱۹۱۹ء تک) ۱۰ کروڑ پود ہوگئی۔ ترکاریوں کی کاشت میں توسیع ہوئی ہے، ایسی زمینیں کم رہ گئی ہیں جن پر کاشت نہ کی گئی ہو، ایندھن کی زبردست دقتوں کے باوجود ریلوں کی آمدورفت بہتر ہونی شروع ہو گئی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اس عام پس‌منظر میں اور پرولتاری ریاستی اقتدار کے سہارے سے کمیونزم کی کونپلیں سرجھا نہ پائیں‌گی۔ وہ نشو و نما حاصل کریں‌گی اور مکمل کمیونزم پروان چڑھیگا۔

جولائی ۱۹۱۹ء میں
الگ کتابچے کی صورت
میں شائع ہوا۔

---

* ایک پود میں ۱۶ کلوگرام ہوتے ہیں۔

پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے دور کی معیشت اور سیاست

(اقتباس)

سوشلزم کے معنی ہیں طبقات کا خاتمہ۔

طبقوں کا خاتمہ کرنے کی غرض سے، پہلے، ضروری ہے کہ زمینداروں اور سرمایہ‌داروں کا تختہ پلٹا جائے۔ ہمارے کام کا یہ حصہ پورا ہو گیا ہے، مگر یہ محض ایک حصہ ہے، اور اس کے علاوہ سب سے زیادہ مشکل حصہ نہیں۔ طبقوں کا خاتمہ کرنے کے لئے، دوسرے، یہ ضروری ہے کہ فیکٹری کے مزدور اور کسانوں کے درمیان فرق کو مٹایا جائے۔ ان سب کو محنت‌کش بنایا جائے۔ یہ ایک دم میں نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کام اتنا مشکل ہے کہ کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا اور بطور ضرورت، طویل عرصے تک جاری رہیگا۔ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جو کسی طبقے کا تختہ پلٹ کر حل کیا جا سکے۔ پوری سماجی معیشت کی تنظیم از سر نو تعمیر کے ذریعہ ہی، انفرادی، غیرمتحدہ، جنس‌تجارت کی چھوٹے پیمانے کی معیشت سے بڑے پیمانے کی سماجی معیشت کی جانب عبور سے ہی اس کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اس عبور کو لازمی طور پر انتہائی طویل ہونا چاہئے۔ جلدبازی اور غیر محتاط انتظامی اور قانونی اقدامات سے اس میں تاخیر اور پیچیدگی ہی پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کی رفتار میں تیزی کسانوں کو ایسی مدد دیکر ہی لائی جا سکتی ہے جس سے وہ پوری زراعتی ٹکنیک کو زبردست طریقے سے بہتر کر سکیں، اس کی بنیادی طور پر اصلاح کر سکیں۔

مسئلے کے دوسرے اور انتہائی دشوار حصے کو حل کرنے کی غرض سے پرولتاریہ کو چاہئے کہ بورژوازی کو شکست دینے کے بعد، کسانوں کی جانب اپنی پالیسی کو مندرجہ‌ذیل بنیادی لائحۂ‌عمل پر بلا ڈگمگائے چلائے۔ پرولتاریہ پر لازم ہے کہ وہ محنت‌کش کسان

اور مالک کسان میں تمیز کرے، ان کے درمیان حد قائم کرے، کامگار کسان اور بیوپاری کسان میں، کسان جو محنت کرتا ھے اور کسان جو منافع کماتا ھے، ان کے درمیان فرق کرے۔

اس حدبندی ھی میں سوشلزم کا پورا لب‌لباب مضمر ھے۔

اور اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ھے کہ وہ سوشلسٹ جو زبانی جمع‌خرچ میں تو سوشلسٹ ھیں لیکن عمل میں پیٹی بورژوا جمہوریت‌پسند (مارتوف، چیرنوف، کاؤتسکی اور اسی قبیل کے دوسرے حضرات) سوشلزم کے اس لب‌لباب کو نہیں سمجھتے۔

حدبندی جس کا ہم یہاں ذکر کر رھے ھیں انتہائی مشکل ھے، کیونکہ حقیقی زندگی میں ''کسان،، کے تمام خدوخال، خواہ وہ کتنے ھی مختلف کیوں نہ ھوں، خواہ کتنے ھی متضاد کیوں نہ ھوں، آپس میں مل کر ایک ھو جاتے ھیں۔ پھر بھی حدبندی ممکن ھے، اور یہ نہ صرف ممکن ھے بلکہ کسان کی معیشت اور کسان کی زندگی کے حالات سے ناگزیر طور پر نکلتی ھے۔ محنت کش کسان مدتوں سے زمینداروں، سرمایہ‌داروں، نفع‌خوروں کے ھاتھوں اور ان کی ریاست کے ھاتھوں، جن میں انتہائی جمہوریت‌پسند بورژوا جمہوریائیں بھی شامل ھیں، ظلم و استبداد کا شکار رھے ھیں۔ مدتوں سے محنت کش کسان نے اپنے آپ کو ان ظلم و استبداد اور استحصال کرنے والوں سے نفرت کرنے کی تربیت دے لی ھے اور یہ ''تربیت،، جو زندگی کے حالات سے حاصل ھوئی ھے، کسان کو مجبور کرتی ھے کہ وہ سرمایہ‌دار کے خلاف، نفع‌خور اور بیوپاری کے خلاف مزدور سے اتحادعمل کی جستجو کرے۔ پھر بھی اس کے ساتھ ھی ساتھ معاشی حالات، جنس تجارت کی معیشت کے حالات کسان کو ناگزیر طور پر (ھمیشہ نہیں مگر اکثروبیشتر صورتوں میں) بیوپاری اور نفع‌خور میں تبدیل کر دیتے ھیں۔

مندرجہ بالاسطور میں جن حقائق کا حوالہ دیا گیا ھے وہ محنت کش کسان اور نفع‌خور کسان میں ایک نمایاں فرق کا اظہار کرتے ھیں۔ وہ کسان جس نے ۱۹ — ۱۹۱۸ء کے دوران میں شہروں کے فاقہ کش مزدوروں کو ۴ کروڑ پود اناج مقررہ ریاستی قیمتوں پر فراھم کیا، جس نے ریاستی اداروں کو ان کی تمام‌تر کوتاھیوں کے باوجود یہ اناج فراھم کیا، وہ کوتاھیاں جن کا مزدوروں کی حکومت کو بخوبی احساس تھا، لیکن جو سوشلزم کی جانب عبور کے پہلے دور میں ناگزیر تھیں — وہ

کسان محنت کش کسان ہے، سوشلسٹ مزدور کا مساوی حقوق رکھنے والا ساتھی، اس کا سب سے زیادہ وفادار شریک کار، سرمایہ‌داری کی غلامی کے جوئے کے خلاف لڑنے میں اس کا سگا بھائی ۔ جبکہ وہ کسان جس نے ۴ کروڑ پود اناج چوری چھپے، ریاستی قیمت کے دس گنے دام پر، شہر کے مزدور کی ضرورت اور بھوک سے فائدہ اٹھا کر فروخت کیا، ریاست کو ٹھگا اور ہر جگہ دھوکے، ڈکیتی اور فریب کو بڑھایا اور پیدا کیا — وہ کسان نفع‌خور ہے، سرمایہ‌داروں کا شریک‌کار ہے، مزدور کا طبقاتی دشمن ہے، استحصال کرنے والا ہے ۔ کیونکہ جس کسی کے پاس بھی پوری ریاست کی ملکیت کی زمین سے، ان آلات کی مدد سے جن میں نہ صرف کسان کی بلکہ مزدور کی اور اوروں کی محنت بھی کسی نہ کسی طرح شامل ہوتی ہے، حاصل کیا ہوا فاضل اناج ہوتا ہے، جس کسی کے پاس بھی فاضل اناج جمع ہوتا ہے اور اس اناج پر وہ نفع خوری کرتا ہے وہ فاقہ کش مزدور کا استحصال کرتا ہے ۔

تم نے آزادی، مساوات اور جمہوریت کی خلاف‌ورزی کی ہے — ہمارے آئین کے تحت مزدور اور کسان کی نابرابری کی طرف، آئین‌ساز مجلس کے توڑ دئے جانے کی طرف، فاضل اناج کو جبراً ضبط کرلینے وغیرہ کی طرف اشارہ کرکے چاروں طرف سے ہم پر چیخ رہے ہو ۔ ہم جواب دیتے ہیں — دنیا میں کبھی بھی کوئی ریاست ایسی نہیں تھی جس نے حقیقی عدم‌مساوات کو، آزادی کے حقیقی فقدان کو، جس میں محنت کش کسان صدیوں سے مبتلا رہا ہے، ختم کرنے کےلئے اتنا کچھ کیا ہو ۔ لیکن ہم نفع‌خور کسان کی مساوات کو ہرگز تسلیم نہیں کرینگے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ ہم لوٹنے کھسوٹنے اور لوٹے کھسوٹے جانےوالے کے درمیان، پیٹ بھروں اور بھوکوں کے درمیان ’’مساوات،، کو تسلیم نہیں کرتے، نہ موخرالذکر کو لوٹنے کےلئے اول الذکر کی ’’آزادی،، کو ۔ اور ان تعلیم‌یافتہ لوگوں سے جو اس فرق کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں ہم سفید گارڈوں جیسا سلوک کرینگے، خواہ اپنے آپ کو وہ جمہوریت‌پسند کہیں، سوشلسٹ، بین‌الاقوامیت‌پسند، کاؤتسکی، چیرنوف یا مارتوف کے قبیل کا ۔

’’پیتروگرادسکایا پراودا،،
شمارہ ۲۰۰، ۷ نومبر ۱۹۱۹ء ۔

سبوتنیکوں کے متعلق روئداد
جو روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی
ماسکو شہری کانفرنس میں
۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء کو پیش کی گئی

(اقتباس)

اگر ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ سوشلزم سے کمیونزم کس طرح مختلف ہے، تو ہمیں جواب دینا چاہئے کہ سوشلزم وہ سماج ہے جو براہ‌راست سرمایہ‌داری کے اندر سے پیدا ہوتا ہے، یہ نئے سماج کی پہلی شکل ہوتی ہے۔ کمیونزم سماج کی اعلیٰ‌تر شکل کو کہتے ہیں اور صرف اس وقت ہی اس کی نشو و نما ہوسکتی ہے جبکہ سوشلزم استحکام حاصل کر چکی ہو۔ سوشلزم میں سرمایہ‌داروں کی مدد کے بغیر کام کرنا، سماجی بنائی ہوئی ایسی محنت مضمر ہوتی ہے جس کا سختی کے ساتھ حساب کتاب رکھا جاتا ہو، منظم ہراول کا، محنت کش عوام کے آگے بڑھے ہوئے حلقے کا کنٹرول اور نگرانی ہو۔ محنت کا پیمانہ اور اس کا معاوضہ مقرر ہونا چاہئے۔ انہیں مقرر کرنا ضروری اس وجہ سے ہے کہ سرمایہ‌دارانہ سماج نے محنت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے، سماجی معیشت میں عدم‌اعتماد جیسی باقیات اور عادتیں، اور پرانی ٹٹپونجی ملکیتی عادتیں جو تمام کسان ملکوں میں حاوی ہوتی ہیں، ورثے میں چھوڑی ہیں۔ یہ سب واقعی کمیونسٹ معیشت کے خلاف ہیں۔ ہم کمیونزم کا نام اس سماج کو دیتے ہیں جس کے تحت لوگوں کو اپنے سماجی فرائض جبر کے کسی وسیلے کے بغیر انجام دینے کی عادت پڑ جاتی ہے اور جب فلاح عامہ کے لئے بلامعاوضہ کام کرنا ایک عام مظہر ہو جاتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو سرمایہ‌داری پر مکمل فتح کی جانب ابھی ابتدائی قدم ہی اٹھا رہے ہیں ''کمیونزم'' کا تصور بہت ہی دور کی چیز ہے۔ اس لئے چاہے ہماری پارٹی کا نام تبدیل کرنا کتنا ہی درست کیوں نہ رہا ہو، اس تبدیلی

کے لانے سے چاہے ہمیں کتنا ہی زبردست فائدہ کیوں نہ پہنچا ہو، ہمارے نصب‌العین کو چاہے کتنی ہی کامیابیاں کیوں نہ حاصل ہوئی ہوں اور چاہے کسی ہی پیمانے پر اس نے نشو و نما کیوں نہ حاصل کر لی ہو — ابھی کمیونسٹ پارٹیاں ساری دنیا میں وجود میں آئی ہیں، اور اگرچہ کمیونسٹ انٹرنیشنل کو قائم ہوئے ایک سال سے کم عرصہ ہوا ہے، مزدور تحریک کے نقطۂ نظر سے وہ پرانی، قریب‌المرگ دوسری انٹرنیشنل کی بہ‌نسبت بے‌انتہا زیادہ طاقتور ہے — اگر ''کمیونسٹ پارٹی،، کے نام سے مراد یہ لی جائے کہ کمیونسٹ نظام فوراً ہی رائج کیا جا رہا ہے، تو یہ اصلیت کو بری طرح توڑنا‌مروڑنا ہوگا، اور اس سے عملی نقصان پہنچیگا کیونکہ یہ خالی ڈینگیں مارنے کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ لفظ ''کمیونسٹ،، کو بڑی احتیاط سے کام میں لانا چاہئے، اور یہی وجہ ہے کہ کمیونسٹ سبوتنیکوں کی جو ہماری زندگی میں داخل ہونے شروع ہوگئے ہیں، خاص قدر و قیمت ہے، کیونکہ اس انتہائی فرومایہ مظہر ہی میں کمیونسٹ جیسی چیز نمودار ہونی شروع ہوئی ہے۔ مالکان زمین اور سرمایہ‌داروں کی بے‌دخلی سے ہم سوشلزم کی محض ابتدائی صورتوں کو منظم کرنے کے قابل ہوئے اور ابھی تک اس میں کمیونسٹ وضع کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی آجکل کی معیشت کو لیں تو دیکھتے ہیں کہ اس میں سوشلزم کی جڑیں ابھی بہت ہی کمزور ہیں اور یہ کہ پرانی معاشیاتی شکلیں بیشتر غالب ہیں۔ ان کا اظہار یا تو چھوٹے چھوٹے مالکان کی صورت میں ہوتا ہے یا بے‌تاب، بے‌قابو منافع‌خوری کی حیثیت سے۔ ہمارے مخالفین پیٹی‌بورژوا جمہوریت‌پسند، مینشویک اور سوشلسٹ انقلابی جب ہم پر اعتراض کرتے ہوئے دعوی کرتے ہیں کہ ہم نے بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری تو چکناچور کر دی مگر بدترین قسم کی منافع‌خوری، سودخور سرمایہ‌داری، اس کی جگہ اب بھی باقی ہے تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ اگر ان کا خیال یہ ہو کہ ہم بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری سے سیدھے کمیونزم کی طرف جاسکتے ہیں تو وہ انقلابی نہیں ہیں بلکہ اصلاح‌پسند اور خیالی پلاؤ پکانےوالے لوگ ہیں۔

بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری کو ہر جگہ شدید صدمہ پہنچا ہے، ان ملکوں تک میں جہاں ابھی سوشلزم کی جانب کوئی قدم نہیں

۵*

بڑھایا گیا ہے۔ ہمارے مخالفوں نے جو تنقید کی ہے، ہمارے خلاف جو اعتراضات اٹھائے ہیں ان میں سے کوئی بھی اس نقطۂ نظر سے سنگین نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ نئی، ٹٹپونجیہ، منافع‌خور سرمایہ‌داری نے اس وقت سر اٹھانا شروع کیا جبکہ بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری کا سر کچلا جا چکا تھا۔ ہم بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری کی باقیات کے خلاف تیز و تند سوکے سے گزر رہے ہیں جو کہ ٹٹپونجیہ قسم کی ہر وضع کی سٹے بازی سے چمٹ‌جاتی ہے جہاں اس کے خلاف کارروائی دشوار ہوتی ہے اور جہاں وہ لین‌دین کی بدترین اور انتہائی غیرمنظم صورت اختیار کر لیتی ہے۔

جنگ کے حالات کے تحت یہ جدوجہد کہیں زیادہ خوفناک ہوگئی ہے اور اس نے منافع‌خوری کی انتہائی وحشیانہ صورتیں اختیار کر لی ہیں خصوصاً ان مقامات پر جہاں سرمایہ‌داری بڑے پیمانے پر منظم تھی اور یہ تصور کرنا قطعاً غلط ہوگا کہ انقلابی عبور کی اس کے علاوہ کوئی اور شکل ہوسکتی تھی۔ ہماری آجکل کی معیشت کے تعلق سے صورت حالات یہ ہے۔ اگر ہم اپنے آپ سے یہ پوچھیں کہ سوویت روس کا موجودہ معاشی نظام کیا ہے تو ہمیں یہی کہنا پڑےگا یہ بڑے پیمانے کی صنعت میں سوشلزم کی بنیادیں رکھنے پر، پرانی سرمایہ‌دارانہ معیشت کو ازسرنو منظم کرنے پر مشتمل ہے جس میں سرمایہ‌دار لاکھوکھا مختلف طریقوں سے سخت مزاحمت کر رہے ہیں۔ مغربی یورپ کے ممالک جن کا جنگ کی وجہ سے اتنا ہی برا حال ہوا ہے جتنا کہ ہمارا — مثلاً آسٹریا — ہم سے محض اسی قدر مختلف ہیں کہ وہاں سرمایہ‌داری کے شیرازے کا انتشار اور سٹےبازی ہمارے ملک کی بہ‌نسبت زیادہ نمایاں ہے اور یہ کہ سرمایہ‌داری کی مزاحمت کرنےوالی سوشلسٹ تنظیم کے جراثیم وہاں موجود نہیں ہیں۔ لیکن ہمارے معاشی نظام میں ابھی تک کمیونسٹ کوئی چیز نہیں ہے۔ ''کمیونسٹ'' ہونے کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جبکہ سبوتنیک (یعنی بےاجرتی محنت جس کی مقدار ارباب‌اختیار یا ریاست کی طرف سے مقرر نہ کی گئی ہو) نمودار ہوتے ہیں۔ وہ مفادعامہ کےلئے افراد کی وسیع پیمانے کی محنت پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یہ اس طرح سے اپنے پڑوسی کی مدد کرنے کے مترادف نہیں ہے جس کا دیہات میں ہمیشہ سے رواج رہا ہے۔ یہ وہ کام ہوتا ہے جو بحیثیت مجموعی پورے ملک کی ضرورتیں پوری کرنے

کے لئے کیا جاتا ہے، اور اس کی تنظیم وسیع پیمانے پر ہوتی ہے اور معاوضہ ادا نہیں کیا جاتا۔ اس لئے زیادہ صحیح یہ ہوگا کہ لفظ ''کمیونسٹ'' کا اطلاق نہ صرف پارٹی کے نام پر بلکہ ہماری حقیقت کے ان معاشی مظاہر پر بھی کیا جائے جو نوعیت کے اعتبار سے واقعی کمیونسٹ ہوں۔ روس میں جو نظام جاری و ساری ہے اس میں اگر کہیں کچھ کمیونسٹ ہے تو وہ صرف سبوتنیک ہیں اور اس کے علاوہ باقی سب اس سوشلزم کے استحکام کے لئے سرمایہ‌داری کے خلاف جدوجہد کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، جس میں سے، سوشلزم کی مکمل فتح کے بعد، اس کمیونزم کو جو ہم سبوتنیکوں میں دیکھتے ہیں، کتاب کی مدد سے نہیں بلکہ زندہ حقیقت میں، نشو و نما حاصل کرنی چاہئے۔

پرانے سماجی نظام کی مسماری سے نئے نظام کی تخلیق تک

ہمارا اخبار کمیونسٹ محنت کے مسئلے کے لئے وقف ہے۔

سوشلزم کی تعمیر میں یہ افضل ترین مسئلہ ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے ذہن میں یہ بات قطعی طور پر صاف کرلینی چاہئے کہ عملی طریقے پر یہ مسئلہ صرف اس وقت ہی اٹھایا جا سکتا تھا جبکہ پرولتاریہ نے سیاسی اقتدار حاصل کر لیا ہو، صرف اس کے بعد جبکہ مالکان اراضی اور سرمایہ داروں کو بے دخل کیا جا چکا ہو، صرف اس وقت ہی جبکہ پرولتاریہ نے ریاستی اقتدار حاصل کرنے کے بعد استحصال کرنے والوں پر جنھوں نے جان چھوڑ کر مزاحمت کی ہو، اور انقلاب دشمن بغاوتیں اور خانہ جنگی منظم کی ہو، فیصلہ کن فتح حاصل کر لی ہو۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے شروع ۱۹۱۸ء میں یہ وقت آگیا ہو — اور روس کے خلاف جرمن سامراجیت کی فروری (۱۹۱۸ء) کی فوجی مہم کے بعد آ بھی گیا تھا۔ لیکن اس بار یہ مدت اتنی مختصر رہی، انقلاب دشمن بغاوتوں اور حملوں نے اس قدر تیزی سے ہمیں آن لیا کہ سوویت حکومت کو پرامن نشو و نما اور ترقی کے مسئلوں پر غور سے لگا تار سوچنے کی مہلت ہی نہ ملی۔

اب ہم بے مثال اور ناقابل یقین مشکلوں کے قحط، دقت اور مصیبت کے، جس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سرمایہ دار رجعت پسندی کے حملہ آور غول پر لال فوج کی بے نظیر فتوحات بھی آئیں، دو سال گزار چکے ہیں۔

آج سنجیدگی کے ساتھ یہ امید کرنے کا جواز موجود ہے (بشرطیکہ فرانسیسی سرمایہ دار پولینڈ کو ہمارے خلاف جنگ کے لئے اکسا نہ دیں) کہ ہمیں زیادہ پائیدار اور دیرپا امن میسر ہوجائیگا۔

دو برس کے اس عرصے میں ہم نے سوشلزم کی بنیاد پر تعمیر کا کچھ تجربہ حاصل کر لیا ہے - یہی وجہ ہے کہ ہم کمیونسٹ محنت، یا یوں کہنا زیادہ صحیح ہوگا، کمیونسٹ نہیں، بلکہ سوشلسٹ محنت کا مسئلہ حل کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کر سکتے ہیں اور کرنا چاہئے کیونکہ ہمارے زیر بحث اس نئے سماجی نظام کی جو سرمایہ‌دارانہ نظام سے ابھرا ہے اونچی نہیں بلکہ نچلی ابتدائی منزل ہے -

کمیونسٹ محنت، زیادہ محدود اور سخت اصطلاحی معنوں میں اس محنت کو کہتے ہیں جو سماج کے فائدے کےلئے بلامعاوضہ انجام دی گئی ہو ، وہ محنت جو ایک مقررہ خدمت کی طرح نہیں، بعض اشیا وصول کرنے کا حق حاصل کرنے کی غرض سے نہیں، پہلے سے مقررہ اور قانونی طور پر متعین مقدار کے مطابق نہیں بلکہ مقررہ مقدار سے قطع‌نظر رضاکارانہ طور پر کی گئی ہو - یہ وہ محنت ہوتی ہے جو کسی صلے کی توقع کے بغیر ، صلہ بطورشرط عائد کئے بغیر کی گئی ہو - وہ محنت جو اس لئے کی جاتی ہو کہ مشترک بھلائی کےلئے کام کرنا عادت بن گیا ہو، اور اس وجہ سے کہ اس بات کا شعوری طور پر احساس ہو گیا ہو، (جس نے عادت کی صورت اختیار کر لی ہو) کہ مشترک بھلائی کےلئے کام کرنے — صحت‌مند جسم کی ضرورت پوری کرنےوالی چیز کی حیثیت سے محنت کی ضرورت ہے -

یہ بات ہر فرد پر واضح ہو جانی چاہئے کہ ہم، یعنی ہمارا سماج، ہمارا سماجی نظام وسیع، حقیقی معنوں میں عمومی پیمانے پر محنت کی اس شکل کا اطلاق کرنے سے ابھی بہت دور ہے -

لیکن یہی حقیقت کہ یہ سوال اٹھایا گیا ہے اور آگے بڑھے ہوئے پورے پرولتاریہ (کمیونسٹ پارٹی اور ٹریڈیونینوں) اور ریاستی ارباب‌اختیار دونوں نے اٹھایا ہے، خود اس سمت میں ایک قدم ہے -

بڑی چیزیں حاصل کرنے کے لئے ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع کرنا چاہئے -

دوسری طرف ’’بڑی چیزوں،، کے بعد، اس انقلاب کے بعد جس نے سرمایہ‌دارانہ ملکیت کا تختہ پلٹ‌دیا اور پرولتاریہ کو برسراقتدار کر دیا، نئی بنیاد پر معاشی زندگی کی تنظیم صرف چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہی شروع ہو سکتی ہے -

سبوتنیک، محنت کی فوجیں، محنت کی جبری بھرتی — یہ مختلف صورتوں میں سوشلسٹ اور کمیونسٹ محنت کی عملی تکمیل ہے۔

اس عملی تکمیل میں اب بھی متعدد خامیاں ہیں۔ اگر ہم سرمایہ‌داری کے علمبرداروں کو الگ رہنے دیں تو صرف وہی لوگ جو غور و فکر کرنے کے قطعی نااہل ہیں ان پر حقارت‌آمیز قہقہہ لگاسکتے (یا غصے کے مارے تلملا سکتے) ہیں۔

خامیاں، غلطیاں، فاش غلطیاں — ایسی نئی دشوار اور عظیم ذمہ‌داریاں سنبھالنے میں ناگزیر ہیں۔ جو لوگ سوشلزم تعمیر کرنے کی مشکلوں سے گھبراتے ہیں، جو اپنے آپ کو ان سے خائف ہوجانے دیتے ہیں، جو لوگ مایوسی یا بزدلانہ کم‌ہمتی کو غالب آجانے دیتے ہیں سوشلسٹ نہیں ہیں۔

محنت کا نیا نظم و ضبط، لوگوں کے درمیان سماجی تعلقات کی نئی شکلیں اور محنت کی جانب لوگوں کو مائل کرنے کے نئے طریقے تخلیق کرنے میں برسہابرس، لگ جائیں گے۔

یہ سب سے زیادہ اطمینان‌بخش اور نیک کام ہے۔

ہماری خوش‌قسمتی ہے کہ بورژوازی کا تختہ پلٹ کر اور اس کی مزاحمت کو کچل کر ہم وہ میدان جیت‌لینے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس پر یہ کام کرنا ممکن ہو گیا ہے۔

اور ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کام کو شروع کردیں گے۔ عزم و استقلال، ثابت‌قدمی، خواہش، مستعدی اور سو سو بار آزمائش کرنے، سو سو بار غلطیوں کو درست کرنے، چاہے کچھ ہوجائے مگر منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لینے کی صلاحیت — یہ وہ خوبیاں ہیں جو پرولتاریہ نے ان دس، پندرہ یا بیس برس کے دوران میں جو اکتوبر انقلاب سے پہلے میسر آئے تھے، حاصل کیں، اور اس نے انھیں اس انقلاب کے بعد گزرنے‌والے دو برسوں میں، بے‌مثال مصیبتوں، بھوک، تباہی اور افلاس کے برسوں میں حاصل کیا۔ پرولتاریہ کی یہ خوبیاں اس بات کی ضمانت ہیں کہ پرولتاریہ ضرور فتحیاب ہوگا۔

۸ اپریل ۱۹۲۰ء

"کمیونیستیچسکی سبوتنیک"
۱۱ اپریل ۱۹۲۰ء۔

ماسکو کازان ریلوے پر پہلے سبوتنیک سے کل روس یوم مئی سبوتنیک تک

مندرجہ‌بالا عنوان میں جو فاصلہ واضح کیا گیا ہے وہ ایک سال کے دوران میں طے کر لیا گیا۔ یہ بہت ہی بڑا فاصلہ ہے۔ اگرچہ ہمارے تمام سبوتنیک ابھی تک کمزور ہیں، اور ہر سبوتنیک انتظام، تنظیم اور نظم‌وضبط میں بہت ساری خامیاں ظاہر کرتا ہے، لیکن خاص بات پوری کر لی گئی ہے۔ ایک بھاری اور بےڈول ڈھیر کو ہٹا دیا گیا، اور یہی سارے معاملے کا اصلی جوہر ہے۔

ہم اپنے آپ کو اس سلسلے میں ذرا بھی دھوکہ نہیں دے رہے ہیں کہ ابھی تک بہت تھوڑا کیا گیا ہے، اور ابھی بےانتہا کام کرنا ہے، لیکن محنت کش عوام کے کینہ‌پرور دشمن ہی، بورژوازی کے کینہ‌پرور حمایتی ہی یکم مئی کے سبوتنیک کو حقارت کی نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ انتہائی قابل‌نفرت صرف وہ لوگ ہی جنھوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کےلئے سرمایہ‌داروں کے ہاتھوں فروخت کر دیا ہے، یکم مئی کے شاندار تہوار کو کمیونسٹ محنت کی حیثیت سے رائج کرنے کی عام کوشش کی مذمت کر سکتے ہیں۔

زاروں، زمینداروں اور سرمایہ‌داروں کا تختہ پلٹنے کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ حقیقتاً سوشلزم کی تعمیر کے لئے، نئے سماجی رشتوں کو قائم کرنے کےلئے عالمگیر تاریخی اہمیت کے مشترک اور نئے قومی (اور بعد میں بین‌الاقوامی) نظم‌معیشت میں مشترکہ کام کے ایک نئے نظم و ضبط کےلئے میدان صاف کیا جارہا ہے۔ یہ معاملہ ہے لوگوں کی عادتوں میں تغیر و تبدل لانے کا، وہ عادتیں جنھیں ذرائع پیداوار کی منحوس نجی‌ملکیت، نیز جھگڑے، بےاعتمادی، دشمنی ، پھوٹ اور

ایک دوسرے کے خلاف سازشوں کی پوری فضا میں، جو ٹٹپونجیہ انفرادی معیشت سے، ''آزاد،، تبادلے کے حالات میں نجی مالکوں کی معیشت سے ناگزیر طریقے پر پیدا ہوجاتی ہے — اور بار بار پیدا ہوتی رہتی ہے — عرصہ دراز سے مسخ کیا اور بگاڑا جاتا رہا ہے۔ سینکڑوں برس سے لاکھوں کے لئے تجارت کرنے کی اور تبادلہ کرنے کی آزادی معاشی دانائی کا اصل ایمان رہی ہے، کروڑھا لوگوں کی پکی عادت بنی رہی ہے۔ یہ آزادی ٹھیک اسی طرح سے قطعی جھوٹی، سرمایہ‌دارانہ فریب، جبر، استحصال کو چھپانے کی ایک نقاب ہے جس طرح کہ وہ دوسری ''آزادیاں،، جن کا بورژوازی اعلان اور تعمیل کرتی ہے، جیسے کہ ''کام کرنے کی آزادی،، (درحقیقت بھوکوں مرنے کی آزادی) وغیرہ۔

اصل میں ہم نے صاحب‌جائداد کی صاحب‌جائداد ہونے کی ''آزادی،، کو ہمیشہ‌ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے، اس کے ساتھ سرمائے کی اس ''آزادی،، کو بھی کہ وہ محنت کا استحصال کر سکے، اور ہم اس کام کو پورا کرکے رہیں‌گے۔ اس کا بچا کھچا جو کچھ رہ گیا ہے ہم اس کا، اپنی پوری قوت کے ساتھ بلارورعایت انسداد کر رہے ہیں۔

پرانے سماجی تعلق، پرانے معاشی تعلقات، محنت کی پرانی ''آزادی،، (جو سرمائے کے تابع ہو)، پرانے قوانین، پرانی عادتیں، مردہ باد!

آئیے ہم ایک نیا سماج تعمیر کریں!

زارشاھی کے خلاف، بورژوازی کے خلاف، ہمہ گیر طاقت رکھنےوالی سامراجی عالمی طاقتوں کے خلاف انقلابی جنگ‌عظیم کے دوران میں شکستوں سے ہم خوفزدہ نہیں ہوئے تھے۔

ایک انتہائی مشکل کام کے شروع میں زبردست مشکلوں سے اور غلطیوں سے جو ناگزیر ہوتی ہیں ہم ہرگز نہیں ڈریں‌گے۔ محنت کی تمام عادتوں اور رسم و رواج کے تغیر و تبدل کے لئے قرنوں درکار ہوتے ہیں۔ ہم نہایت سنجیدگی اور عزم کے ساتھ ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ اس انتہائی مشکل جدوجہد میں — عادت کی قوت کے خلاف جدوجہد میں — ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں‌گے، کہ ہم ڈٹے رہیں‌گے اور جیت کر دم‌لیں‌گے، کہ ہم برسوں، قرنوں تک انتھک کام کرتے رہیں گے تاکہ ہم اس منحوس رواج کا صفایا کریں کہ ''ہر شخص اپنی اپنی فکر کرے اور اللہ ھی سب کا پالن‌ہار ہے،،۔ کام کو محض ایک جبر تصور کرنے کی عادت کا اور صرف اس کام کو

جس کی خاص شرحوں پر اجرت دی گئی ہو جائز تصور کرنے کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہم اس قاعدے کو کہ ''سب ہر ایک کے لئے اور ہر ایک سب کے لئے،، اس قاعدے کو کہ ''ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جائے اور ہر ایک کو اس کی ضرورتوں کے مطابق دیا جائے،، لوگوں کے ذہن نشین کرانے کے لئے، اس کو ایک عادت میں تبدیل کرنے کے لئے اور اس کو عوام الناس کی روزمرہ کی زندگی میں لانے کے لئے کام کریں گے۔ کمیونسٹ نظم وضبط اور کمیونسٹ محنت کو بتدریج مگر مسلسل رائج کرنے کے ہم کوشاں رہیں گے۔

ہم نے ایک بڑے پہاڑ کو، قدامت پسندی، جہالت، ''تجارت کی آزادی،، کی اور کسی دوسری جنس تجارت کی طرح انسانی قوت محنت ''آزادانہ،، خریدنے اور فروخت کرنے کی عادتوں سے بری طرح چمٹے رہنے کے ایک بڑے پہاڑ کو دھکیل دیا ہے۔ ہم نے انتہائی مستحکم تعصبات کو، پکی، مدتوں پرانی اور رگ و پے میں پیوست عادتوں کی جڑوں کو کمزور کرنا اور ان کو مٹانا شروع کر دیا ہے۔ ایک ہی سال میں ہمارے سبوتنیکوں نے زبردست قدم بڑھایا ہے۔ وہ اب بھی انتہائی ناتواں ہیں لیکن اس سے ہم خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ ہم اپنی ''انتہائی ناتواں،، سوویت حکومت کو دیکھ چکے ہیں کہ اس نے ہماری آنکھوں کے سامنے ہی تقویت حاصل کی اور ہماری اپنی کوششوں کے نتیجے میں ایک زبردست عالمی قوت بن گئی۔ سبوتنیکوں پر عمل کرتے ہوئے، ان کو نشوونما دیتے ہوئے، ان کو توسیع دیتے ہوئے، ان کی اصلاح کرتے ہوئے اور ان کو ایک عادت میں تبدیل کرتے ہوئے ہم برسوں اور قرنوں تک کام کرتے رہیں گے۔ کمیونسٹ محنت کی فتح ہم حاصل کر کے ہی رہیں گے!

''پیرووسائسکی سبوتنیک،،
۲ مئی ۱۹۲۰ء۔

کوآپریٹیو کے بارے میں

(۱)

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں کوآپریٹیو (امدادباہمی) کی تحریک کی طرف کافی توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ مشکل سے ہی سب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اکتوبر انقلاب کے وقت سے اور نئی معاشی پالیسی (۳۱) کے علاوہ (بلکہ اس کے برعکس، ہمیں کہنا چاہئے کہ نئی معاشی پالیسی کی وجہ سے)، ہماری امدادباہمی کی تحریک بڑی اہمیت اختیار کرگئی ہے۔ امدادباہمی کے پرانے کارکنوں کے خوابوں میں بہت کچھ موہوم ہے۔ اکثر ان کے یہ موہوم خیالات مضحکہ‌انگیز ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے موہوم خیالات کس بات پر مشتمل ہیں؟ اس پر، کہ لوگ استحصال کرنےوالوں کی حکومت کا تختہ الٹنے کےلئے مزدور طبقے کی سیاسی جدوجہد کی بنیادی، اساسی اہمیت‌کو نہیں سمجھتے۔ اب ہمارے یہاں یہ تختہ الٹ‌دیا گیا ہے اور اب اس کا بہت سا حصہ جو امدادباہمی کے پرانے کارکنوں کے خوابوں میں خیالی، حتی کہ‌رومانی اور پیش‌پاافتادہ تھا، انتہائی صاف حقیقت بن گیا ہے۔

ہمارے یہاں واقعی، جب اقتدار مزدور طبقے کے ہاتھ میں آگیا ہے، جب اس ریاستی اقتدار کے قبضے میں سارے ذرائع پیداوار آ گئے ہیں تو ہمارے لئے صرف یہ فریضہ باقی رہ گیا ہے کہ ہم آبادی کو امدادباہمی کی انجمنوں میں منظم کریں۔ زیادہ سے زیادہ آبادی کو امدادباہمی کی انجمنوں میں لانے سے اس سوشلزم کے مقاصد خودبخود

حاصل ہو جاتے ہیں جو پہلے بجا طور پر ان لوگوں کے مزاح، طنزیہ مسکراہٹ اور حقارت کا نشانہ تھا جن کو طبقاتی جدوجہد اور سیاسی اقتدار وغیرہ کے لئے جدوجہد کی ضرورت پر صحیح یقین تھا۔ لیکن سب رفیق یہ نہیں سمجھتے کہ اب ہمارے لئے روس میں امدادباہمی کی تحریک پھیلانا کتنی زبردست اور اہمیت کی بات ہے۔ نئی معاشی پالیسی میں ہم نے تاجروں کی حیثیت سے کسانوں کو، نجی تجارت کے اصول کو چھوٹ دی اور اسی سے امدادباہمی کی تحریک کی زبردست اہمیت (کچھ لوگوں کے خیال کے برعکس) پیدا ہوتی ہے۔ حقیقت میں اگر کہا جائے تو نئی معاشی پالیسی کے تحت روس کی آبادی کو کافی وسیع اور بڑی حد تک امدادباہمی کی انجمنوں میں منظم کرنا ہی ہماری ساری ضرورت ہے کیونکہ ہم نے اب نجی مفاد، نجی تجارتی مفاد کو ریاستی جانچ اور کنٹرول سے متحد کرنے کا وہ درجہ، اس کو مشترکہ مفادات کے ماتحت لانے کا وہ درجہ پا لیا ہے جو پہلے بہتیرے سوشلسٹوں کے لئے سنگ راہ بنا ہوا تھا۔ درحقیقت بڑے پیمانے کے سارے ذرائع پیداوار پر ریاست کا اقتدار، پرولتاریہ کے ہاتھ میں ریاستی اقتدار، اس پرولتاریہ کا لکھوکھا چھوٹے اور بہت چھوٹے کسانوں سے اتحاد، کسانوں کے لئے اس پرولتاریہ کی رہنمائی کی ضمانت وغیرہ — کیا یہ سب نہیں ہے جس کی ضرورت ہے تاکہ امدادباہمی کی تحریک سے، صرف امدادباہمی کی تحریک سے جس کو ہم پہلے چھوٹے دکاندار کی حیثیت سے حقیر سمجھتے تھے اور اب نئی معاشی پالیسی کے تحت بھی اس کے کچھ پہلوؤں کو حقیر سمجھنے کا حق رکھتے ہیں، کیا یہ سب نہیں ہے جو مکمل سوشلسٹ سماج بنانے کے لئے ضروری ہے؟ یہ ابھی سوشلسٹ سماج کی تعمیر نہیں ہے لیکن یہ سب اس کی تعمیر کے لئے ضروری اور کافی ہے۔

اسی صورت حال کا اندازہ ہمارے بہت سے عملی کارکن گھٹا کر لگاتے ہیں۔ ہمارے یہاں امدادباہمی کی تحریک کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس امدادباہمی کی تحریک کی کتنی غیرمعمولی اہمیت ہے اول، اصولی پہلو سے (ذرائع پیداوار کی ملکیت ریاست کے ہاتھ میں)، دوسرے، نئے نظام میں عبور کے پہلو سے جو کسانوں کے لئے امکانی طور پر زیادہ سادہ، آسان اور قابل قبول طریقے پر ہو رہا ہے۔

لیکن یہ بھی بنیادی اہمیت کی بات ہے۔ ہر طرح کی مزدور تنظیموں کے ذریعے سوشلزم کی تعمیر کا خیالی خاکہ بنانا ایک بات ہے اور عملی طور پر سوشلزم کی تعمیر اس طرح سے سیکھنا دوسری بات ہے کہ ہر چھوٹا کسان اس تعمیر میں حصہ لے سکے۔ یہی وہ منزل ہے جس تک ہم ابھی پہنچے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو پاکر ہم اس سے بہت کم فائدہ اٹھارہے ہیں۔

ہم نئی معاشی پالیسی کو رائج کرکے حد سے آگے بڑھ گئے، اس لحاظ سے نہیں کہ آزاد صنعت اور تجارت کے اصول کو بہت گنجائش دی گئی بلکہ نئی معاشی پالیسی کو رائج کرنے میں ہم اس لحاظ سے حد سے آگے بڑھ گئے کہ ہم نے امدادباہمی کی تحریک کی زبردست اہمیت کو اس کے متذکرہ‌بالا دو پہلوؤں سے بھلاناشروع کر دیا۔

اب میں قارئین کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ''امدادباہمی کے،، اس اصول کی بنا پر عملی طور سے فوراً کیا کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہئے۔ کن ذرائع سے ہم کو فوراً ''امدادباہمی کے،، اس اصول کو اس طرح فروغ دینا چاہئے کہ اس کی سوشلسٹ اہمیت سب کے لئے اور ہر ایک کےلئے صاف ہو جائے ؟

امدادباہمی کی انجمنوں کو سیاسی طور پر اس طرح منظم کرنا چاہئے کہ وہ نہ صرف عام طور پر اور ہمیشہ معینہ مراعات حاصل کر سکیں بلکہ ان مراعات کو خالص ملکیت والی مراعات ہونا چاہئے (بینک کی شرح سود وغیرہ)۔ امدادباہمی کی انجمنوں کو ایسے ریاستی ذرائع بطور قرض دینے چاہئیں جو خواہ زیادہ نہ ہوں لیکن ان ذرائع سے زیادہ ہوں جو ہم نجی کاروباروں کو، حتی کہ بھاری صنعت وغیرہ کو قرض کے طور پر دیتے ہیں۔

ہر سماجی نظام محض کسی خاص طبقے کی مالیاتی حمایت سے ہی نمودار ہوتا ہے۔ ان کروڑھا روبلوں کا ذکر نہیں جو ''آزاد،، سرمایہ‌دارانہ نظام کی پیدائش پر صرف ہوئے ہیں۔ اب ہمیں یہ سمجھنا چاہئے اور اس کو عملی جامہ پہنانا چاہئے کہ اس وقت جس سماجی نظام کی ہمیں معمول سے زیادہ حمایت کرنی چاہئے وہ امدادباہمی کا نظام ہے۔ لیکن اس کی حمایت اس لفظ کے حقیقی معنوں میں کرنی چاہئے یعنی اس حمایت کو امدادباہمی کے ہر لین‌دین کی حمایت

سمجھنا کافی نہیں ہے — اس حمایت کے تحت امدادباھمی کے ایسے لین دین کو سمجھنے کی ضرورت ہے جس میں آبادی کی واقعی کثیر تعداد حقیقی طور پر حصہ لیتی ہے۔ اس کسان کو بونس دینا جو امدادباھمی کے لین دین میں حصہ لیتا ہے — یہ بالکل ٹھیک بات ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اس شرکت کو جانچنا، اس کے شعور اور خاصیت کو جانچنا — یہ ہے مسئلے کا اصل گر۔ سچی بات یہ ہے کہ جب انجمن امدادباھمی کا کارکن دیہات میں جاکر امدادباھمی کی دکان کھولتا ہے تو وہاں کے باشندے اس میں کوئی حصہ نہیں لیتے، لیکن ساتھ ہی وہ اپنے ذاتی مفاد کی وجہ سے اس میں حصہ لینے میں عجلت کرتے ہیں۔

اس معاملے کا دوسرا پہلو بھی ہے۔ ''مہذب،، (اور سب سے پہلے پڑھےلکھے) یورپی نقطۂنظر سے ہمیں اس کےلئے بہت تھوڑا کرنا رہ گیا ہے کہ ہم ہر شخص کو امدادباھمی کی انجمن کے کاموں میں حصہ لینے کےلئے اور محض بےعملی سے نہیں بلکہ سرگرمی سے حصہ لینے کےلئے مجبور کریں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمیں ''صرف،، ایک بات کرنی رہ گئی ہے یعنی ہم اپنے باشندوں کو اتنا ''مہذب،، بنا دیں کہ ہر شخص امدادباھمی کی انجمن میں حصہ لینے کے سب فوائد سمجھنے لگے اور اس شرکت کو منظم کرے۔ ''صرف،، یہی۔ سوشلزم تک پہنچنے کے لئے اب ہمیں اور کسی عالمانہ بات کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس ''صرف،، کو کرنے کے لئے پورے انقلاب کی، سارے عوام کی تہذیبی ترقی کے پورے دور کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمارا قاعدہ یہ ہونا چاہئے — امکانی طور پر عالمانہ باتیں اور قلابازیاں کم۔ اس لحاظ سے نئی معاشی پالیسی ترقی کا قدم ہے کیونکہ وہ انتہائی معمولی کسان کے معیار کےلئے اپنے کو موزوں بناتا ہے، کہ وہ کسان سے کسی اونچی بات کا تقاضہ نہیں کرتا۔ لیکن نئی معاشی پالیسی کے ذریعے آبادی کے ہر شخص کو امدادباھمی کی انجمن میں لانے کے لئے ایک پورے تاریخی دور کی ضرورت ہے۔ ہم اس دور کو کم از کم دس یا بیس برس میں طے کر سکتے ہیں۔ بہرحال یہ خاص تاریخی دور ہوگا اور اس تاریخی دور کے بغیر، ہر شخص کے خواندہ ہوئے بغیر، کافی حد تک قابلیت کے بغیر، کافی حد تک آبادی کو یہ سکھائے بغیر کہ وہ کتاب کو کام میں لائے اور اس کےلئے مادی بنیاد

کے بغیر، اور مثال کے لئے بری فصلوں اور قحط وغیرہ کے خلاف کسی ضمانت کے بغیر — ان تمام باتوں کے بغیر ہم اپنے مقصد کو پورا نہیں کر سکینگے۔ اب سارا کام یہ ہے کہ ہم اس انقلابی پیمانے کو، اس انقلابی ولولے کو، جس کا اظہار ہم نے کیا ہے اور کافی کیا ہے اور اس کو سکمل کامیابی سے مالامال کیا ہے، سمجھدار اور پڑھے لکھے تاجر ہونے کی قابلیت سے متحد کرسکیں (میں یہاں تقریباً یہی کہنا چاہتا ہوں) جو امدادباھمی کی انجمن کے اچھے کارکن کے لئے بالکل کافی ہے۔ میں تاجر ہونے کی قابلیت میں مہذب تاجر ہونے کی قابلیت سمجھتا ہوں۔ یہ بات روسی لوگوں یا محض کسان کے ذہن میں بیٹھ جانا چاھئے جو سوچتا ہے کہ اگر وہ تجارت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تاجر ہو سکتا ہے۔ یہ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ وہ تجارت کرتا ہے لیکن اس کے اور مہذب تاجر ہونے کی قابلیت کے درمیان بہت دوری ہے۔ وہ اس وقت ایشیائی ڈھنگ سے تجارت کرتا ہے اور تاجر بننے کی قابلیت کے لئے یورپی ڈھنگ سے تجارت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے ایک پورا دور اس کو الگ کرتا ہے۔

آخر میں، متعدد معاشی، مالیاتی اور بینک کی مراعات امدادباھمی کی انجمن کے لئے ہونی چاھئیں۔ ہماری سوشلسٹ ریاست کی طرف سے آبادی کی تنظیم کے نئے اصول کی حمایت اسی پر مشتمل ہونی چاھئے۔ لیکن اس طرح فریضے کو ابھی عام خاکے میں پیش کیا گیا ہے، کیونکہ یہاں عملی فریضے کی ساری باتوں کی وضاحت اور تفصیل نہیں ہے یعنی ''بونس،، کی اس شکل کو (اور اس کو دینے کی وہ شرطیں) تلاش کرنے کی ضرورت ہے جو ہم امدادباھمی کی انجمن میں شامل ہونے کے لئے پیش کرتے ہیں، بونس کی وہ شکل جس کے ذریعے ہم امدادباھمی کی انجمن کی کافی مدد کر سکتے ہیں، بونس کی وہ شکل جس کے ذریعے ہم امدادباھمی کی انجمن کے مہذب کارکن پاتے ہیں۔ اور ذرائع پیداوار کی سماجی ملکیت میں، بورژوازی پر پرولتاریہ کی طبقاتی فتح میں امدادباھمی کی انجمن کے مہذب کارکنوں کا نظام — سوشلزم کا نظام ہے۔

۴ جنوری ۱۹۲۳ء

ہمیشہ، جب بھی میں نے نئی معاشی پالیسی کے بارے میں لکھا اپنے ۱۹۱۸ء کے اس مضمون کا حوالہ دیا جو ریاستی سرمایہ‌داری کے بارے میں ہے۔ اس نے بعض نوجوان رفیقوں میں کئی بار شبہات پیدا کئے۔ لیکن ان کے شبہات زیادہ‌تر مجرد سیاست کے بارے میں تھے۔

ان کے خیال میں ریاستی سرمایہ‌داری کو ایسا نظام نہ کہنا چاہئے جس میں ذرائع پیداوار مزدور طبقے کی ملکیت ہوں اور یہ مزدور طبقہ برسر اقتدار ہو۔ بہرحال، انہوں نے یہ غور نہیں کیا کہ میں نے ''ریاستی سرمایہ‌داری،، کی اصطلاح استعمال کی ہے اول، ہماری موجودہ پوزیشن کو تاریخی طور پر اس پوزیشن سے مربوط کرنے کے لئے جو میں نے نام نہاد بائیں بازو کے کمیونسٹوں (۳۲) سے مباحثے کے دوران اختیار کی تھی اور میں نے اسی وقت یہ بھی ثابت کیا تھا کہ ریاستی سرمایہ‌داری ہماری موجودہ معیشت سے برتر ہوگی۔ میرے لئے معمولی ریاستی سرمایہ‌داری اور اس غیرمعمولی، حتی کہ بہت ہی غیرمعمولی ریاستی سرمایہ‌داری کے درمیان مسلسل رابطہ دکھانا اہم تھا جس کا ذکر میں نے قاری کو نئی معاشی پالیسی سے متعارف کراتے ہوئے کیا تھا۔ دوسرے، میرے لئے ہمیشہ عملی مقصد اہم رہا ہے۔ اور ہماری نئی معاشی پالیسی کا عملی مقصد مراعات تھا۔ ہمارے حالات میں مراعات بلاشبہ خالص قسم کی ریاستی سرمایہ‌داری ہوتیں۔ اسی طرح سے میں نے ریاستی سرمایہ‌داری کے بارے میں بحث کی تھی۔

لیکن معاملے کا ایک اور رخ بھی ہے جس کے لئے ہمیں ریاستی سرمایہ‌داری کی ضرورت ہو سکتی ہے یا کم از کم اس کے ہم‌پلہ کی۔ یہ سوال امدادباہمی کے بارے میں ہے۔

سرمایہ‌دار ریاستوں میں امدادباہمی کی انجمنیں بلاشبہ اجتماعی سرمایہ‌دار ادارے ہیں۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے موجودہ معاشی حقائق کے پیش نظر جبکہ ہم نجی سرمایہ‌دار اداروں کو (لیکن صرف سماجی اراضی پر اور صرف مزدور طبقے کے ریاستی اقتدار کے کنٹرول کے تحت) ان اداروں سے متحد کر رہے ہیں جو اصولی طور پر سوشلسٹ قسم کے ہیں (ذرائع پیداوار اور زمین، جس پر ادارہ واقع ہے، اور مکمل طور پر سارا ادارہ بھی ریاست کی ملکیت ہے) ان حالات

میں تیسری قسم کے اداروں کا سوال پیدا ہوتا ہے جو پہلے بنیادی اہمیت کے نقطۂنظر سے خودمختار نہیں تھے یعنی امدادباہمی کے اداروں کا۔ نجی سرمایہداری میں، امدادباہمی کے ادارے سرمایہدارانہ اداروں سے اسی طرح مختلف ہوتے ہیں جیسے اجتماعی ادارے نجی اداروں سے۔ ریاستی سرمایہداری میں امدادباہمی کے ادارے ریاستی سرمایہدارانہ اداروں سے مختلف ہوتے ہیں کیونکہ اول، وہ نجی ادارے ہیں اور دوسرے، وہ اجتماعی ہیں۔ ہمارے موجودہ نظام میں امدادباہمی کے ادارے نجی سرمایہدار اداروں سے بطور اجتماعی اداروں کے مختلف ہیں لیکن سوشلسٹ اداروں سے مختلف نہیں ہیں بشرطیکہ ان کی زمین اور ذرائع پیداوار ریاست کی یعنی مزدور طبقے کی ملکیت ہوں۔

امدادباہمی کے بارے میں بحث کے دوران ہمارے یہاں اس صورتحال پر کافی غور نہیں کیا جاتا۔ یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ ہمارے ریاستی نظام کی خصوصیت کی وجہ سے امدادباہمی کو غیرمعمولی اہمیت حاصل ہے۔ اگر ہم مراعات کو نکال دیں جن کو برسبیل تذکرہ ہمارے یہاں کافی فروغ نہیں ملا ہے تو ہمارے حالات میں کوآپریٹیو سوشلزم سے بالکل مطابقت رکھتی ہے۔

میں اپنے خیال کی وضاحت کرتا ہوں۔ امدادباہمی کے پرانے کارکنوں کے منصوبے، رابرٹ اووین سے شروع ہوکر، کس بات میں خیالی تھے؟ اس میں کہ وہ اپنے زمانے کے سماج کو پرامن طور سے سوشلزم میں ڈھالنے کے خواب دیکھتے تھے، ایسے بنیادی سوالوں کا لحاظ کئے بغیر جیسے طبقاتی جدوجہد کا سوال، مزدور طبقے کا سیاسی اقتدار حاصل کرنا اور استحصال کرنےوالے حکمراں طبقے کا تختہ الٹنا۔ اسی لئے ہم اس ''امدادباہمی کی،، سوشلزم کو خیالی سمجھنے میں بالکل حقبجانب ہیں جو رومانی اور حتی کہ ان خوابوں میں پیش پاافتادہ ہے کہ محض آبادی کو امدادباہمی میں شامل کر لینے کے ذریعے طبقاتی دشمن کو طبقاتی شریککار میں اور طبقاتی جنگ کو طبقاتی امن (نام نہاد شہری امن) میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ زمانے کے بنیادی فریضے کے نقطۂ نظر سے ہم بلاشبہ ٹھیک تھے کیونکہ ملک میں سیاسی اقتدار کے لئے طبقاتی جدوجہد کے بغیر سوشلزم کا حصول ہی ممکن نہیں ہے۔

لیکن دیکھئے، اب حالت کیسی بدل گئی ہے، جب مزدور طبقے کے ہاتھ میں ریاستی اقتدار آگیا، جب استحصال کرنےوالوں کے سیاسی اقتدار کا تختہ الٹ دیا گیا اور جب سارے ذرائع پیداوار (سوائے ان کے جو مزدور ریاست نے وقتی طور پر اور شرائط کے ساتھ استحصال کرنےوالوں کو بطور مراعات دئے ہیں) مزدور طبقے کے ہاتھ میں آگئے ہیں۔

اب ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ امدادباہمی کا معمولی فروغ ہی ہمارے لئے (اوپر بتائے ہوئے بعض ''معمولی،، استثناؤں کے ساتھ) سوشلزم کی افزائش سے مطابقت رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ہم سوشلزم کے بارے میں نقطۂنظر میں بنیادی تبدیلی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ بنیادی تبدیلی اس میں ہے کہ پہلے ہم سیاسی جدوجہد، انقلاب اور حصول اقتدار وغیرہ پر خاص زور دیتے تھے اور زور دینا چاہئے تھا۔ اب خاص زور پرامن، منظم ''تہذیبی،، کام کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ میں یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر بین‌الاقوامی صورت‌حال ایسی نہ ہوتی کہ ہم بین‌الاقوامی پیمانے پر اپنی پوزیشن کےلئے جدوجہد کرنے پر مجبور ہوں تو اب خاص زور تہذیبی کام کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ لیکن اگر اس کو ایک طرف چھوڑ دیں اور اندرونی معاشی صورت‌حال تک محدود رہیں تو ہمارے یہاں اب واقعی زور تہذیبی کام کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔

ہمارے سامنے اس دور کے دو بڑے اہم فریضے ہیں۔ یہ فرائض ہیں — ہماری ریاستی مشینری کی از سر نو تشکیل جو کسی جگہ ٹھیک نہیں بیٹھتی اور جو پوری کی پوری ہم نے ماضی کے دور سے لی ہے اور پانچ سال کی جدوجہد کے دوران ہم اس کی ازسرنو تشکیل کے لئے نہ تو کچھ کرسکے اور نہ کر سکتے تھے۔ ہمارا دوسرا فریضہ کسانوں میں تہذیبی کام ہے۔ اور کسانوں میں اس تہذیبی کام کا معاشی مقصد امدادباہمی کی تنظیم ہی ہے۔ امدادباہمی کی مکمل تنظیم کی صورت میں ہم سوشلسٹ بنیاد پر دونوں پیروں پر کھڑے ہوتے۔ لیکن امدادباہمی کی مکمل تنظیم کی اس صورت میں کسانوں میں (کسانوں میں ہی، کثیر تعداد لوگوں کی حیثیت سے) ایسا معیارتہذیب شامل ہے کہ امدادباہمی کی یہ مکمل تنظیم بغیر پورے تہذیبی انقلاب کے ممکن نہیں ہے۔

ہمارے مخالفین نے ہم سے باربار کہا کہ ہم اس ملک میں جو کافی طور پر مہذب نہیں ہے سوشلزم کو مسلط کرکے بیوقوفی کر رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے غلطی کی کیونکہ ہم نے اس سرے سے نہیں شروع کیا جو نظریے میں (طرح طرح کے کٹر نظریات پرستوں کی) پیش کیا گیا تھا اور ہمارے یہاں سیاسی اور سماجی انقلاب تہذیبی انقلاب سے پہلے آیا، اس تہذیبی انقلاب سے جس سے ہم اب بہرحال دوچار ہیں۔

اس وقت یہ تہذیبی انقلاب ہمارے ملک کو مکمل سوشلسٹ ملک بنانے کےلئے کافی ہے۔ لیکن یہ تہذیبی انقلاب ہمارے سامنے خالص تہذیبی (کیونکہ ہم ناخواندہ ہیں) اور مادی نوعیت کی (کیونکہ مہذب بننے کےلئے ہمیں پیداوار کے مادی ذرائع میں معینہ ترقی کرنی چاہئے، ہمیں معینہ مادی بنیاد رکھنی چاہئے) مشکلات پیش کرتا ہے۔

۶ جنوری ۱۹۲۳ء

''پراودا،، شمارے ۱۱۵ اور
۱۱۶، ۲۶ — ۲۷ مئی ۱۹۲۳ء۔

چاہے کم ہو مگر ہو بہتر

ریاستی مشینری کی اصلاح کرنے کے معاملے میں مزدور اور کسان نظارت کو، میری رائے میں، نہ تو مقدار کےلئے دوڑنا چاہئے اور نہ ہی عجلت کرنی چاہئے۔ اپنے ریاستی عملے کے کارگزار ہونے پر اب تک ہم نے اتنا کم غور و فکر کیا اور توجہ دی ہے کہ اگر اب ہم اس کی کامل تنظیم کی طرف کا خاص دھیان رکھیں اور مزدور اور کسان نظارت میں ایسے کارکنوں کے عملے کو یکجا کر لیں جو واقعی موجودہ زمانے کی صفات کا حامل ہو یعنی مغربی یورپی معیاروں سے کمتر نہ ہو تو یہ اب قطعی جائز ہوگا۔ ایک سوشلسٹ جمہوریہ کےلئے یہ شرط، بلاشبہ، انتہائی معمولی ہے۔ لیکن پہلے پانچ برسوں کے تجربے نے ہمارے دماغوں میں بےاعتمادی اور تشکیک خاصی ٹھونس کر بھر دی ہے۔ یہ خصوصیات خودبخود مثلاً اس وقت حاوی ہو جاتی ہیں جب ہم لوگوں کو ''پرولتاری،، تہذیب و تمدن کی حد سے زیادہ دور تک اور حد سے زیادہ لاپروائی سے تشریح کرتے دیکھتے ہیں۔ شروع میں ہمیں اصل بورژوا تہذیب و تمدن سے مطمئن ہوجانا چاہئے، شروع میں ہمیں قبل بورژوا تہذیب و تمدن کی بھونڈی شکلوں یعنی نوکرشاہی تہذیب و تمدن، یا زرخرید کسانوں کے نظام کے تہذیب و تمدن وغیرہ سے سبکدوش ہوجانے پر خوش ہونا چاہئے۔ تہذیب و تمدن کے معاملات میں عجلت اور ہمہ گیر اقدامات سب سے زیادہ نقصان‌دہ ہوتے ہیں۔ ہمارے بہت سارے نوجوان ادیبوں اور کمیونسٹوں کو یہ بات بخوبی ذہن نشین کر لینی چاہئے۔

اس طرح، ریاستی مشینری کے معاملے میں بھی ہمیں اب اپنے گذشتہ تجربے سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہئے کہ زیادہ سست رفتاری سے بڑھنا بہتر ہوگا۔

ہماری ریاستی مشینری بدحال ہونے کا تو ذکر ہی کیا، اتنا افسوسناک ہے کہ پہلے ہمیں نہایت احتیاط سے یہ سوچنا چاہئے کہ اس کی خامیوں کو کیسے دور کیا جائے، اور ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ان خامیوں کی جڑیں ماضی میں پیوست ہیں، جس کا اگرچہ تختہ پلٹا جاچکا ہے مگر جو ابھی تک مرا نہیں ہے، ایک ایسے تمدن کے مرحلے تک نہیں پہنچایا جا سکا ہے جو ماضی بعید میں کھسک گیا ہو۔ تمدن میں نے جان بوجھ کر کہا ہے، کیونکہ ان معاملوں میں ہم اسی کو حاصل شدہ کہہ سکتے ہیں جو ہماری تہذیب کا، ہماری زندگی کا، ہماری عادتوں کا جزولاینفک بن گیا ہو۔ چاہیں تو ہم یوں کہہ لیں کہ ہمارے سماجی نظام کی خوبیوں کا صحیح طور پر مطالعہ نہیں کیا گیا ہے، ان کو سمجھا نہیں گیا ہے، دل میں نہیں بٹھایا گیا ہے۔ اس کو عجلت میں گرفت میں لے لیا گیا ہے۔ اس کی توثیق یا آزمائش نہیں کی گئی ہے، تجزبے سے تصدیق نہیں کی گئی ہے، اور اسے پائیدار نہیں بنایا گیا ہے، وغیرہ۔ انقلابی دور میں، جبکہ نشو و نما اس قدر برق‌رفتاری سے ہوئی کہ ہم پانچ ہی برس کے اندر زارشاہی سے سوویت نظام تک آگئے، تو بلاشبہ، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

وقت آگیا ہے کہ اس کے بارے میں کچھ کیا جائے۔ حد سے زیادہ تیزرفتار ترقی کے لئے، شیخیاں بگھارنے وغیرہ پر ہمیں صحت‌مند تشکیک کا اظہار کرنا چاہئے۔ قدم بڑھانے کا ہر وقت ہم جو اعلان کرتے ہیں اس کی آزمائش کرنے کی بات ہمیں سوچنی چاہئے، ان اقدامات کی آزمائش جو ہم ہر منٹ کر لیتے ہیں اور پھر ہر لمحے ثابت کرتے ہیں کہ وہ بودے اور سطحی ہیں اور ان کو غلط سمجھا گیا ہے۔ عجلت یہاں سب سے زیادہ مضر ہوگی۔ سب سے زیادہ مضر یہ مفروضہ ہوگا کہ ہم کم‌از کم کچھ جانتے ہیں، یا ہمارے پاس ایسے کوئی عناصر قابل‌لحاظ تعداد میں موجود ہیں جو حقیقی معنوں میں نئی ریاستی مشینری کی تعمیر کے لئے ضروری ہوتے ہیں، ایسی مشینری جو حقیقی معنوں میں سوشلسٹ سوویت وغیرہ کہلانے کا مستحق ہو۔

نہیں، ہمارے ہاں ایسے ساز وسامان کی، یا اس کے اجزا تک کی غیرمعقول قلت ہے اور ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی تعمیر میں وقت کی کنجوسی نہیں کرنی چاہئے، اور یہ کہ اس میں سالوں سال لگیں گے۔

اس ادارے کی تعمیر میں ہمیں کونسے عناصر درکار ہوں گے؟ صرف دو ۔ اول تو وہ مزدور جو سوشلزم کے لئے جدوجہد کرنے میں منہمک ہوں۔ یہ عناصر کافی تعلیم‌یافتہ نہیں ہیں ۔ ان کی خواہش ہے کہ ہمارے لئے بہترین ادارے کی تعمیر کریں لیکن یہ نہیں جانتے کہ کیسے کریں ۔ وہ اس کی تعمیر نہیں کر سکتے ۔ انہوں نے ابھی تک وہ تہذیب حاصل نہیں کی ہے جو اس کے لئے درکار ہے، اور ضرورت تہذیب ہی کی ہے ۔ جھپٹ کر کام کر لینے سے، ہلہ بول دینے سے، جوش و خروش سے یا عموماً، بہترین انسانی خوبیوں میں سے کسی سے اس سلسلے میں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ دوسرے، ہمارے پاس علم، تعلیم اور تربیت کے عناصر ہیں لیکن وہ دوسرے تمام ملکوں کی بہ‌نسبت بے‌حد ناکافی ہیں ۔

یہاں ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ ہم اس بات کی طرف حد سے زیادہ مائل نظر آتے ہیں کہ اپنی کم علمی کو جوش وخروش اور عجلت وغیرہ سے پورا کریں (یا ہم تصور کر لیتے ہیں کہ پورا کر سکتے ہیں) ۔

اپنی ریاستی مشینری کی تجدید کی غرض سے ہمیں بہر قیمت سب سے پہلے تعلیم حاصل کرنی چاہئے، دوسرے تعلیم حاصل کرنی چاہئے اور تیسرے تعلیم حاصل کرنی چاہئے اور پھر یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ تعلیم مردہ نہ ہو یا فیشن‌ایبل لفاظی بن کر نہ رہ جائے (اور ہمیں صاف صاف مان لینا چاہئے کہ ہمارے یہاں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے) یہ کہ سائنس واقعی ہمارے وجود کا ایک جزو بن جائے گی، کہ وہ حقیقی اور مکمل طریقے سے ہماری سماجی زندگی کا حقیقی عنصر ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ ہمیں وہ مطالبے نہیں کرنے چاہئیں جو بورژوا مغربی یورپ کے ہوتے ہیں بلکہ وہ مطالبے کرنے چاہئیں جو ایک ایسے ملک کے لئے مناسب اور موزوں ہوں جو سوشلسٹ ملک میں تبدیل ہونے کی راہ پر گامزن ہوا ہو ۔

مذکورہ بالا بحث سے جو نتائج اخذ کرنے چاہئیں وہ مندرجہ

ذیل هیں : مزدور اور کسان نظارت کو همیں حقیقی مثالی ادارے میں، اپنی ریاستی مشینری کو بهتر بنانے کے وسیلے میں تبدیل کر دینا چاهئے -

مطلوبه اعلی معیار حاصل کرنے کی غرض سے همیں اس قاعدے کی پابندی کرنی چاهئے ''سات بار ناپو تو ایک بار کاٹو''۔

اس غرض سے همارے سماجی نظام میں جو کچھ حقیقی معنوں میں بهترین هے، وه سب بڑی احتیاط، فکرمندی اور واقفیت کے ساتھ نئی کمیساریت قائم کرنے میں لگانا چاهئے -

اس غرض سے ان بهترین عناصر کو جو همارے سماجی نظام میں موجود هیں — جیسے، سب سے پهلے ، آگے بڑھے هوئے مزدور، اور دوسرے، حقیقی معنوں میں روشن خیال عناصر جن کے متعلق هم یقین کے ساتھ کهه سکتے هوں که وه قول کو فعل کے مترادف نهیں سمجھیں گے، اور ایک لفظ بھی ایسا زبان پر نهیں لائیں گے جس کی گواهی ان کا ضمیر نهیں دے گا — کسی بھی دقت کو تسلیم کرنے سے نهیں هچکچائیں گے اور جو نصب العین انهوں نے اپنے لئے سنجیدگی کے ساتھ متعین کیا هے اس کو حاصل کرنے کے لئے کسی بھی جدوجهد سے جی نهیں چرائیں گے -

اپنی ریاستی مشینری کو بهتر بنانے کی کوشش میں همیں دوڑدهوپ کرتے پانچ برس هو گئے هیں، مگر یه محض دوڑدهوپ رهی جو ان پانچ برسوں میں بیکار، یا یهاں تک که فضول، حتی که نقصان‌ده رهی - اس دوڑدهوپ نے یه تاثر پیدا کیا که هم کچھ کررهے هیں، لیکن هوا یه که هم اپنے اداروں میں اور اپنے دماغوں میں رکاوٹیں کھڑی کرتے رهے -

تبدیلیاں لانے کا وقت آگیا هے -

همیں اس قاعدے پر عمل کرنا چاهئے : چاهے کم هو مگر هو بهتر - همیں اس قاعدے پر عمل کرنا چاهئے : دو یا تین سال تک میں اچھے لوگوں کا مل جانا اس عجلت سے بهتر هے جس میں کچھ بھی نه ملنے کی امید هو-

میں جانتا هوں که همارے هاں کے حالات میں اس قاعدے کی پابندی اور اس کا اطلاق کرنا مشکل هوگا - میں جانتا هوں که اس کے برعکس قاعده ان هزاروں سوراخوں میں سے اندر گھس آئیگا جو اس میں مل

جائیں گے ۔ میں جانتا ہوں کہ زبردست مزاحمت کرنی ہوگی، کہ زبردست مستقل مزاجی درکار ہوگی، کہ اس میدان عمل میں کام کم از کم پہلے چند برسوں میں بے پناہ مشکل ہوگا ۔ پھر بھی مجھے یقین ہے کہ صرف ایسی کوشش سے ہی ہم اپنا مقصد حاصل کر سکیں گے ۔ اور یہ کہ اس مقصد کو حاصل کرکے ہی ہم ایک ایسی جمہوریہ تشکیل کر سکیں گے جو واقعی سوویت، سوشلسٹ، وغیرہ، وغیرہ کے نام کے شایان شان ہو ۔

اس سلسلے کے اپنے ایک مضمون میں بطور مثال میں نے جن اعداد و شمار کا حوالہ دیا تھا وہ حد سے زیادہ کم ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ واقعی ناکافی ہیں بڑا حساب پھیلایا جا سکتا ہے ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں ایسی اور اس طرح کے دوسرے حساب کتاب سے ایک چیز مقدم رکھنی چاہئے یعنی حقیقی معنوں میں مثالی خاصیت حاصل کرنے کی ہماری خواہش ۔

میرا خیال ہے کہ آخرکار اب وقت آگیا ہے کہ جب ہمیں اپنی ریاستی مشینری کی واقعی شدومد سے اصلاح کرنی چاہئے اور اس میں عجلت سے زیادہ شاید ہی کوئی اور چیز نقصان‌دہ ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ میں پرزور طریقے پر خبردار کر دینا چاہتا ہوں کہ اعداد و شمار بڑھا کر پیش نہ کئے جائیں ۔ میرا خیال ہے کہ اس کے برعکس ہمیں اس معاملے میں اعداد و شمار کمی کے ساتھ استعمال کرنے چاہئیں ۔ ہمیں صاف کہنا چاہئے کہ مزدور اور کسان نظارت کی عوامی کمیساریت کو فی‌الحال ذرا بھی اختیار حاصل نہیں ہے ۔ سب جانتے ہیں کہ ہماری مزدور اور کسان نظارت کے اداروں سے بدتر منظم اور کوئی ادارہ نہیں ہے اور یہ کہ موجودہ حالات میں اس عوامی کمیساریت سے کسی چیز کی توقع نہیں کی جا سکتی ۔ اگر ہم واقعی چاہتے ہیں کہ چند برسوں کے اندر ایک ایسا ادارہ تخلیق کر لیں جو اول تو ایک مثالی ادارہ ہو، دوسرے اس کو ہر ایک کا قطعی اعتماد حاصل ہو اور تیسرے ہر کس و ناکس پر ثابت کر دے کہ ہم نے مرکزی کنٹرول کمیشن جیسے ذمہ‌دار ادارے کے کام کو حق بجانب ثابت کر دیا ہے، تو یہ بات ہمیں بخوبی ذہن‌نشین کر لینی چاہئے ۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں دفتری عملوں کی تعداد کے تمام عمومی اعداد کو فوراً اور قطعی طور پر مسترد کر دینا چاہئے ۔ مزدور اور کسان

نظارت کےلئے ملازمین کا انتخاب ہمیں خاص احتیاط کے ساتھ اور سخت استحان کی بنیاد پر ہی کرنا چاہئے۔ درحقیقت ایک ایسی عوامی کمیساریت کے قیام کا فائدہ ہی کیا جو لشٹم پشٹم کام چلائے، جس کو ذرا بھی اعتماد حاصل نہ ہو اور جس کی بات کا ذرا بھی وزن نہ سمجھا جائے؟ از سرنو تنظیم کا جو کام اب ہمارے ذہن میں ہے اس کو شروع کرنے میں، میرا خیال ہے کہ ہمارا خاص مقصد ان تمام چیزوں سے بچنا ہے۔

مرکزی کنٹرول کمیشن کے ممبروں کی حیثیت سے جن مزدوروں کو ہم بھرتی کر رہے ہیں انہیں بےداغ کمیونسٹ ہونا چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اپنے کام کے طریقے اور مقاصد سکھانے میں ابھی بہت کچھ کرنا ہوگا۔ علاوہ ازیں اس کام میں مدد دینے کے لئے سیکریٹریوں کی ایک قطعی تعداد مقرر کرنی چاہئے جن کی اپنے عہدوں پر تقرری سے پہلے تین بار جانچ پڑتال کرنی چاہئے۔ آخر میں یہ کہ جن عہدیداروں کو غیرمعمولی صورتوں میں ہم مزدور اور کسان نظارت کے ملازمین کی حیثیت سے براہ‌راست منظور کریں انہیں مندرجہ ذیل شرائط پوری کرنی چاہئیں:

اول، ان کی سفارش کئی کمیونسٹوں کو کرنی چاہئے۔

دوسرے، انہیں ہماری ریاستی مشینری کے بارے میں معلومات کا استحان پاس کرنا چاہئے۔

تیسرے، انہیں ہماری ریاستی مشینری کے نظریاتی مبادیات، انتظام‌و انصرام کے مبادیات، دفتری کام کاج وغیرہ کا ایک استحان پاس کرنا چاہئے۔

چوتھے، انہیں مرکزی کنٹرول کمیشن سے اور خود اپنے سیکریٹریٹ سے ایسی قریبی ہم‌آہنگی کے ساتھ کام کرنا چاہئے کہ ہم پورے ادارے کے کام کی ضمانت کرسکیں۔

میں جانتا ہوں کہ یہ مطالبے غیرمعمولی طور پر سخت ہیں اور مجھے بڑا ہی اندیشہ ہے کہ مزدور اور کسان نظارت میں ''عملی'' کام کرنےوالوں کی اکثریت یہ کہیگی کہ یہ مطالبے ناقابل عمل ہیں یا ان کی ہنسی اڑائیگی۔ لیکن میں مزدور اور کسان نظارت کے موجودہ سربراہوں سے، یا اس تنظیم سے متعلق افراد سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ مجھے ایمانداری کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ مزدور اور کسان نظارت

جیسی عوامی کمیساریت کا عملی مقصد کیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال انہیں اپنا احساس تناسب بحال کرنے میں مدد دے گا۔ یا تو ہمارے ہاں متعدد بار از سر نو تنظیم کا معاملہ جیسے کہ مزدور اور کسان نظارت میں ہوا، ایک مایوس کن لاحاصل معاملہ ہے یا تو ہم سست، مشکل اور غیرمعمولی طریقوں سے، اور ان طریقوں کی بار بار آزمائش کرتے ہوئے، حقیقی معنوں میں کسی مثالی چیز کی، کسی ایسی چیز کی تخلیق کے لئے جو محض اپنے عہدے اور عنوان کے باعث نہیں بلکہ اپنی خوبیوں کے سبب سے ہر کس و ناکس کا احترام حاصل کرلے، واقعی کام میں جٹ جائیں ۔

اگر ہم اپنے آپ کو زیور صبرو تحمل سے آراستہ نہیں کرتے، اگر اس فریضے پر ہم کئی برس وقف نہیں کرتے تو بہتر یہ ہے کہ اس کو شروع ہی نہ کریں ۔

میری رائے یہ ہے کہ محنت کی تحقیق کے اعلی علمی اداروں وغیرہ میں سے جو ہم نے اس قدر عجلت میں تیار کر ڈالے ہیں، ہمیں ان کا کم از کم تعداد میں انتخاب کر لینا چاہئے، یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا وہ مناسب طریقے سے منظم ہیں، اور انہیں کام کرتے رہنے دینا چاہئے، لیکن صرف اس انداز میں جو جدید سائنس کے اعلی معیاروں کے مطابق ہو اور ہمیں اس کے سارے فوائد حاصل ہوسکیں ۔ اگر ہم ایسا کرلیں گے تو یہ توقع کرنا خیالی پلاؤ پکانے کے مترادف نہ ہوگا کہ چند برسوں میں ہمارے پاس ایک ایسا ادارہ ہوجائیگا جو اپنے فرائض منصبی پورے کرنے کے، ہماری ریاستی مشینری کی باقاعدگی کے ساتھ اور متواتر اصلاح کرنے کے اہل ہوگا، ایک ایسا ادارہ جس کو مزدور طبقے کے، روسی کمیونسٹ پارٹی کے اور ہماری جمہوریہ کی پوری آبادی کے اعتماد کی پشت پناہی حاصل ہوگی۔

اس کی ابتدائی تیاریوں کا کام فوراً شروع کیا جا سکتا ہے ۔ اگر مزدور اور کسان نظارت کی عوامی کمیساریت ازسرنو تنظیم کے موجودہ منصوبے کو منظور کر لے تو وہ اب تیاریوں کے اقدامات کر سکتی ہے اور باقاعدہ طریقے سے کام کرتی رہ سکتی ہے حتی کہ عجلت کے بغیر کام مکمل ہوجائے اور جو کچھ کیا جا چکا ہے اس کو بدل ڈالنے میں وہ ذرا بھی نہ ہچکچائے ۔

اس معاملے میں کوئی بھی حل جو بیدلی سے کیا گیا ہو، انتہائی

نقصان‌ده ہے - مزدور اور کسان نظارت کے عملے کے معمولات کے بارے میں کسی اور مصلحت پر مبنی کوئی اقدام، درحقیقت، پرانی، نوکرشاہی مصلحتوں پر، پرانے تعصبات پر، اس پر مبنی ہوگا جس کی پہلے ہی مذمت کی جا چکی ہے، عام طور پر مذاق اڑایا جاچکا ہے وغیرہ۔

مختصراً مسئلہ مندرجہ‌ذیل ہے :

یا تو ہم ابھی یہ ثابت کریں کہ ریاستی تنظیم کے بارے میں ہم نے درحقیقت کچھ سیکھ لیا ہے (پانچ برس میں ہم نے کچھ نہ کچھ سیکھ ہی لیا ہوگا) یا ہم یہ ثابت کریں کہ اس کے لئے ہم کافی پختہ نہیں ہیں - اگر صورت‌حال موخرالذکر ہے تو بہتر یہی ہوگا کہ ہم اس موضوع کو چھیڑیں ہی نہیں -

میرا خیال ہے کہ جو انسانی وسائل ہمیں مہیا ہیں ان کے پیش‌نظر یہ فرض کر لینا ناشائستہ نہ ہوگا کہ ہم نے کم از کم ایک عوامی کمیساریت کو باقاعدگی سے ازسرنو ترتیب دینے کےلئے کافی کچھ سیکھ لیا ہے - یہ صحیح ہے کہ اس ایک عوامی کمیساریت کو ہمارے پورے ریاستی ادارے کےلئے نمونہ ہونا چاہئے -

عموماً محنت کی تنظیم پر اور خصوصاً انتظام و انصرام کی محنت پر دو یا اس سے زیادہ نصابی کتابیں مرتب کرنے کے ایک مقابلے کا ہمیں فوراً اہتمام کرنا چاہئے - بنیاد ہم اس کتاب کو بنا سکتے ہیں جو یرمانسکی پہلے ہی شائع کرچکے ہیں حالانکہ ضمناً یہ بھی کہدینا چاہئے کہ وہ واضح طور پر مینشویزم سے ہمدردی رکھتے ہیں اور سوویت حکومت کےلئے نصابی کتابیں مرتب کرنے کےلئے وہ ناموزوں ہیں - پھر بنیاد کی حیثیت سے ہم کیرژینتسیف کی حالیہ کتاب کو بھی لے سکتے ہیں اور جو دوسری جزوی نصابی کتابیں مہیا ہیں وہ بھی کارآمد ہو سکتی ہیں -

ہمیں کچھ قابل اور دیانت‌دار لوگوں کو اس موضوع پر مواد اکٹھا کرنے اور مطالعہ کرنے کی غرض سے جرمنی یا برطانیہ بھیجنا چاہئے - برطانیہ کا ذکر میں نے اس صورت میں کیا ہے جبکہ لوگوں کو ریاستہائے متحدہ امریکہ یا کناڈا بھیجنا ممکن نہ ہو -

مزدور اور کسان نظارت کی ملازمت کے امیدواروں کےلئے امتحانوں کا ابتدائی پروگرام مرتب کرنے کےلئے ہمیں ایک کمیشن مقرر کرنا چاہئے- یہی مرکزی کنٹرول کمیشن کے امیدواروں کے لئے کرنا چاہئے -

یہ اور ایسے ہی اقدامات عوامی کمیسار کے لئے یا مزدور اور کسان نظارت کے بورڈ کے میمبروں یا مرکزی کنٹرول کمیشن کی صدارتی مجلس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہیں -

ساتھ ہی ساتھ مرکزی کنٹرول کمیشن کی رکنیت کے لئے امیدوار منتخب کرنے کی غرض سے ایک تیاری کمیشن مقرر کرنا چاہئے - مجھے امید ہے کہ اس عہدے کے لئے ہمیں تمام محکموں کے تجربے کار کارکنوں میں نیز اپنے سوویت اعلی مدارس کے طالب علموں میں کافی سے زیادہ امیدوار مل جائیں گے - کسی خاص زمرے کو پہلے ہی سے مستثنا قرار دینا شاید ہی درست ہو - اس ادارے کی غالباً ملی جلی ترکیب و تشکیل کو ترجیح دی جائیگی جس میں بہت ساری خصوصیات اور غیرمشابہ خوبیوں کا امتزاج ہونا چاہئے- چنانچہ، امیدواروں کی فہرست مرتب کرنے کے لئے خاصا کام کرنا ہوگا - مثلاً یہ بات قطعاً پسندیدہ نہیں ہوگی کہ نئی عوامی کمیساریت کا عملہ صرف ایک وضع کے لوگوں پر مثلاً صرف سرکاری افسروں پر مشتمل ہو یا وہ ان لوگوں کو الگ رکھے جو پروپیگنڈہ کرنےوالوں کے زمرے میں آتے ہوں یا ان لوگوں کو جن کی خاص خوبی جلدی گھل مل جانا ہو یا ان حلقوں میں سرایت کر جانا جن میں پہنچنا اس میدان عمل کے سرکاری عہدیداروں کے لئے خلاف معمول ہوتا ہے، وغیرہ -

* * *

میں سمجھتا ہوں کہ اپنے خیال کو میں اس صورت میں بہترین طریقے سے ظاہر کر سکوں گا جب اپنے منصوبے کو تعلیمی اداروں کے منصوبے سے نسبت دوں - اپنی صدارتی مجلس کی رہنمائی میں مرکزی کنٹرول کمیشن کے میمبروں کو پولیٹیکل بیورو کے تمام کاغذات اور دستاویزات کا باقاعدگی سے بغور مطالعہ کرنا چاہئے - علاوہ ازیں ان کو نہایت چھوٹے چھوٹے اور نجی ملکیت کے دفتروں سے لیکر اعلی ترین ریاستی اداروں تک ہمارے اداروں کے اندر روزمرہ کے مقررہ معمولات کی تحقیقات میں مختلف کاموں کے درمیان اپنے وقت کی صحیح تقسیم کرنی چاہئے - اور آخر میں یہ کہ ان کے وظائف میں نظریے کا مطالعہ یعنی اس کام کی تنظیم کا نظریہ جس کے لئے وہ اپنے آپ کو وقف کرنا چاہتے ہوں، اور یا تو پرانے ساتھیوں کی یا محنت کی تنظیم کے

اعلی علمی اداروں کے معلموں کی رہنمائی میں عملی کام بھی شامل ہونا چاہئے۔

لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس قسم کے تعلیمی کام تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھ پائیں گے۔ اس کے علاوہ ان کو اس کام کےلئے اپنے آپ کو تیار کرنا پڑیگا جیسے میں، بدمعاشوں کو پکڑنا تو نہیں کہوں‌گا، بلکہ اسی طرح کے لوگوں کو پکڑنے اور اپنی نقل و حرکت، اپنی آمد وغیرہ کو چھپانے کےلئے خاص چالیں چلنے کی تربیت حاصل کرنے کا نام دینے میں پس و پیش نہیں کروں‌گا۔

اگر ایسی تجویزیں مغربی یورپی حکومت کے اداروں میں پیش کی گئی ہوتیں تو ان کے باعث زبردست ناراضگی پیدا ہو گئی ہوتی، اخلاقی غیظ‌وغضب وغیرہ کا جذبہ پیدا ہو گیا ہوتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم میں ایسی نوکرشاہی نہیں آگئی ہے کہ ایسا ہو۔ نئی معاشی پالیسی کو ابھی تک ایسا احترام حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی کہ کوئی اس تصور سے دہل جائے کہ ممکن ہے کوئی پکڑا جائے۔ ہماری سوویت جمہوریہ اس قدر حال کی تعمیر ہے اور پرانے کاٹھ کباڑ کے ایسے ڈھیر چاروں طرف پڑے ہوئے ہیں کہ کسی کو شاید ہی اس خیال سے دہل جانے کی بات یاد آئے کہ ہم ان کی تحقیقات حیلوں‌بہانوں کے ذریعے سے، بعض اوقات اس تفتیش کے ذریعے سے کر رہے ہیں جو دور ازقیاس وسائل کے سلسلے میں کی جارہی ہوگی اور گھماپھرا کر کی جارہی ہوگی۔ اور اگر کسی کو دہل جانے کا خیال ابھی گیا تو ہمیں خاطرجمع رکھنی چاہئے کہ ایسا شخص خود اپنا مذاق اڑوائیگا۔

ہمیں توقع کرنی چاہئے کہ ہماری نئی مزدور اور کسان نظارت اس چیز کو ترک کر دےگی جسے فرانسیسی pruderie کہتے ہیں، جسے ہم بننا یا مضحکہ خیز انداز میں رعب جھاڑنا کہہ سکتے ہیں اور جو پوری طرح ہماری سوویت اور پارٹی کی نوکرشاہی کے ہاتھوں میں کھیلنے کے مترادف ہے۔ ضمناً یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ ہمارے پارٹی دفتروں میں نیز سوویت دفتروں میں نوکرشاہی پر عمل کرنے والے موجود ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں جب میں نے کہا ہے کہ ہمیں پڑھنا چاہئے اور محنت کی اعلی تنظیم کے لئے علمی اداروں میں جی لگا کر

پڑھنا چاہئے وغیرہ تو اس سے میری مراد اسکول کی جماعت کے انداز میں ''پڑھنے،، سے نہیں تھی، نہ ھی میں نے اسکول کی جماعت کے انداز میں تعلیم حاصل کرنے کے تصور تک اپنے کو محدود رکھا تھا۔ میں توقع کرتا ہوں کہ کوئی ایک بھی حقیقی انقلابی، اس صورت میں مجھ پر اس بات کا شبہ نہیں کرے گا کہ ''تعلیم،، میں کوئی نیم مزاحیہ شرارت، چالاکی کی کوئی ترکیب، کچھ شعبدے بازی یا اسی قسم کی کوئی چیز شامل کرنے سے میں انکار کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ مغربی یورپ کی متین اور سنجیدہ ریاستوں میں اس قسم کے تصور سے لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ‌جائینگی اور یہ کہ کوئی ایک بھی قاعدے کا افسر اس پر بات کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتا۔ مگر مجھے توقع ھے کہ ہم میں ابھی تک اتنی نوکرشاھی نہیں آئی ھے اور یہ کہ ہمارے درمیان اس تصور پر تبادلہ‌خیالات تفریح‌طبع کا باعث ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔

واقعی تفریح کی چیز کو کارآمد بات سے کیوں نہ ملایا جائے؟ کسی مضحکہ خیز چیز کو، کسی نقصان‌دہ چیز کو ، کسی نیم مضحکہ‌خیز، نیم ضرررساں چیز وغیرہ کو بےنقاب کرنے کےلئے کوئی مزاحیہ شرارت یا نیم‌مزاحیہ شعبدے کا سہارا کیوں نہ لیا جائے؟

مجھے تو ایسا لگتا ھے کہ اگر ہماری مزدور اور کسان نظارت ان خیالات کا بغور مطالعہ کرے، تو اس کو بہت کچھ حاصل ہوگا۔ اور یہ کہ ان معاملات کی فہرست میں جن میں ہمارے مرکزی کنٹرول کمیشن کو اور مزدور اور کسان نظارت میں اس کے شرکائے کار کو اپنی چند انتہائی شاندار فتوحات حاصل ہوچکی ہوں‌گی ہماری آئندہ مزدور اور کسان نظارت اور مرکزی کنٹرول کمیشن کے میمبروں کے چند کارھائے نمایاں ایسے بھی ہوں‌گے جو پرتکلف اور متین نصابی کتابوں میں جستہ جستہ خاصے ناقابل بیان ہوں‌گے۔

* * *

پارٹی کا ایک ادارہ سوویت ادارے میں کیسے مدغم کیا جا سکتا ھے؟ کیا اس تجویز میں کچھ ناروا بات نہیں؟

یہ سوال میں اپنی جانب سے پیش نہیں کر رہا، بلکہ ان کی طرف سے جن کے بارے میں میں مندرجہ بالا سطور میں اشارہ کر چکا ہوں

جبکہ میں نے کہا تھا کہ ہمارے پارٹی اداروں میں نیز سوویت اداروں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو نوکرشاہی کے دلدادہ ہیں۔

لیکن واقعی اگر یہ ہمارے کام کے مفاد سے وابستہ ہے تو کیوں نہ دونوں کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا جائے؟ کیا ہم سب نے دیکھا نہیں کہ عوامی کمیساریت برائے امورخارجہ کے معاملے میں اس قسم کا ادغام نہایت سودمند ہوا، جہاں بالکل شروع ہی میں ایسا کردیا گیا تھا؟ کیا پولیٹیکل بیورو بہت سے مسئلوں کو، جن میں معمولی اور اہم دونوں شامل ہوتے ہیں، پارٹی کے نقطۂ نظر سے ان ''چالوں،، کے بارے میں بحث مباحثہ نہیں کرتا جو ہمیں غیرملکی طاقتوں کی ''چالوں،، کے جواب میں چلنی چاہئیں تاکہ ہم ان کی مثلاً اگر اس سے زیادہ کم شریفانہ اصطلاح استعمال نہ کریں، تو عیاری کی پیش‌بندی کر سکیں؟ کیا پارٹی کے ایک ادارے میں ایک سوویت ادارے کو لچکدار طریقے سے اس طرح مدغم کر دینے سے ہماری سیاست کو زبردست تقویت حاصل کرنے کا سرچشمہ میسر نہیں آجائیگا؟ میں سمجھتا ہوں کہ جو چیز اپنا مفید ہونا ثابت کرچکی ہے، جو چیز ہماری خارجہ سیاست میں قطعی طور پر اختیار کی جا چکی ہے اور اس قدر مروج ہوچکی ہے کہ اس میدان‌عمل میں اس پر کسی قسم کے شکوک و شبہات کا اظہار نہیں کیا جاتا وہ بحیثیت مجموعی ہماری ریاستی مشینری کےلئے بھی کم از کم اتنی ہی موزوں ہوگی (درحقیقت میرا خیال تو یہ ہے کہ کہیں زیادہ موزوں ہوگی)۔ مزدور اور کسان نظارت کے فرائض‌منصبی بحیثیت مجموعی ہماری ریاستی مشینری کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، اور اس کی سرگرمیوں کو بلااستثنا ہر ایک ریاستی ادارے کو متاثر کرنا چاہئے: مقامی، مرکزی، تجارتی، خالص انتظامی، تعلیمی، محافظ خانوں اور تھیٹروں وغیرہ سے متعلق — مختصر یہ کہ بلااستثنا سب اداروں کو۔

تو پھر ایسے اداروں کو جن کی سرگرمیوں کا دائرہ اس قدر وسیع ہے، اور اس کے علاوہ جن کو ہیئتی اعتبار سے ایسی غیرمعمولی لچک کی ضرورت ہوتی ہے، کنٹرول کے سوویت ادارے میں کنٹرول کے پارٹی ادارے کے اس انوکھے ادغام کی اجازت کیوں نہ دی جائے؟

مجھے اس میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ میرا خیال ہے کہ ہمارے کام میں کامیابی کی واحد ضمانت اس

قسم کا ادغام ہے ۔ میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں تمام شکوک و شبہات ہماری ریاستی مشینری کے سب سے زیادہ گرد آلود گوشوں میں ہی نمودار ہوتے ہیں اور ان سے سوائے اس کے کوئی اور سلوک نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا مذاق اڑایا جائے ۔

* * *

ایک اور شبہ : کیا تعلیمی سرگرمیوں کو سرکاری سرگرمیوں سے ملانا مناسب ہے؟ میرا خیال ہے کہ یہ نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے ۔ عام طور سے دیکھا جائے تو ریاست کی مغربی یورپی ہیئت کی جانب اپنے انقلابی رویے کے باوجود ہم نے اس کے بہت سے سب سے زیادہ نقصان‌دہ اور مضحکہ خیز تعصبات کا اثر قبول کر لیا ہے ۔ ایک حد تک ہمارے پیارے نوکرشاہوں نے جان‌بوجھ کر ہمیں یہ چھوت لگائی جنھوں نے ان تعصبات کے گدلے پانی میں بار بار مچھلیاں پکڑنے کو شمار میں رکھا تھا ۔ اور اس گدلے پانی میں انھوں نے مچھلیاں اس حد تک پکڑیں کہ ہم میں سے صرف نابینا ہی یہ نہ دیکھ پائے کہ یہ ماہی گیری کسی قدر وسیع پیمانے پر ہوئی ۔

سماجی، معاشی اور سیاسی تعلقات کے تمام حلقوں میں ہم ''خوفناک،، انقلابی ہیں ۔ مگر بےنظیر چاپلوسی، دفتری نظم و نسق کی صورتوں اور رواج کی تعمیل کے معاملے میں ہماری ''انقلابیت،، اکثر انتہائی دقیانوسی معمول کو اپنی جگہ دیدیتی ہے ۔ ہمیں بارہا اس دلچسپ مظہر سے سابقہ پڑا ہے کہ سماجی زندگی میں زبردست پیش‌قدمی کے ساتھ ساتھ جب کبھی خفیف سی بھی تبدیلیاں تجویز ہوئیں تو حیرت‌انگیز بودےپن کا اظہار ہوا ۔

یہ قدرتی بات ہے کیونکہ سب سے زیادہ جرأت آمیز پیش‌قدمی اس میدان‌عمل میں کی گئی تھی جو عرصہ دراز سے نظریاتی مطالعے کےلئے مخصوص تھا، جس کو فروغ زیادہ‌تر، اور یہاں تک کہ قریب قریب قطعی طور پر صرف نظریاتی اعتبار سے حاصل ہوا تھا ۔ روسی کو، جب وہ اپنے کام سے خالی ہوتا، تو نوکرشاہی کی تیرہ و تاریک حقیقتوں سے جرأت‌آزما نظریاتی ترکیبوں اور تشکیلوں میں سکون ملتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں ان غیرمعمولی جرأت‌آزما نظریاتی ترکیبوں اور تشکیلوں نے اس قدر غیرمعمولی بےتوازن اور یک‌طرفہ

نوعیت اختیار کرلی تھی۔ عام تشکیل و ترتیب میں نظریاتی دلیری کا اور دفتری معمولات میں نہایت خفیف اصلاحات کے متعلق حیرت انگیز بزدلی کا ساتھ رہا۔ کسی عظیم عالمی زرعی انقلاب کی تفصیلات ایسی دلیری کے ساتھ مرتب کی گئیں جس کی کسی اور ملک میں نظیر نہیں ملتی اور اس کے ساتھ ھی ساتھ دفتری معمول میں دسویں درجے کی کسی اصلاح کی تفصیل مرتب کرنے کا جب سوال پیش ہوا تو پروازخیال کے پر کٹ گئے۔ عام تجاویز کا جن کا عمومی مسائل پر جب اطلاق ہوتا تو نتائج نہایت شاندار برآمد ہوتے مگر اس اصلاح پر اطلاق کرنے میں پروازخیال یا صبر و تحمل کا فقدان ہوتا۔

یہی وجہ ھے کہ ھماری موجودہ زندگی میں بےجگر دلیری کے ساتھ ھی ساتھ اس وقت فکر کی حددرجہ بزدلی بھی ملتی ھے جبکہ معاملہ نہایت معمولی تبدیلیاں کرنے کا ہوتا ھے۔

میرا خیال ھے کہ یہ حقیقی معنوں میں تمام عظیم انقلابوں میں ہوا ہوگا کیونکہ حقیقی عظیم انقلاب پرانے کو نشو و نما دینےوالی چیزوں کے اور نئے کے حصول کےلئے جو اتنا نیا ہو کہ اس میں پرانے کا خفیف سا ذرہ بھی نہ ہو، نہایت ھی مجردخواھشوں کے درمیان تضادات سے پیدا ہوتا ھے۔

اورانقلاب جس قدر زیادہ اچانک ہوا ہو، یہ تضادات اتنے ھی طویل عرصے تک باقی رہتے ھیں۔

* * *

ھماری موجودہ زندگی کے عمومی خدوخال مندرجہ‌ذیل ھیں: ھم نے سرمایہ‌دارانہ صنعت کو نیست‌ونابود کر دیا ھے اور اپنی سی بہترین کوشش کی ھے کہ قرون‌وسطی کے اداروں اور زمین پر زمینداروں کی ملکیت کو ختم کر دیں اور اس طرح چھوٹے اور بہت چھوٹے کسانوں کا طبقہ پیدا کر دیا ھے جو پرولتاریہ کی قیادت میں چل رہا ھے کیونکہ اس کو پرولتاریہ کے انقلابی کام کے نتائج پر بھروسہ ھے۔ لیکن ھمارے لئے اس وقت تک محض اس اعتماد کی مدد سے اپنا کام چلاتے رہنا آسان نہیں ھے جب تک زیادہ ترقی‌یافتہ ملکوں میں سوشلسٹ انقلاب کامیاب نہ‌ہو کیونکہ معاشی ضرورت کے سبب خصوصاً نئی معاشی پالیسی کے تحت، چھوٹے اور بہت چھوٹے کسانوں کی محنت کی کارگزاری

انتہائی نیچی سطح پر ہے۔ علاوہ ازیں بین‌الاقوامی صورت‌حال نے بھی روس کو پیچھے دھکیل دیا اور بڑی حد تک، لوگوں کی محنت کی کارگزاری اس سطح پر گرادی جو جنگ سے پہلے کی سطح کی بہ‌نسبت قابل‌لحاظ حد تک نیچی تھی۔ مغربی یورپ کی سرمایہ‌دار طاقتوں نے کچھ تو جان‌بوجھ کر اور کچھ لاشعوری طور پر، اپنی سی ہر ممکن کوشش کی کہ ہمیں پیچھے دھکیل دیں، ملک میں جس قدر زیادہ ممکن ہو سکے تباھی پھیلانے کی غرض سے روس میں خانہ‌جنگی کے عناصر کو استعمال کریں۔ سامراجی جنگ کے نرغے سے نکلنے کا صرف ایک یہی راستہ تھا جس میں ایسا لگتا تھا کہ بہت سے فائدے ہوں گے۔ وہ لوگ کچھ اس طرح بحث کیا کرتے تھے: ''اگر روس میں انقلابی نظام کا تختہ پلٹنے میں ہم ناکام ہوئے بھی تو بہرصورت سوشلزم کی جانب اس کی پیشقدمی میں اڑنگا ھی لگائیں گے۔'' اور اپنے نقطۂ نظر سے وہ کسی اور طرح بحث کر ھی نہیں سکتے تھے۔ آخر میں ان کا مسئلہ نصف حل ہوگیا۔ انقلاب نے جو نیا نظام تخلیق کیا تھا اس کا تختہ پلٹنے میں وہ ناکام رہے لیکن ان کو اس کا اگلا قدم، جس نے سوشلسٹوں کی پیش گوئی سچ ثابت کردی ہوتی، بڑھنے سے روکنے میں کامیابی ضرور ہوگئی، جس نے موخرالذکر کو پیداواری قوتوں کو زبردست رفتار سے نشو و نما دینے کی، ان تمام مضمر امکانات کو نشوو نما دینے کے قابل بنا دیا ہوتا جو سب مل کر سوشلزم کی تخلیق کا باعث ہوتے۔ اس طرح سے سوشلسٹوں نے ہر کس و ناکس پر ثابت کر دیا ہوتا کہ سوشلزم میں اندرونی طور پر بے‌پناہ زبردست قوتیں موجود ہوتی ھیں، اور یہ کہ نوع انسانی اب غیرمعمولی تابناک امکانات کی ایک نئی ارتقائی منزل میں داخل ہوگئی ہے۔

بین‌الاقوامی رشتوں کے جس نظام کی اب تشکیل ہوئی ہے وہ ایسا ہے کہ ایک یورپی ریاست، جرمنی کو، فاتح ملکوں نے اپنا غلام بنا لیا ہے۔ علاوہ‌ازیں اپنی فتح کے باعث متعدد ریاستیں، مغرب کی قدیم‌ترین ریاستیں اس قابل ہوگئی ھیں کہ اپنے ھاں کے مظلوم طبقوں کو بعض انتہائی خفیف مراعات دیدیں — وہ مراعات جو اگرچہ انتہائی خفیف ھیں، پھر بھی ان ملکوں میں انقلابی تحریک کی رفتار سست کر دیتی ھیں اور ''طبقاتی عارضی صلح'' جیسی کچھ کیفیت پیدا کر دیتی ھیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ، گزشتہ سامراجی جنگ کے نتیجے میں مشرق کے متعدد ممالک، ھندستان، چین، وغیرہ دھچکے کھا کر کیچڑ میں سے پوری طرح باھر نکل آئے ھیں۔ ان کا ارتقا قطعی طور پر عام یورپی سرمایہ‌دارانہ طرز پر ھونے لگا ھے۔ یورپ میں عمومی طور پر جو خمیر اٹھ رھا ھے اس نے ان کو متاثر کرنا شروع کر دیا ھے اور اب یہ بات ساری دنیا پر واضح ھوگئی ھے کہ وہ ارتقا کے اس عمل میں کھنچ آئے ھیں جس کا لازمی نتیجہ پوری دنیا کی سرمایہ‌داری میں بحران ھوگا۔

چنانچہ، موجودہ زمانے میں ھمیں یہ سوال درپیش ھے — کیا ھم اپنی چھوٹی اور بہت چھوٹی کسان پیداوار کی موجودگی میں اور اپنی موجودہ تباھی و بربادی کی حالت میں اس وقت تک اپنے قدم جمائے رکھ پائیں‌گے جب تک کہ مغربی یورپی سرمایہ‌دار ممالک سوشلزم کی جانب اپنے ارتقا کی تکمیل کر لیں؟ لیکن اس کی تکمیل وہ اس طرح نہیں کر رھے جس طرح کی ھمیں پہلے توقع تھی۔ وہ اس کی تکمیل ان میں سوشلزم کی بتدریج ”پختگی“ کے ذریعے نہیں کر رھے بلکہ کچھ ملکوں کے دوسرے ملکوں کے ھاتھوں استحصال سے، سامراجی جنگ میں پہلے مفتوح ملک کے استحصال اور اس کے ساتھ پورے مشرق کے استحصال کے ذریعے کر رھے ھیں۔ دوسری طرف، پہلی سامراجی جنگ ھی کے نتیجے میں مشرق انقلابی تحریک میں قطعی طور پر آ گیا ھے اور عالمی انقلابی تحریک کے عام بھنور میں قطعی طور پر کھنچ آیا ھے۔

یہ صورت‌حال ھمارے ملک کے لئے کیا تدبیر تجویز کرتی ھے؟ ظاھر ھے کہ مندرجہ‌ذیل: ھمیں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاھئے تاکہ مزدوروں کی اپنی حکومت کو محفوظ رکھ سکیں اور اپنے چھوٹے اور بہت چھوٹے کسانوں کے طبقے کو اس قیادت اور اختیار میں رکھ سکیں۔ ھمیں یہ فوقیت حاصل ھے کہ اب ساری دنیا اس تحریک کے دور سے گزر رھی ھے جس سے عالمی سوشلسٹ انقلاب یقیناً نمودار ھوگا۔لیکن ھم اس ناموافق صورت‌حال کے تحت کوشاں ھیں کہ دنیا کو دو ڈیروں میں تقسیم کرنے میں سامراجیوں کو کامیابی حاصل ھوگئی ھے اور اس حقیقت نے اس تقسیم کو اور بھی پیچیدہ کر دیا ھے کہ جرمنی کے لئے جو سرمایہ‌دارانہ ارتقا کا واقعی ترقی و تہذیب‌یافتہ ملک ھے، اپنے پیروں پر کھڑے ھونا انتہائی مشکل ھوگیا ھے۔ جیسے

مغرب کہا جاتا ہے اس کی ساری سرمایہ‌دار طاقتیں اس پر ٹھونگیں مار رہی ہیں، اور اس کو اٹھ کھڑے ہونے سے باز رکھ رہی ہیں۔ دوسری طرف، پورے مشرق کی اپنے کروڑوں مظلوم محنت کشوں سمیت، جو انتہادرجے کی انسانی اذیت میں مبتلا ہیں، ایسی درگت بنا دی گئی ہے کہ اس میں اتنی مادی اور جسمانی سکت باقی نہیں رہی ہے کہ اس کا موازنہ کہیں کسی بھی چھوٹی مغربی یورپی ریاست کی جسمانی، مادی اور فوجی طاقت سے کیا جا سکے۔

کیا ان سامراجی ملکوں کے فوری متوقع جھگڑے سے ہم اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں؟ کیا ہم اس بات کی توقع کر سکتے ہیں کہ مغرب کے دولتمند سامراجی ملکوں اور مشرق کے دولتمند سامراجی ملکوں کے درمیان اندرونی کشمکش اور جھگڑوں کی وجہ سے ہمیں دوسری بار دم لینے کی مہلت مل جائےگی جیسا کہ پہلی بار ہوا تھا جبکہ روسی ردانقلاب کی حمایت میں مغربی یورپی ردانقلاب کی یورش مغربی اور مشرقی انقلاب‌دشمنوں کے ڈیرے میں، مشرقی اور مغربی استحصال کرنےوالوں کے ڈیرے میں، جاپان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ڈیرے میں جھگڑے شروع ہوجانے کے باعث ناکام ہوگئی تھی؟

میرا خیال ہے کہ اس سوال کا جواب یہ ہونا چاہئے کہ اس مسئلے کے حل کا انحصار بہت سارے عناصر پر ہے اور یہ کہ بحیثیت مجموعی جدوجہد کے نتیجے کی پیش گوئی محض اس وجہ سے کی جاسکتی ہے کہ خود سرمایہ‌داری اس جدوجہد کےلئے کرۂارض کی آبادی کی بھاری اکثریت کو تعلیم وتربیت دے رہی ہے۔

آخری تجزیے میں اس جدوجہد کے انجام کا تعین اس حقیقت سے ہوگا کہ روس، ہندستان اور چین وغیرہ کرۂارض کی آبادی کی بھاری اکثریت کی تشکیل کرتے ہیں۔ اور گزشتہ چند برسوں میں یہی وہ اکثریت ہے جو نجات کی اس جدوجہد میں اس غیرمعمولی تیز رفتاری کے ساتھ کھنچی چلی آئی ہے کہ اس اعتبار سے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ عالمی جدوجہد کا حتمی انجام کیا ہوگا۔ ان معنوں میں سوشلزم کی مکمل فتح پوری طرح اور قطعی طور پر یقینی ہے۔

لیکن جس چیز سے ہمیں دلچسپی ہے وہ سوشلزم کی مکمل فتح کا ناگزیر ہونا نہیں بلکہ وہ تدبیریں ہیں جو ہمیں، روسی کمیونسٹ پارٹی کو، ہمیں، روسی سوویت حکومت کو اس لئے اختیار کرنی

چاهئیں که مغربی یورپی انقلاب‌دشمن ریاستیں همیں کچل نه پائیں ۔ اس وقت تک اپنے وجود کی ضمانت کرنے کےلئے جب انقلاب‌دشمن سامراجی مغرب اور انقلابی اور قوم‌پرست مشرق کے درمیان، دنیا کے سب سے زیاده تہذیب‌یافته ملکوں اور مشرقی انداز کی پسماندگی میں مبتلا ممالک کے درمیان جو اکثریت کی تشکیل کرتے هیں، اگلی فوجی ٹکر تک همارے وجود کی ضمانت کےلئے اس اکثریت کو تہذیب‌یافته هوجانا چاهئے ۔ هم بھی اتنے تہذیب‌یافته نہیں هیں که براه‌راست سوشلزم میں منتقل هو جائیں، اگرچه اس کے سیاسی لوازمات همارے پاس ضرور موجود هیں ۔ اپنے آپ کو بچانے کےلئے همیں مندرجه‌ذیل تدابیر یا مندرجه‌ذیل پالیسی اختیار کرنی چاهئے ۔

همیں ایک ایسی ریاست تعمیر کرنے کی کوشش کرنی چاهئے جس میں کسانوں کی قیادت اور کسانوں کا اعتماد مزدوروں کو حاصل رہے، اور جو انتہائی کفایت‌شعاری سے کام لیکر همارے سماجی تعلقات میں سے فضول خرچی کے هر نشان کو مٹا دے ۔

همیں اپنی ریاستی مشینری کو حددرجے کی کفایت تک مختصر کر دینا چاهئے ۔ اس میں سے همیں فضول خرچی کے باقی بچے هوئے تمام نشانوں کو جو زارشاهی روس نے اتنے بہت سارے چھوڑے هیں، اس کے نوکرشاهی سرمایه‌دارانه ریاستی ادارے کی ساری باقیات دور کر دینی چاهئیں ۔

کیا یه کسانوں کی تنگ نظری کا دور نہیں هوگا؟

نہیں ۔ اگر هم اس بات کا دهیان رکھیں که مزدور طبقه کسانوں پر اپنی قیادت برقرار رکھتا هے تو هم اپنی ریاست کی معاشی زندگی میں بڑی سے بڑی ممکن کفایت برت کر، هر بچت کو اپنی بڑے پیمانے کی مشین‌ساز صنعت کو ترقی دینے کےلئے، برق‌کاری کو، آبی قوت سے دلدلی کوئله نکالنے کو ترقی دینے کےلئے اور وولخوف برقی قوت کے پروجیکٹ (۳۳) کو مکمل کرنے وغیره کےلئے کام میں لا سکیں گے ۔

اس میں اور صرف اسی میں هماری امید مضمر هے ۔ جب هم یه کرچکے هوں‌گے تب هی، هم یوں کہنا چاهئے که گھوڑے بدل سکیں گے، کسان، دیہاتی اور غریب کے گھوڑے کو بدل کر، تباه حال کسان ملک کی معیشت کے لحاظ سے دئے هوئے گھوڑے کو بدل کر

اس گھوڑے کو جوت سکیں گے جس کی پرولتاریہ تلاش میں ہے اور اس کو ہونا چاہئے — بڑے پیمانے کی مشینی صنعت کا، برقی قوت کے استعمال کو عام رواج دینے کا، وولخوف بجلی گھر وغیرہ کا گھوڑا۔

اپنے کام کے، اپنی پالیسی کے، اپنی تدابیر کے، اپنی حکمت عملی کے عام منصوبے کو ازسرنو منظم‌شدہ مزدور اور کسان نظارت کے فرائض‌منصبی سے میں اپنے ذہن میں اسی طرح وابستہ کرتا ہوں۔ یہی وہ چیز ہے جو میرے خیال میں اس غیرمعمولی احتیاط، اس غیرمعمولی توجہ کو حق‌بجانب کر دیتی ہے جو ہمیں مزدور اور کسان نظارت کو غیرمعمولی بلند سطح پر پہنچانے میں، اس کو مرکزی کمیٹی کے حقوق رکھنےوالی قیادت مہیا کرنے وغیرہ وغیرہ، میں برتنی چاہئے۔

اور اس کا جواز یہ ہے کہ اپنی ریاستی مشینری کی پوری طرح صفائی کرکے، اس میں ہر چیز کو انتہا درجے، قطعی ضرورت کی حد تک گھٹا کر ہی ہم اس کو یقیناً چالو رکھ سکیں گے۔ علاوہ ازیں، اسے ہم چھوٹے کسانوں کے ملک کی سطح پر نہیں، عام پیمانے کی حدبندیاں قائم کر دینے کی سطح پر نہیں بلکہ مسلسل و بتدریج بڑھتی ہوئی بڑے پیمانے کی مشینی صنعت کی سطح پر چالو رکھ سکیں گے۔

یہ ہیں وہ بلند فرائض جن کا میں اپنی مزدور اور کسان نظارت کے بارے میں خواب دیکھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے میں منصوبے بنا رہا ہوں کہ پارٹی کے سب سے زیادہ بااختیار ادارے کو ایک ''معمولی،، عوامی کمیساریت سے ملادیا جائے۔

۲ مارچ ۱۹۲۳ء

''پراودا،، شمارہ ۴۹،
۴ مارچ ۱۹۲۳ء۔

تشریحی نوٹ

۱ — یہاں عظیم فرانسیسی فلسفیوں مثلاً والٹر، روسو، دیدرو، هیلوتسی، گولباخ وغیرہ کے خیالات کے بارے میں بتایا گیا ھے ۔ صفحه ۲۴

۲ — لاسال، فیردیناند (۱۸۲۵ء — ۱۸٦۴ء) — جرمن پیٹی بورژوا سوشلسٹ اور سیاست‌داں ۔ جرمن مزدور تحریک میں ایک قسم کی موقع پرستی — لاسال‌ازم کا بانی ۔ مارکس اور اینگلس نے اس کے خیالات پر سخت نکته چینی کی ۔ صفحه ۲۷

۳ — لوئی فلپ — فرانسیسی بادشاہ (۱۸۳۰ء — ۱۸۴۸ء) ۔ لوئی نپولین — فرانسیسی شاهنشاہ (۱۸۵۲ء — ۱۸۷۰ء) ۔ صفحه ۳٦

۴ — ''آزاد عوام کی ریاست،، — یه ھے پچھلی صدی کی آٹھویں دھائی میں جرمن سوشل ڈیما کریٹوں کے پروگرام کا ایک مطالبه ۔ اپنی تصنیف ''گوتھا پروگرام پر تنقیدی نظر،، میں کارل مارکس نے اس مطالبے پر نکته‌چینی کی ۔ صفحه ۴۰

۵ — یوٹوپیا ایک یونانی لفظ ھے جس کے معنی ھیں ایک ایسا مقام جس کا وجود نه ھو ۔ سیاست میں یوٹوپیا اس خواھش کے لئے استعمال کرتے ھیں جو کبھی پوری نه ھو سکے ۔ صفحه ۴٦

٦ — یہاں انیسویں صدی کے یوٹوپیائی سوشلسٹوں شارل فوریے، انری سین‌سیمون اور رابرٹ اووین کے بارے میں بتایا گیا ھے، جنھوں نے

سرمایہ‌دارانہ نظام پر نکتہ‌چینی کی، سماج کی سوشلسٹ تنظیم کے منصوبے بنائے لیکن وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ سرمایہ‌داری کا جوہر کیا ہے اور اس کے ارتقا کے قوانین اور وہ سماجی قوت کیا ہے جو سوشلسٹ سماج قائم کر سکتا ہے۔ صفحہ ۴۷

۷ — ڈیورنگ، ایوگینی (۱۸۳۳ء — ۱۹۲۱ء) — جرمن فلسفی اور گھٹیا معاشیات‌داں۔ صفحہ ۴۷

۸ — بسمارک، اوٹو (۱۸۱۵ء — ۱۸۹۰ء) — جرمن رجعت‌پرست سرکاری عہدیدار۔ ۱۸۶۲ء — ۱۸۷۱ء میں پروشیا کا وزیراعظم اور ۱۸۷۱ء — ۱۸۹۰ء میں جرمن سلطنت کا چانسلر رہا۔
۲۰ مارچ ۱۸۵۲ء کو پروشیا کی پارلیمنٹ لاندتاگ میں تقریر کرتے ہوئے بسمارک نے جو انقلابی تحریک کے مرکزوں کی حیثیت سے بڑے شہروں سے نفرت کرتا تھا یہ تجویز پیش کی کہ نئی انقلابی ابھار کی صورت میں ان شہروں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ صفحہ ۵۲

۹ — ڈارون، چارلس (۱۸۰۹ء — ۱۸۸۲ء) — شہرۂآفاق انگریز سائنس‌داں، جس نے ارتقائے وجود کے نظریے کی بنیاد رکھی۔ صفحہ ۵۶

۱۰ — یہاں ۱۸۹۲ء میں مارسیلز کانگرس میں منظور کردہ فرانسیسی سوشلسٹوں کے زرعی پروگرام کا ذکر ہے۔ ۱۸۹۴ء میں نانت کی کانگرس میں اس میں اضافہ کیا گیا۔ صفحہ ۵۷

۱۱ — لافارگ، پال (۱۸۴۱ء — ۱۹۱۱ء) — فرانسیسی لیبر پارٹی کے بانیوں اور رہنماؤں میں سے ایک۔ ماہرمعاشیات، فلسفی، مارکسازم کے مبلغ۔ صفحہ ۶۱

۱۲ — سوشلسٹ دشمن قانون کا نفاذ ۱۸۷۸ء میں جرمنی میں بسمارک کی حکومت نے کیا تھا۔ اس نے سوشل ڈیماکریٹک پارٹی کو ممنوع قرار دیا اور اسی طرح تمام عام مزدور تنظیموں اور مزدوروں کے اخباروں کو بھی خلاف قانون قرار دے دیا۔ جرمن سوشل ڈیماکریٹک پارٹی کے سرفروش اور سرگرم بازو نے — جس کے لیڈر آگسٹ بیبل اور ولہلم لیبکنیخت تھے — بڑی تن‌دہی سے وسیع پیمانے پر خلاف قانون سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں جن کی بدولت مزدوروں میں اس پارٹی کا اثر اور رسوخ بہت بڑھ گیا۔ اس نے ۱۸۹۰ء میں پارلیمنٹ کے انتخابات

میں ۱۵ لاکھ ووٹ حاصل کئے اور اس طرح حکومت کو یہ قانون منسوخ کرنے پر مجبور کر دیا۔ صفحہ ٦٧

۱۳ — اکتوبری یا ''۱۷ اکتوبر کی یونین،، — بڑے سرمایہ‌داروں کی شہنشاھیت پسند انقلاب دشمن پارٹی جس کا یہ نام اس لئے پڑا کہ اس نے زار کا ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء کا منشور منظور کر لیا تھا۔ اس پارٹی کی سرگرمیوں کا مقصد بڑے سرمایہ‌داروں اور سرمایہ‌دارانہ طرز پر کاشت کرنےوالے زمین‌داروں کی حمایت اور حفاظت اور عوام کے مفاد کی مخالفت کرنا تھا۔ زارشاھی کی رجعت پسند داخلہ اور خارجہ پالیسی کی اکتوبری پوری طرح حمایت کرتے تھے۔ اکتوبری لوگوں کے لیڈروں میں بڑا صنعت‌کار گوچکوف اور بڑا جاگیردار رودزیانکو تھے۔ صفحہ ۷۷

۱۴ — ولہلم ثانی (۱۸۵۹ء — ۱۹۴۱ء) — جرمن شہنشاہ اور پروشیا کا بادشاہ (۱۸۸۸ء — ۱۹۱۸ء)۔ صفحہ ۷۷

۱۵ — ''اکونومسٹ،، (''معیشت پسند،،) رجحان — انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں روسی سوشل ڈیما کریسی میں موقع پرست رجحان بین‌الاقوامی موقع پرستی کی روسی قسم تھا۔ ''معیشت پسندوں،، نے مزدور طبقے کے فریضے معاشی جد و جہد تک محدود کر دئے تھے مثلاً اجرت میں اضافہ اور محنت کے حالات کی بہتری وغیرہ۔ وہ خیال کرتے تھے کہ سیاسی جد و جہد اعتدال‌پرست بورژوازی کا کام ھے۔ انھوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ پارٹی کو صرف تحریک کے قدرتی عمل کا غور سے مطالعہ کرنا چاھئے اور واقعات کو ذھن‌نشین رکھنا چاھئے، مزدور طبقے کی پارٹی کے رھنمائی کے کردار کو مسترد کر دیا۔ لینن نے اپنی کتاب ''کیا کیا جائے؟،، میں اس پر نظریاتی ضرب کاری لگائی۔ صفحہ ۷۸

۱۶ — قومی اور تہذیبی خوداختیاری — قومی مسئلے پر موقع پرستانہ پروگرام جس کو پچھلی صدی کی دسویں دھائی میں آسٹریا کے سوشل ڈیما کریٹوں باؤیر اور رینر نے پیش کیا۔ اس پروگرام کا خلاصہ یہ تھا کہ کسی ملک میں ایک قوم کے لوگ، بلا لحاظ اس کے کہ وہ ملک کے کس حصے میں رھتے ھیں، اپنی خودمختار قومی یونین

بنا سکتے ھیں جس کو اسکولوں کے امور (مختلف قومیتوں کے بچوں کے لئے الگ الگ اسکول) اور تعلیم و تمدن کی دوسری شاخوں پر پورا اختیار ھوگا۔ اگر اس پروگرام پر عمل کیا جاتا تو یہ ھر قومی گروہ کے اندر مذھبی اثرات اور رجعت پرست نظریات کو مضبوط کر دیتا اور مزدور طبقے کی تنظیم میں مشکلات پیدا کرتا اور مختلف قومیتوں کے مزدوروں میں تفریق کو بڑھاتا۔ لینن نے کئی مضامین میں تہذیبی قومی خودمختاری کے نعرے پر سخت تنقید کی۔ صفحہ ۸۰

۱۷ — بیبل، آگسٹ (۱۸۴۰ء — ۱۹۱۳ء) — جرمن سوشل ڈیماکریسی اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک نمایاں کارکن۔ پہلی انٹرنیشنل کا بھی میمبر تھا۔ ۱۸۶۹ء میں اس نے و۔ لیبکنیخت کے ساتھ ملکر جرمن سوشل ڈیماکریٹک لیبر پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ صفحہ ۸۲

۱۸ — شائی لاک — انگریز ڈرامہ نگار شیکسپیئر کی طربئے ''وینس کا سوداگر،، کا ایک کردار جو سخت اور سنگدل سودخور تھا۔ اس نے اپنے تمسک میں یہ بےرحمانہ شرط رکھی تھی کہ بروقت قرض ادا نہ ھونے پر وہ قرضدار کے جسم سے ایک پونڈ گوشت کاٹ لیگا۔ صفحہ ۹۷

۱۹ — بورساک — مذھبی تعلیم گاھوں کے طالب علم جن کے رسوم روسی مصنف پومیالوفسکی نے اپنی تصنیف ''بورسا کے خاکے،، میں لکھے ھیں۔ بورسا — زارشاھی روس میں مذھبی تعلیم گاہ۔ صفحہ ۹۸

۲۰ — تسرےتیلی، ای۔ گ۔ (۱۸۸۲ء — ۱۹۵۹ء) — مینشویزم کا ایک لیڈر۔ ۱۹۱۷ء میں اس نے بورژوا عارضی حکومت کی پالیسی کی حمایت کی۔

چیرنوف، و۔ م۔ (۱۸۷۶ء — ۱۹۵۲ء) — سوشلسٹ انقلابیوں کی پارٹی کا ایک لیڈر۔ ۱۹۱۷ء میں بورژوا عارضی حکومت کا وزیرزراعت ھوا۔ صفحہ ۹۸

۲۱ — ''نوُوایا ژیزن،، (نئی زندگی) مینشویکوں کے خیالات کی اشاعت کرنےوالا ایک روزنامہ تھا جسے سوشل ڈیماکریٹوں کا وہ گروہ شائع کرتا

تھا جو ''انٹرنیشنلسٹ،، کہلاتے تھے - ''نووایا ژیزن،، اپریل ۱۹۱۷ء میں پیٹروگراد سے نکلنا شروع ہوا - اکتوبر ۱۹۱۷ء تک اس اخبار کا رویہ بین بین تھا - کبھی تو وہ عارضی حکومت کی مخالفت کرتا اور کبھی بالشویکوں کی - اکتوبر انقلاب کے بعد یہ روزنامہ سوویت اقتدار کی مخالفت پر اتر آیا اور جولائی ۱۹۱۸ء میں اسے بند کر دیا گیا - صفحہ ۱۰۷

۲۲ — گوگول، ن - و - (۱۸۰۹ء — ۱۸۵۲ء) — عظیم روسی ادب اور کلاسیکی ادب کے نمائندے - صفحہ ۱۰۸

۲۳ — بیلینسکی، و - گ - (۱۸۱۱ء — ۱۸۴۸ء) — روسی انقلابی جمہوریت پسند، ادبی نقاد اور صحافی - روس میں زرخرید کسانوں کے رواج کا سخت مخالف تھا - صفحہ ۱۰۸

۲۴ — یہاں عظیم جرمن ادیب گوئٹے کی تصنیف ''فاؤست،، کے ایک کردار میفیستوفیل کے الفاظ کا ذکر ہے - صفحہ ۱۱۴

۲۵ — یہاں ۱۸۷۱ء کے پیرس کمیون کا ذکر ہے جو تاریخ میں پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی پہلی حکومت تھی - پیرس کمیون ۱۸ مارچ سے ۲۸ مئی ۱۸۷۱ء تک رہا - پیرس کمیون نے کلیسا کو ریاست سے اور اسکول کو کلیسا سے علحدہ کیا، مستقل فوج کی جگہ عوام کو مسلح کیا، ججوں اور سرکاری افسروں کے انتخاب کا طریقہ رائج کیا اور یہ طے کیا کہ افسروں کے کام کی اجرت مزدوروں کے کام کی اجرت سے زیادہ نہ ہونی چاہئے، مزدوروں اور شہری غریبوں وغیرہ کی معاشی حالت بہتر کرنے کےلئے اقدامات کئے - ۲۱ مئی ۱۸۷۱ء کو تیئر کی انقلاب دشمن حکومت کی فوج نے پیرس پر دھاوا بولکر پیرس کے مزدوروں پر سخت مظالم کئے - تقریباً تیس ہزار اشخاص مارے گئے، پچاس ہزار گرفتار کر لئے گئے اور ہزاروں کو قید بامشقت کی سخت سزا دی گئی - صفحہ ۱۱۴

۲۶ — یہاں مزدوروں، فوجیوں اور کسانوں کے نمائندوں کی سوویتوں کے بارے میں بتایا گیا ہے، جو ۱۹۱۷ء کے اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد ریاستی حکومت کا ادارہ بن گئیں - صفحہ ۱۱۴

۲۷ — روسی ادیب چیخوف کی کہانی ''کنوئیں کے مینڈک،، میں اسی نام کا کردار جس کو ادب میں بہت ھی محتاط اور تنگ‌نظر آدمی کی کردارنگاری کے لئے پیش کیا جاتا ھے جو ھر جدت اور پیش‌قدمی سے ڈرتا ھے۔ صفحہ ۱۲۳

۲۸ — روس میں زرخرید کسانوں کے نظام کے خاتمے کی طرف اشارہ ھے جو ۱۹ فروری ۱۸۶۱ء میں ھوا تھا۔ صفحہ ۱۲۴

۲۹ — زرد (''بیرن‌والی،،) انٹرنیشنل وہ ھے جو بیرن میں سوشلسٹ پارٹیوں کی کانفرنس میں فروری ۱۹۱۹ء میں مغربی یورپ کی سوشلسٹ پارٹیوں کے لیڈروں کی قیادت میں دوسری انٹرنیشنل کی جگہ قائم ھوئی جس کا وجود پہلی عالمی جنگ کی ابتدا سے ختم ھو گیا تھا۔ بیرن کی انٹرنیشنل عملی طور پر بین‌الاقوامی بورژوازی کی خادم تھی۔ صفحہ ۱۲۸

۳۰ — کاؤتسکی، کارل (۱۸۵۴ء — ۱۹۳۸ء) — جرمن سوشل ڈیماکریسی اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک لیڈر۔ مرکزیت پرستی کا نظریہ‌داں بن گیا۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد اس نے مارکسازم سے غداری کی۔

مینشویک — روسی سوشل ڈیماکریسی میں موقع‌پرست رجحان اور بین‌الاقوامی موقع‌پرستی کا ایک رخ۔ ۱۹۰۳ء میں روسی سوشل ڈیماکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس میں لینن کے ''اسکرا،، کے مخالفین سے اس کی تشکیل ھوئی۔ اس کانگرس میں پارٹی کے مرکزی اداروں کے انتخاب میں لینن کے حامیوں کو ووٹوں کی اکثریت (بالشینستوو) حاصل ھوئی اسلئے یہ بالشویک کہلائے اور موقع پرستوں کے ووٹوں کی اقلیت (مینشینستوو) تھی اسلئے ان کو مینشویک کا نام دیا گیا۔

۱۹۱۷ء میں مینشویکوں کے نمائندے بورژوا عارضی حکومت میں شامل ھو گئے اور اکتوبر سوشلسٹ انقلاب عظیم کی فتح کے بعد مینشویکوں نے دوسری انقلاب‌دشمن پارٹیوں کے ساتھ مل کر سوویت اقتدار کے خلاف جدوجہد کی۔

سوشلسٹ انقلابی — روس میں پیٹی بورژوا پارٹی تھی جو ۱۹۰۱ء کے آخر اور ۱۹۰۲ء کے شروع میں مختلف نرودنک گروھوں اور

حلقوں کے اتحاد سے ظہور میں آئی۔ فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کی فتح کے بعد سوشلسٹ انقلابی اور مینشویک عارضی حکومت کے بڑے ستون تھے۔ اکتوبر انقلاب کی فتح کے بعد انھوں نے سوویت ریاست اور سوویت لوگوں کے خلاف دہشت آمیز اقدامات کئے۔ صفحہ ۱۳۴

۳۱ — نئی معاشی پالیسی (NEP) — سرمایہ دارانہ نظام سے سوشلزم تک عبور کے دوران پرولتاری ریاست کی معاشی پالیسی۔ غیرملکی حملہ آوروں سے جنگ اور خانہ جنگی کے خاتمے پر فاضل اناج کی وصولی کے طریقے کو تبدیل کر کے اناج کی مقررہ مقدار کی صورت دی گئی اور کسانوں کو یہ امکان حاصل ہوا کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی فاضل پیداوار کو ٹھکانے لگا سکیں، اس کو کھلے بازار میں بیچ سکیں اور بازار سے ضروری صنعتی اشیا خرید سکیں۔

پرولتاری ریاست کے ہاتھوں میں بنیادی معاشی پوزیشن برقرار رکھ کر کچھ عرصے تک محدود طور پر سرمایہ دار عناصر کے وجود کی اجازت دیتے ہوئے، نئی معاشی پالیسی کا مقصد سوویت ملک کی پیداواری طاقتوں کو ترقی دینا، زرعی معیشت کو ابھارنا، سوشلزم میں عبور کے لئے معاشی بنیاد بنانا تھا۔ صفحہ ۱۵۱

۳۲ — بائیں بازو کے کمیونسٹ — یہ پارٹی دشمن گروہ ۱۹۱۸ء میں جرمنی سے بریست کے معاہدۂ امن کے خلاف تھا۔ پارٹی کی جدو جہد کے نتیجے میں مئی اور جون ۱۹۱۸ء میں ''بائیں بازو کے کمیونسٹ،، اپنا سارا اثر کھو بیٹھے۔ صفحہ ۱۵٦

۳۳ — وولخوف برقی قوت کا پروجیکٹ — سوویت یونین میں سب سے پہلا بڑا پن بجلی گھر جو ۱۹۲٦ء کے آخر میں چالو ہوا۔ صفحہ ۱۷۷

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی آپ کا بہت شکرگذار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

ہمارا پتہ: زوبوفسکی بلوار۔ نمبر ۲۱
ماسکو، سوویت یونین

21, Zubovsky Boulevard, Moscow, USSR

دارالاشاعت ترقی کی شائع‌شدہ کتاب

کارل مارکس — ’’سرمائے کی ابتدا‘‘

اس کتاب میں کارل مارکس کی سب سے اهم تصنیف ’’سرمائے‘‘ کی پہلی جلد کے دو آخری باب دئے گئے هیں ۔ مارکس نے اس مختصر تاریخی تبصرے میں بہت زیادہ واقعاتی مواد پیش کرکے یہ دکھایا ہے کہ چھوٹے چھوٹے کام کرنے‌والوں کو ان کی ملکیت سے محروم کرکے، لوگوں سے ان کی جائداد چھین کر، طرح طرح کے جبر و تشدد، لوٹ مار اور مزدوروں کے وحشیانہ استحصال کے ذریعہ سرمایہ‌دارانہ ذرائع پیداوار کی بنیاد ڈالی گئی۔ مارکس نے یہاں سرمایہ‌دارانہ ذرائع پیداوار سے کمیونسٹ ذرائع پیداوار کی طرف ناگزیر عبور کے بارے میں اپنی تعلیم کے اهم نتائج اخذ کئے هیں اور ان کو مرتب کیا ہے۔

دارالاشاعت ترقی سے چھپنےوالی کتاب

فریڈرک اینگلس - ''مارکس کے ''سرمائے'' کی تشریح''

اس مجموعے میں فریڈرک اینگلس کی کچھ مختصر تحریریں ھیں جو مارکس کی مشہور تصنیف ''سرمائے'' سے براہ‌راست تعلق رکھتی ھیں۔ کتاب کے پہلے حصے کے تین تبصرے (۹ میں سے) ''سرمائے'' کی پہلی جلد کے بارے میں ھیں۔ بعدوالے حصے میں پہلی جلد کے چار ابواب کا خلاصه دیا گیا ھے۔ یه تبصرے اور خلاصے، جن میں خود مارکس کے زیادہ‌تر حوالے شامل ھیں، ''سرمائے'' کے مطالعه کے لئے بہت ھی بیش‌قیمت ھیں۔ تیسرا حصه جس کا عنوان ''قدر کا قانون اور منافع کی شرح'' ھے مارکس کے ''سرمائے'' کی تیسری جلد کا ضمیمه بن گیا ھے۔ اس تصنیف میں معمولی اشیائے تبادله کی پیداوار کی نوعیت اور خصوصیت اور اس سے سرمایه‌داری تک عبور کو وضاحت اور صفائی کے ساتھ پیش کیا گیا ھے۔

اس مجموعے کے آخر میں آپ کو تشریحی‌نوٹ بھی ملیں‌گے۔

دارالاشاعت ترقی کی شائع‌شدہ کتاب

لینن — ”ریاست اور انقلاب“

اپنی اس تصنیف میں لینن نے ریاست اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے بارے میں مارکسی نظرئے کی وضاحت کی ہے۔ پرولتاری جمہوریت کے سافیہ کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے سوویتوں کی ریپبلک کی پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی ریاستی شکل کی حیثیت سے اہمیت بتائی ہے۔ لینن نے یہاں سرمایہ‌داری سے کمیونزم تک عبور کے دور میں ریاست کے فریضوں اور ارتقائی راستے کا تعین کیا ہے اور کمیونسٹ معاشرے کے دونوں مرحلوں کے بنیادی خط و خال پیش کئے ہیں۔

اس کتاب کے آخر میں تشریحی‌نوٹ دئے گئے ہیں۔

دارالاشاعت ترقی سے چھپنے والی کتاب

لینن – ''آخری خطوط اور مضامین،، (مجموعہ)

اس مجموعے میں وہ مضامین شامل ھیں جو لینن نے ۲۳ – ۱۹۲۲ ء میں لکھے تھے۔ ان کی '' ڈائری کے اوراق،، نامی تصنیف ثقافتی انقلاب کے مسائل پر روشنی ڈالتی ھے۔ '' کوآپریٹیو کے بارے میں،، اپنے مضمون میں لینن نے سوشلزم کی تعمیر کے کام میں کسانوں کی شرکت کا کوآپریٹیو منصوبہ پیش کیا ھے اور ''ھمارا انقلاب،، میں (سوخانوف کے نوٹوں کے سلسلے میں) لینن نے مینشویکوں اور دوسری انٹرنیشنل کے اصلاح پرستوں کے ان دعووں کی تردید کی ھے کہ گویا روس سوشلزم کی تعمیر کے لئے ضروری ثقافتی سطح تک نہیں پہنچا تھا۔ اپنے مضمون '' ھم مزدور کسان نگران ادارے کو ازسرنو کس طرح منظم کریں،، (پارٹی کی بارھویں کانگرس کو مشورہ) میں لینن نے سوویت ریاست کی مشینری بہتر بنانے، پارٹی اور ریاست کے ڈسپلن کو مضبوط کرنے اور بالشویک پارٹی کے اتحاد کو قائم کرنے کا منصوبہ مرتب کیا ھے۔

Маркс. Энгельс. Ленин

О КОММУНИСТИЧЕСКОМ ОБЩЕСТВЕ

На языке урду